اُردو ادب میں پہلا مزاحیہ ناول

ٹائیں ٹائیں فش

گل نوخیز اختر

انتساب

سید تنویر شاہ کے نام
جو میرے لیے بھائیوں سے بھی
بڑھ کر ہیں

جیسے ہی نائی نے میرے سر پر استرا پھیرنا شروع کیا...... مجھے سکون سا آ گیا۔ ٹنڈ کروانا میرے لیے ہمیشہ باعثِ اطمینان رہا ہے...... جیسے جیسے استرا میرے سر پر پھرتا جاتا ہے مجھے اپنا آپ ہلکا پھلکا لگنے لگتا ہے، میں ٹنڈ اس لیے نہیں کرواتا کہ اس سے سر کو ہوا لگتی ہے...... بلکہ میں نے نوٹ کیا ہے کہ ٹنڈ کروانے سے میرا سر، منہ سے اچھا نکل آتا ہے۔ ابا کو میری ٹنڈ سے بہت چڑ ہے، اُن کے بس میں ہو تو وہ دنیا بھر کے استروں پر زنگ لگوا دیں، اگرچہ انہیں ٹنڈ کا کوئی شوق نہیں لیکن قدرت نے ان کے سارے بال اڑا دیے ہیں...... ابا کی اتنی ''گھنی'' ٹنڈ دیکھ کر میرے منہ سے رال ٹپکنے لگتی ہے اور میں سوچتا ہوں کہ کاش میرا سر بھی ایسا Smooth ہو جائے۔ مجھے یاد ہے جب میں چھوٹا ہوتا تھا تو ابا کے سر پر چپت مارنے کا بڑا مزا آتا تھا، بالکل ایسی آواز آتی تھی جیسے طبلے کی ''ترکٹ'' سے آتی ہے، لیکن جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا، ابا کا سر مجھ سے دور ہوتا چلا گیا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اخلاقی اعتبار سے ابا کے سر پر چپت مارنا میرے لیے جُرمِ ضعیفی قرار پایا۔ انہی دنوں میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں ابا کے سر پر انحصار کرنے کی بجائے اپنے ''سر'' پر خود کھڑا ہوں گا ...... یوں میں نے خود انحصاری کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے پہلی دفعہ ٹنڈ کرائی۔ مجھے یاد ہے جب میں پہلی دفعہ ''ٹنڈ شدہ'' ہو کر گھر پہنچا تو ابا نے دروازے سے ہی مجھے چونی دے کر رخصت کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو میری بات کاٹ کر بولے...... ''دیکھو بھئی...... نہ تو ہمارے گھر کوئی بچہ ہوا ہے اور نہ کوئی شادی ہے...... پھر تمہیں ادھر کا پتا کس نے دیا، یہ لو چونی پکڑو اور معاف کرو!'' وہ دروازہ بند کرنے لگے......!!!

''ابا......!!!یہ میں ہوں......''میں چلایا......!!!

ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی......''ابے آہستہ بول......کیوں مجھے ابا ابا کہہ کر بدنام کر رہا ہے......میں کہاں سے تیرا باپ ہو گیا'' وہ غرائے۔

''ابا......'' میری آنکھوں میں آنسو آ گئے......''ابا......تو ہی میرا باپ ہے......خدا کے لیے مجھے پہچان......!!!''

''ابے کیا بک رہا ہے......''ابا کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں......ابا میں تیرا بیٹا ہوں......''میں نے دہائی دی۔

''لل......لیکن......میں......میں تو کبھی موت کا کنواں دیکھنے نہیں گیا......''ابا نے مری مری آواز میں دلیل دی اور بے عزتی کے احساس سے میرا رنگ سرخ ہو گیا۔ میں نے کوئی اور حملہ ہونے سے پہلے جلدی سے کہا......!

''ابا......ماضی میں جھانکنے کی بجائے میری آنکھوں میں جھانک ......میں تیرا بیٹا کمال ہوں......کمالا......''

''کمالا......''ابا نے حیرت سے مجھے گھورا......پھر یکدم غصے سے بولے......''یہ ٹنڈ تو نے خود کروائی ہے یا مسجد سے سلیپر چراتے پکڑا گیا ہے......؟؟؟''

''نن......نہیں ابا......''میں نے تیزی سے کہا......''یہ ٹنڈ بالجبر نہیں......ٹنڈ بالرضا ہے......اور میں نے خود کروائی ہے''

''اوہ......''ابا نے ہونٹ سکیڑے......''لیکن اس کا فائدہ؟''

''فائدہ بہت ہے ابا اس کا......دیکھ ناں......سر کو ہوا بھی لگتی رہتی ہے...... ہاتھ پھیرنے میں بھی مزا آتا ہے......اور بار بار کی کٹنگ کا خرچہ بھی بچتا ہے''

آخری جملہ ابا کے دل میں اتر گیا......بچت ابا کا پسندیدہ ترین عمل تھا اور اس حوالے سے ہونے والے سات قتل بھی وہ معاف کر سکتے تھے۔ انہوں نے فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر پوری ذمہ داری سے میری ٹنڈ پر ایک طویل بوسہ دیا اور گھر کے دروازے میرے لیے کھول دیے۔

☆ ☆ ☆

اب میں اپنا تعارف کراتا ہوں......میرا نام کمال احمد عرف کمالا......عُرف کالو، عُرف کاما، عُرف ڈنگر، عُرف کھوتا ہے......موخرالذکر کچھ ''عُرفیت'' ابا کی عطا کردہ ہیں، باقی میں نے اپنی محنت سے حاصل کی ہیں۔ میں ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہوں اور وہ بھی میرے اکلوتے اماں ابا ہیں۔ میں نے زندگی میں آج تک ان کو کسی مسئلے پر متفق ہوتے نہیں دیکھا۔ ان کے تعلقات کی نوعیت بالکل بُش اور اسامہ جیسی ہے۔ تاہم ابھی تک کنفرم نہیں ہو سکا کہ دونوں میں سے ''اسامہ'' کون ہے۔ اماں ابا کبھی کبھار اتنی خونخوار لڑائی لڑتے ہیں کہ دیکھنے والے کو خواہ مخواہ مزا آنے لگتا ہے۔ میں نے خود کئی دفعہ ان کی لڑائی کو ٹی وی والی ریسلنگ سے بہتر قرار پایا ہے...... یہ دونوں کم از کم نورا کشتی تو نہیں لڑتے......!!! ابا چونکہ اونچا سنتے ہیں اس لیے اکثر اماں کی بھڑاس ان کے کانوں تک نہیں پہنچ پاتی۔

بزرگوں سے روایت ہے کہ اماں ابا کی لڑائی کا آغاز شادی کے دوسرے روز ہی ہو گیا تھا جب اماں نے منہ دکھائی میں دی ہوئی ابا کی سونے کی انگوٹھی کو چیک کرایا تو وہ دو نمبر نکلی......اماں نے ابا سے شکوہ کیا تو وہ قرآن اٹھانے پر تیار ہو گئے کہ انگوٹھی دو نمبر نہیں ہے......احتیاطاً انگوٹھی کو دوبارہ چیک کرایا گیا تو ابا کا کہا سچ نکلا......انگوٹھی واقعی دو نمبر نہیں بلکہ تین نمبر تھی......اماں نے غصے سے انگوٹھی اتار کر ابا کے ماتھے پر ایسی تاک کر ماری کہ وہاں سیاہ نشان بن گیا۔ بزرگوں کی بات پر اس لیے بھی یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ نشان ابا کے ماتھے پر تا حال موجود ہے، تاہم ابا اسے بزورِ دلائل ''محراب'' کہتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

اماں کا انتقام پورے خاندان میں مشہور تھا۔ اماں چونکہ رنگ کے معاملے میں سفید نہیں تھیں اس لیے ایک دفعہ شادی سے پہلے ان کی کسی سہیلی نے انہیں ''کالی'' کہہ دیا......اماں نے اس بات کا انتقام یوں لیا کہ جہاں بھی اس لڑکی کے رشتے کی بات چلتی......اماں جھٹ سے لڑکے والوں کے کان میں ڈال دیتی کہ لڑکی پارٹ ٹائم چرس بیچتی ہے......اماں نے اس بات کا اتنا چرچا

کیا......اتنا چرچا کیا کہ آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا......لڑکی واقعی چرس بیچنے لگی......!!!

غصے کے معاملے میں بھی اماں کا کوئی ثانی نہیں تھا......ایک دفعہ جب میں چھوٹا ہوتا تھا تو مجھے محلے کے ایک بچے نے بُری طرح مارا......میں روتا ہوا اماں کے پاس پہنچا......اماں نے مجھے مزید ایک تھپڑ سے نوازا......پھر غرا کر بولیں......''کس نے مارا ہے؟''

میں نے روتے ہوئے کہا......''دارا نے......''

''دارا کون......وہ مولوی کا بیٹا......؟؟؟'' اماں نے تصدیق چاہی۔

''ہاں''......میں نے ناک پونچھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

اماں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ......کپڑے دھونے والا ڈنڈا اٹھایا......مجھے لیا......اور سیدھی مولوی صاحب کے حجرے کی طرف بڑھیں۔مولوی صاحب غالباً روح افزاء پینے کے بعد مسجد کے باہر گلی میں کھڑے دانتوں میں خلال کر رہے تھے......اماں کو اتنی تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر یکدم چونک گئے۔

''مولوی......!!!''......اماں نے ساری تہذیب دائیں طرف رکھتے ہوئے کہا۔

مولوی صاحب پہلے گھبرائے......پھر مزید گھبرا کر بولے......''جی......جی خاتون......کیا ہوا......؟؟؟''

اماں نے کھینچ کر مجھے آگے کر دیا......''یہ دیکھ......یہ دیکھ کیا حال کیا ہے میرے بچے کا......''

مولوی صاحب کے پیروں تلے زمین نکل گئی......ساری گفتگو گلی میں ہو رہی تھی اور کوئی پتا نہیں تھا کہ سننے والا اسے کن معنوں میں لے جائے......وہ گھگھیا کر بولے......''لا الہ اللہ......میں نے اسے کچھ نہیں کہا......''

''ہاں ہاں پتا ہے......لیکن تیرے بیٹے نے تو اسے مارا ہے ناں......'' اماں نے آنکھیں نکالیں۔

مولوی صاحب کی جان میں جان آئی......اتنے میں محلے کے لوگ گلی میں اکٹھے ہونے لگے......''کیا ہوا......کیا ہوا......؟؟؟''

مولوی صاحب تیزی سے بولے......''کک......کچھ نہیں جی......کک......کچھ نہیں ہوا......جائیے

آپ لوگ......!!!‘‘

’’کیوں نہیں کچھ ہوا......‘‘ اماں بپھر گئیں...... ’’میرا بچہ مرنے والا ہو گیا اور کہتا ہے کچھ نہیں ہوا......ہائے ہائے کیسا جھوٹا مولوی ہے یہ......‘‘ اماں نے واویلا شروع کر دیا۔ ہر کوئی مشکوک نظروں سے مولوی صاحب کو گھورنے لگا۔ کچھ زیادہ عقل مند محلے داروں نے فوراً بات سمجھ کر نتیجہ بھی اخذ کرلیا......بے شمار لوگ مجھے بڑی دلچسپ نظروں سے دیکھ رہے تھے......!!!

’’مجھے تو پہلے ہی اس مولوی پر شک تھا......‘‘ ایک آواز آئی اور مولوی صاحب کی ٹانگیں کانپنے لگیں......!!!

اس سے پہلے کہ مولوی صاحب کچھ کہتے......دیکھتے ہی دیکھتے سارے لوگ مولوی صاحب پر پل پڑے......مولوی صاحب نے اس افتاد سے گھبرا کر چھلانگ لگائی اور سڑک کی طرف بھاگے۔ ان کا یہی بھاگنا انہیں پکا مجرم ثابت کر گیا۔

آگے کا حال تو مجھے پتا نہیں......لیکن دادی بتاتی ہیں کہ مولوی صاحب کو محکمہ اوقاف والوں نے نکال دیا تھا......سُنا ہے آج کل کینٹ میں ان کا پان سگریٹوں کا کھوکھا ہے!!!

☆ ☆ ☆

ہر چند کہ ہمارے گھر میں غربت کا خاصا آنا جانا تھا......پھر بھی ابا نے دل پر جبر کر کے مجھے ایف اے کرا ہی دیا......میری خواہش تھی کہ میں ایم اے کرتا......لیکن ابا ایم اے کی بجائے ’’ایویں‘‘ میں زیادہ خوش تھے۔ میں نے کئی دفعہ ابا سے کہا کہ مجھے کوئی نوکری کر لینے دیں......لیکن ابا کا تو پلان ہی کچھ اور تھا...... ہر دفعہ جیسے ہی میں نوکری کا ذکر چھیڑتا......ابا کا منہ عالم لوہار جیسا بن جاتا اور آنکھیں حسن جہانگیر جیسی......پھر وہ مسلسل ساڑھے تین منٹ مجھے پرانے ماڈل کی نئی گالیاں نکالتے اور بعد میں بڑی عزت سے سمجھاتے کہ...... ’’منحوس!...... یہ نوکری وغیرہ کی سوچے گا تو نہ خود کھا سکے گا نہ ہمیں کھلائے گا......آگے کی سوچ......آگے کی...... میں تیری شادی کسی امیر کبیر لڑکی سے کرنا چاہتا ہوں تاکہ تیرے سسرال والے تجھے کاروبار بھی سیٹ کر کے دیں......اس طرح ان کی بیٹی اور تیرے والدین دونوں سکھی رہیں گے......‘‘

’’سبحان اللہ‘‘......ابا کا پلان سن کر میرے گھٹنوں میں ہارٹ اٹیک ہوتے ہوتے بچا......’’اے ابا!......اتنی امیر لڑکی آخر مجھے ملے گی کیسے......‘‘ میں نے طلعت حسین کے انداز میں بڑا سیریس سوال کیا۔

’’ابے بھری پڑی ہے دنیا ایسی لڑکیوں سے......بس تو دیکھتا جا......میرا دل کہتا ہے کہ قسمت ہمارے دروازے پر دستک دینے ہی والی ہے......‘‘

اچانک دروازے پر دستک ہوئی......!!!

☆☆☆

میں نے اٹھ کر دیکھا تو ہمیشہ کی طرح ابا کا کہا سچ پایا......رشتے کرانے والی ''ماسی قسمت'' اندر داخل ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

''اے بیٹے اچھا ہوا جو تو مل گیا...... بڑی شاندار خبر لائی ہوں آج تو......''

''شاندار خبر...... میرا خیال ہے تیرے خاوند کی ڈیوٹی پھر سے رات کی ہوگئی ہوگی......'' ابا نے چارپائی پر لیٹے لیٹے ہانک لگائی اور ماسی کے دانتوں تلے سپاری مزید تیزی سے ریزہ ریزہ ہونے لگی۔ اس نے دانت پیستے ہوئے بات ان سنی کی اور میری طرف دیکھا...... ''نوراں کدھر ہے؟''

میں نے آواز دی......''اماں...... ماسی آئی ہے''

''آ رہی ہوں''......اماں نے سیڑھیوں کے نیچے قائم ''ٹو اِن ون'' باورچی خانے سے آواز لگائی۔

ٹُو اِن ون میں نے اس لیے کہا ہے کہ خورد و نوش کے فرائض سے نمٹنے کے بعد اکثر یہ باورچی خانہ بطور غسل خانہ بھی استعمال ہوتا تھا۔ سامنے والے حصے کی طرف چارپائی کھڑی کر لی جاتی تھا۔ ابا نے جدید غسل سے لطف اندوز ہونے کے لیے انوکھا طریقہ نکال رکھا تھا......وہ سرکاری پانی کی ٹونٹی کے ساتھ ٹیوب لگا دیتے اور دوسرا سِرا غسل خانے والی چارپائی کے بان میں سے نکال دیتے...... یوں ہر دفعہ وہ تازہ شاور لیتے تھے۔ سردیوں کے دنوں میں ہم اکثر دوپہر کو نہاتے تھے کیونکہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا تھا......تاہم ابا پانی کی بالٹی بھر کر دھوپ میں رکھ دیتے......ان کا مشاہدہ تھا کہ پانی اس طرح سے بھی گرم کر کے نہایا جا سکتا ہے۔

اماں ماسی قسمت کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''اے بہن...... بڑی خاص خبر لائی ہوں......'' ماسی نے ابا کا جملہ آنے کے ڈر سے نہ صرف آواز آہستہ رکھی بلکہ جملے میں بھی خاطر خواہ تبدیلی کر لی۔

''میری کمیٹی تو نہیں نکل آئی ???'' اماں نے غربت کا عالمی مظاہرہ کیا......!!!

''اے نہیں......اس سے بھی بڑی خبر ہے......'' ماسی نے عینک درست کرتے ہوئے کن اکھیوں سے ابا کی طرف دیکھا جو چارپائی کی ادوائن میں پھنسے لاپرواہی سے ہاتھ ہلاتے ہوئے نور جہاں کا گیت پٹھانے خان کی آواز میں گانے کی کوشش کر رہے تھے۔

''خالی خبر ہے یا خوشی کی خبر ہے؟'' ......اماں نے یکدم چونک کر پوچھا۔

''اے ہے......اللہ خیر کرے خوشی کی خبر ہے......'' ماسی نے اپنی مسکراہٹ چھپائی اور اماں کے حلق سے طویل سانس نکل گئی۔

''تو بتاؤ پھر......''

ماسی نے کچھ لمحے توقف کیا......پھر میری طرف دیکھا......میں بظاہر سائیکل کا چمٹا صاف کر رہا تھا لیکن میرے تمام ''حواسِ ضروریہ'' اسی طرف تھے۔

''بات یہ ہے کہ......فریدہ کی بیٹی نے......بی اے کر لیا ہے، آج اس کا نتیجہ تھا......پورے کالج میں فسٹ آئی ہے''

''تو پھر ???'' اماں نے قہر آلود نظروں سے ماسی کو گھورا......!!!

''پھر کیا......لڑکی بہت اچھی ہے......باپ بھی فیکٹری میں فورمین ہے......لوگ بھی بہت شریف ہیں''

''تو ہم کیا دہشت گرد ہیں......'' اماں کڑکی۔

''نن......نہیں......میں نے یہ کب کہا......میں تو کہہ رہی تھی کہ اپنا کمالا پتر بھی بڑا ہو گیا ہے ......اور......''

''اچھا......تُو رشتہ لے کر آئی ہے......'' اماں ساری بات سمجھ گئی......اور میں بھی سمجھ گیا کہ اب کیا

ہوگا......اماں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی ......ابا کے کانوں تک آوازیں تو نہیں پہنچی تھیں تاہم اماں کے اٹھنے کا ایکشن دیکھ کر وہ اندازہ لگا چکے تھے کہ سبزی میں کچھ کالا ہے......انہوں نے فوراً اپنے گیت کو لگام دی اور ہمہ تن چوکنے ہو گئے۔

''بات سُن ......ہم نے اپنے لڑکے کا رشتہ ایرے غیروں میں نہیں کرنا......دوبارہ اس سلسلے میں آنے کی ضرورت نہیں......کمالے کا رشتہ ہم جیسے بڑی ذات کے راجپوتوں میں ہوگا'' اماں نے گردن اکڑائی۔

''راج......پوت......'' بے اختیار میرا ہاتھ سائیکل کی گھنٹی سے پھسل گیا......مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ ابا نے بتایا تھا، ہم شیخ ہیں......ابا کی چارپائی میرے قریب تھی، میں نے سرگوشی کی......''ابا......کیا ہم راجپوت ہیں؟؟؟؟''

''کیا کہا......جن بھوت ہیں......'' ابا چونکے......''ابے ہوش کر......اس غریب گھر میں جن بھوت کہاں سے آ گئے، یہاں سے تو چڑیلیں بھی پردہ کر کے گذرتی ہیں''

''جن بھوت نہیں ابا......راج پوت......راجپوت......کیا ہم راجپوت ہیں؟'' میں نے زچ ہو کر ابا کے کان کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''یہ کس نے کہا؟'' ابا سیدھے ہوئے۔

''اماں کہہ رہی ہے......''

''ہوسکتا ہے وہ اپنی جگہ ٹھیک کہہ رہی ہو......'' ابا نے سر ہلایا۔

''دیکھ نوراں......رشتہ بہت اچھا ہے......ہاتھ سے نکل جائے گا'' ماسی قسمت نے آخری کوشش کی۔

''ماسی......رشتہ نکلے نہ نکلے......تُو ضرور نکل جا......ورنہ میرا دماغ چل گیا تو......'' اماں نے چپل اٹھالی۔

ماسی نے تمام تر خدشات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا برقعہ سمیٹا......میری طرف دیکھ کر پان کی پیک زور سے زمین پر تھوکی......اور منہ بناتی ہوئی چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

یہ اُس دن کی بات ہے جب میں دو روپے کا دہی لینے مجید کی دوکان پر جا رہا تھا۔ ساری گلی بچوں سے بھری ہوئی تھی۔ صبح کا وقت تھا اور صبح کے وقت غریبوں کے گھروں کی گلیاں اور نالیاں بچوں سے بھری ہوتی ہیں۔ میرا دھیان اوپر کی طرف تھا......گلی کے درمیان میں سے کسی پتنگ کی ڈور گذرتی دکھائی دے رہی تھی۔ ڈور میں خاصا تناؤ تھا جس سے لگ رہا تھا کہ پتنگ یا تو کہیں پھنسی ہوئی ہے یا پھر دوسری طرف سے بھی ڈور کسی کے قبضے میں ہے......اچانک ڈور ڈھیلی پڑ گئی اور نیچے کی طرف آنے لگی......یقیناً کسی ایک طرف کا سِرا ٹوٹ گیا تھا۔ پتنگ لوٹنا میرے لیے بس لوٹنے سے بھی زیادہ مسرت بخش عمل ہوتا ہے۔ ڈور ڈھیلی پڑتی دیکھ کر مجھے سب کچھ بھول گیا......میں نے خالی پیالہ ایک طرف رکھا اور اُچھل کر ڈور کی طرف ہاتھ مارا۔ محلے کے اور بھی کئی لمبے لڑکے اس کارِ خیر میں شریک تھے، تاہم میں ذرا زیادہ قریب تھا۔ ڈور تو میں نے پکڑ لی لیکن دوسرے لڑکوں نے باقی پتنگ کا ستیاناس کر کے رکھ دیا......ایک عجیب سی دھما چوکڑی مچ گئی تھی۔ سب لڑکے ایک دوسرے کے اوپر گرے ہوئے تھے......میرا تو دم گھٹنا شروع ہو گیا تھا......میں نے چیخ و پکار شروع کر دی۔

''ہائے مر گیا......ہائے میرا سانس......''

میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میری آواز کے جواب میں فوراً ہی تمام لڑکے اٹھ کھڑے ہوئے اور ادھر ادھر ہو گئے......پہلی بار اپنی اتنی عزت ہوتی دیکھ کر میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا۔ ''کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا......؟'' میں نے سوچا۔ اس سے پہلے کہ میں اپنے دل سے مزید کوئی رائے طلب کرتا ایک شور سا اٹھا اور ذرا سی دیر میں ساری گلی خالی ہو گئی۔

میں ڈر گیا......کہیں سامنے والے ملک صاحب کا کتا تو نہیں کھل گیا......عموماً اس کے کھل جانے پر ہی گلی میں یوں ویرانی چھاتی تھی۔ میں ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا......سامنے نگاہ پڑتے ہی میرے ہاتھوں کے کبوتر اُڑ گئے۔ میرے سامنے ایک بڑی سی گاڑی کھڑی تھی......اور تین پولیس والے کھا جانے والی نظروں سے مجھے گھور رہے تھے......ان کے برابر میں ایک نہایت خوبصورت لڑکی غصے سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ لڑکی نے نیلے رنگ کا کرتا اور چوڑی دار پاجامہ پہن رکھا تھا......ہاتھوں میں سونے کی چوڑیاں تھیں......اور کھُسے میں انتہائی نازک پیر پھنسائے ہوئے تھے۔ گاڑی اور لڑکی

اتنی خوبصورت تھیں کہ میں ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ ان دونوں کا پولیس سے کوئی تعلق نہیں۔

''یہی ہے جی......!!!'' لڑکی نے اتنے یقین اور خوبصورتی سے کہا کہ مجھے لگا جیسے واقعی ''میں ہی ہوں'' لڑکی کا جملہ سنتے ہی تھانیدار نے اشارہ کیا اور دو پولیس والوں نے تیزی سے مجھے جکڑ لیا۔ میں ان کے ہاتھوں میں کسمسانے لگا...... ''کک......کیا کِیا ہے میں نے......'' میری مریل سی آواز نکلی۔

''تجھے تھانے چل کے بتاتے ہیں...... گنجے دوزخی......'' ایک کانسٹیبل نے میری ٹنڈ پر زوردار تھپڑ مارا۔ تھپڑ کی آواز اتنی تیز تھی کہ جو عورتیں ادھ کھلے دروازوں سے باہر جھانک رہی تھیں، ان کی بے اختیار ہنسی نکل گئی۔ مجھے یکدم الہام ہوا کہ میں ذلیل ہونے والا ہوں......اصل میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے......میں نے اکثر نوٹ کیا ہے کہ مجھے آنے والے وقت کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ مجھے یقینی الہام تھا کہ میری ٹنڈ مسلسل خطرے میں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ لڑکی مجھے گرفتار کرانے پر کیوں تلی ہوئی ہے اور اس نے کس جرم میں مجھے پہچانا ہے۔ میں لڑکی کی طرف منہ کر کے گڑگڑایا...... ''دیکھیں جی آپ کو غلط فہمی......''

''پٹاخ'' ......میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی میری ٹنڈ پر کانسٹیبل کا کھلا ہاتھ پڑا......اور مجھے یوں لگا جیسے میرے سر پر سٹیل کی پرات آ گری ہو۔ پہلی دفعہ احساس ہوا کہ اگر میرے سر پر بال ہوتے تو مجھے اتنی چوٹ نہ لگتی۔ تھانیدار نے بھی شائد میری بات کا برا منایا تھا...... چیخ کر بولا...... ''ابے میڈم فہمی کو غلط کہہ رہا ہے......میں تیری ٹنڈ پھاڑ دوں گا''

غالباً لڑکی کا نام ''فہمی'' تھا......اور میرے ''غلط فہمی'' والے لفظ کو وہ لڑکی کے ساتھ منسلک کر رہے تھے۔

''آپ اسے گرفتار کر لیں ناں'' ......فہمی نے تھانیدار سے ضد کی......اب میں اسے کیا بتاتا کہ میں تو واقعی گرفتار ہو چکا تھا۔

''آپ فکر نہ کریں میڈم جی......! ہم ابھی اسے تھانے لے کر جائیں گے......چلو بٹھاؤ اوئے اسے......'' اُس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔

''لیکن وہ ......مم ......میرا دہی والا پیالہ......مم......میں ابا کو تو بتا دوں......ارے......ارے کوئی ہے......ارے رکو تو سہی......'' وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے گاڑی میں ڈالنے لگے۔ غالباً اس شور شرابے کی اطلاع اماں کو بھی مل گئی تھی......اس سے پہلے کہ تھانے والے مجھے گاڑی میں ڈالتے......اماں بھیڑ کو چیرتی ہوئی آگے آ گئیں۔

''کیا بات ہے......کیوں میرے بیٹے کو پکڑا ہے؟''

''یہ تمہارا بیٹا ہے'' تھانیدار نے میری طرف اشارہ کیا۔۔۔!!!

اماں تھانیدار کی بات سن کر یکدم چونک گئیں......قریب ہو کر پوری تسلی سے میرا جائزہ لیا......پھر پورے اعتماد سے بولیں......''ہاں......میرا ہی ہے!''

تھانیدار نے مونچھوں کو تاؤ دیا......''تمہارے بیٹے نے اس میڈم کا پرس چھینا ہے''

اماں نے حیرانی سے پہلے لڑکی کی طرف دیکھا......پھر میری طرف دیکھا......''کمالے......پیسے کدھر ہیں؟''

میں سمجھا شائد وہ دہی والے پیسوں کا پوچھ رہی ہیں......بے اختیار میرے منہ سے نکلا......''جیب میں ہیں''

یہ سنتے ہی تھانیدار زور سے اچھلا......''دیکھا......دیکھا......مان گیا ناں گنجا پاپی......''اس نے تیزی سے میری جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک جھٹکے سے باہر نکالا......دو روپے کا سکہ اس کے ہاتھ میں چمک رہا تھا۔ وہ دھاڑا......''باقی کی رقم کہاں ہے''

میری جان نکل گئی......''باقی کی رقم ابا کے پاس ہوگی......مم......مجھے تو انہوں نے صرف دو روپے ہی دیے تھے''

''اوہ......تو پورا گینگ ہے......باپ بھی اس کا ساتھی ہے......چلو اوئے پکڑ لو اس کے باپ کو بھی......'' تھانیدار پوری قوت سے چیخا اور گاڑی میں سے دو سپاہی نکل کر ہمارے گھر کی طرف لپکے۔

☆☆☆

ابا صحن میں بیٹھے کلی کر رہے تھے، پولیس کو اندر آتے دیکھا تو چکر کھا کر نزدیکی موڑھے کو پکڑ لیا۔

''کک......کیا......بات ہے جی......'' ابا نے زیرلب کلمے کا ورد شروع کر دیا۔

''تم ہو کمالے کے باپ'' ......ایک سپاہی نے پوچھا

''کمالے کا ناپ......؟؟؟......کمالے کا ناپ تو درزی ہی بتا سکتا ہے جی......مجھے کیا پتا'' ابا ڈگمگائے۔

''ابے ناپ نہیں پوچھا......باپ پوچھ رہے ہیں......باپ......تم اس کے باپ ہو؟''

ابا مزید دبک گئے......''بب ......بس جی......اس کی ماں تو یہی کہتی ہے......پر جی......اللہ کی قسم......میں نے کبھی زور نہیں دیا......''

سپاہیوں کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ انہوں نے ڈولی ڈنڈا کرتے ہوئے ابا کو اٹھایا......ابا کو گدگدی ہوئی اور ان کے قہقہے نکل گئے۔

''ابے......ابے چھوڑ......کھی کھی کھی کھی......ہائے مر گیا......کھی کھی کھی ......ابے نہ ہنسا......ابے مر جاؤں گا......کھی کھی کھی......''

لیکن سپاہیوں نے ان کی ایک نہ سنی اور لا کر تھانیدار کے سامنے کھڑا کر دیا۔

ابا نے پوری کوشش کی کہ تن کر کھڑے ہوسکیں لیکن تھانیدار کی آنکھوں سے آنکھیں ملتے ہی ان کا وعلیکم السلام نکل گیا......!!!

تھانیدار نے گھور کر ابا کو دیکھا...... ''ہوں......تو تم ہو اس گروہ کے سرغنہ!!!''

''صغریٰ......کون صغریٰ جی......اللہ پاک کی قسم میں کسی صغریٰ کو نہیں جانتا......میں نے تو اسے تصویریں بھی واپس کردی تھیں......'' ابا نے تھانیدار اور اماں کے آگے ہاتھ جوڑے۔

''یہ اونچا سنتا ہے کیا؟'' ......تھانیدار نے اماں سے پوچھا۔

اماں نے گھبرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ میں گاڑی کے اندر دو سپاہیوں کے درمیان چکن سینڈوچ بنا بیٹھا تھا۔

''ابے پرس کہاں ہے......؟؟؟'' تھانیدار پھر دھاڑا۔

''چرس......نن......نہیں جی......میں چرس نہیں پیتا......آپ کو غلط مخبری ہوئی ہے......'' ابا مزید گھگھیائے۔

''ابے چرس نہیں......پرس......پرس......''

''پرس......مگر اللہ کی قسم جی......میں تو پرس رکھتا ہی نہیں......میں تو سارے پیسے ''سلوکے'' میں رکھتا ہوں......''

''سلوکا......؟؟؟......اوئے وہ کیا ہوتا ہے؟''

''سر جی مجھے پتا ہے......'' ایک سپاہی جلدی سے بولا...... ''سلوکا مردوں کی ''شمیض'' ہوتی ہے جی......''

تھانیدار نے کچھ لمحے اس کی بات پر غور کیا......پھر ابا کی بغلوں میں ڈنڈا چبھوتے ہوئے بولا...... ''کہاں ہے اوئے تیرا سلوکا؟''

''جناب! میں نے اس وقت سلوکا ہی پہن رکھا ہے'' ......ابا نے انکشاف کیا اور یہ سنتے ہی پولیس والے یکدم چوکنے ہوگئے۔ تھانیدار نے چیتے کی سی پھرتی سے ابا کے سلوکے کی جیب میں ہاتھ مارا......اندر سے کاغذوں کی کھڑکھڑاہٹ سن کر اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اس نے تیزی

سے ہاتھ باہر نکالا......اور ارد گرد کھڑے محلے والوں کی دبی دبی ہنسی نکل گئی......اُس کے ہاتھ میں بجلی اور پانی کے بل کھڑکھڑا رہے تھے۔

''لے چلو ان دونوں کو......'' تھانے دار نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور خود گاڑی کی اگلی سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

''اے ہے......یہ کیسا اندھیر ہے......بلاوجہ کیوں لیے جا رہے ہو ان کو......'' اماں نے دہائی دی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار انہیں ابا کے حق کے لیے آواز اٹھاتے دیکھا......لیکن تھانیدار نے ایک نہ سنی۔ محلے والے بڑے اشتیاق سے یہ ڈرامہ دیکھ رہے تھے، مجال ہے جو کسی نے آگے آ کر مجھے بچانے کی کوشش کی ہو......اصل میں ہمارے محلے میں کافی عرصے بعد پولیس کا آنا ہوا تھا، چھوٹے محلے والوں کے لیے ایسے مناظر ہالی وڈ کی فلموں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوتے ہیں۔ گاڑی میں ابا کو میرے ساتھ بٹھا دیا گیا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی ان کا چہرہ غصے سے سبز ہو گیا۔

''یہ سب تیرا کیا دھرا ہے''

''ابا میں نے تو کچھ نہیں کیا......میں تو حیران ہوں کہ......''

''کیا کہا......میں حیوان ہوں......ابے شرم نہیں آتی باپ کو حیوان کہتے ہوئے......'' ابا مزید گرم ہونے لگے تھے کہ ایک سپاہی نے کڑک کر انہیں چپ کرا دیا اور وہ برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گئے۔

☆ ☆ ☆

گاڑی مختلف گلیوں سے ہوتی ہوئی تھانے کے گیٹ کے سامنے جا کر رک گئی۔ سپاہیوں نے انتہائی بے دردی سے ہمیں بازوؤں سے پکڑا اور تھانیدار کے کمرے میں ایک طرف کونے میں لا کر کھڑا کر دیا۔ پتا نہیں تھانیدار اور وہ لڑکی کدھر چلے گئے تھے، کافی دیر تک وہ دونوں نہیں آئے۔ تھانیدار کا کمرہ دیکھ کر بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ یہاں کس قسم کی آؤ بھگت کی جاتی رہی ہو گی۔ مسلسل ایک گھنٹہ کھڑے رہنے سے میری ٹانگیں تھک گئیں۔ ابا مجھ سے ناراض دوسری طرف منہ کیے کھڑے تھے، تاہم ان کے ایکشن بتا رہے تھے کہ ان کی ٹانگیں بھی قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں......کمرے میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ دروازے سے باہر تین سپاہی کھڑے تھے۔ میں نے کن اکھیوں سے

دیکھا......سپاہیوں کی پشت ہماری طرف تھی......ویسے بھی بنچ ان کی نگاہوں سے خاصا پرے تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ نیچے جھکنا شروع کیا......اور دھیرے دھیرے کوئی آواز پیدا کیے بغیر آرام سے بنچ پر بیٹھ گیا۔ ابا ابھی تک ٹانگ پہ ٹانگ بدل رہے تھے۔ بالآخران کی قوت برداشت بھی جواب دے گئی اور انہوں نے بھی میرے والا طریقہ اختیار کیا یعنی منہ دوسری طرف کر کے آہستہ سے بیٹھ گئے......بنچ پر بیٹھتے ہی ان کا کندھا مجھ سے ٹکرایا، وہ چونک کر مڑے اور مجھے پہلے سے ہی بیٹھا دیکھ کر دل ہی دل میں پیچ وتاب کھا کر رہ گئے۔ میں ابا سے بات کرنا چاہتا تھا......انہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں بےقصور ہوں......لیکن ابا تو شائد کوئی بات سننے کے موڈ میں ہی نہیں تھے۔ ویسے بھی مجھے خطرہ تھا کہ کہیں ہماری آواز سن کر کوئی سپاہی اندر نہ جھانک لے اور ہمیں پھر سے نہ کھڑا ہونا پڑ جائے۔ میں نے بڑے محتاط طریقے سے ابا کا کندھا ہلایا......!!!

''اوں ہوں......'' ابا نے ناراض بیوی کی طرح ایک جھٹکے سے خود کو دوسری طرف کر لیا۔

میں نے سرگوشی کی......''ابا...... یہ کوئی سازش ہے......''

ابا کچھ اور سمجھے......آنکھیں پھاڑ کر چلائے......''ابے خارش ہے تو میں کیا کروں......

''اپنی خارش آپ کر، اگر زندوں میں ہے''......انہوں نے پورے اہتمام سے مصرعے کو قبر میں اتارا......!!!

وہی ہوا جس کا ڈر تھا......ابا کی آواز سن کر تینوں سپاہی کھوٹے سکوں کی طرح واپس لپکے......''اوئے تم بیٹھے ہو''

''لیٹ جائیں......'' میں خوش ہو گیا۔

''تمہیں تو میں بتا تا ہوں ٹنڈو جام......'' سپاہی نے ایک ہاف بوائل گالی دیتے ہوئے کہا......''کھڑے ہو جاؤ''

میں اور ابا ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ٹھک سے کھڑے ہو گئے۔ ہمارے کھڑے ہونے میں اتنی ہم آہنگی اور پھرتی تھی کہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں اگر کوئی آرمی آفیسر ہمیں اس عالم میں دیکھ لیتا تو یقیناً کسی نہ کسی چھوٹے موٹے گارڈ آف آنر کے لیے سلیکٹ کر لیتا۔ یکدم اٹھنے کی وجہ سے

میری ٹانگوں میں ''اک لہر سی اٹھی''، لیکن کوئی ''تازہ ہوا'' نہ چلی بلکہ یکدم تین سیلوٹ ہوئے......میں گھبرا گیا۔

تھانیدار آ گیا تھا......لڑکی بھی اس کے ساتھ ہی تھی......لڑکی کو دیکھتے ہی مجھے سارا درد بھول گیا۔وہ تھانیدار کے سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔

''اوئے تم ادھر آؤ......'' تھانیدار نے مجھے اشارہ کیا......میں جلدی سے ساڑھے تین قدم آگے ہو گیا۔

تم میڈم کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے ساتھ والے کمرے میں چلے جاؤ......''اس نے اشارہ کیا اور یہ سنتے ہی بے اختیار میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا......میں نے سکتے کے عالم میں پوچھا......''جی......جی سر......؟؟؟''

''اوئے جی جی کے بچے......میں نے کہا ہے تم میڈم جی کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے دوسرے کمرے میں چلے جاؤ......''

''شش......شکریہ جی......بڑی مہربانی......''میں نہال ہو گیا۔

''اوئے ٹنڈ خاں......مہربانی کس چیز کی اوئے......؟؟؟''تھانیدار چونکا۔

''سر جی!......آپ مجھ غریب کو اتنی بڑی ''سہولت'' جو دے رہے ہیں......''میں نے شرما کر کہا۔

''سہولت؟......کون سی سہولت اوئے خبیث......؟؟؟''تھانیدار یکدم اچھل پڑا اور میں سمجھ گیا کہ مجھ سے سمجھنے میں کوئی چھوٹی موٹی غلطی ہو گئی ہے......اس سے پہلے کہ اس کے ڈنڈے سے کوئی بڑی غلطی سرزد ہو جاتی، میں نے تیزی سے سنبھلتے ہوئے کہا......''سس......سر جی!......مم......میرا مطلب ہے آپ نے ابھی تک مقدمہ درج نہیں کیا......یہ مہربانی کیا کم ہے جی......!!!''میں نے اسے مطمئن کیا۔

یکدم اس کے غبارے سے ہوا نکل گئی......وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرنے لگا......''باندر دیا پُترا......یہ سب میڈم جی کی وجہ سے ہوا ہے......''

میں چونک کر لڑکی کو دیکھنے لگا جو سر نیچے کیے بیٹھی تھی......''کاش یہ اسی طرح بیٹھی بیٹھی تین دفعہ سر ہلا

دے......‘‘ میں نے ناممکن سپنا دیکھنا چاہا لیکن اسی لمحے دو سپاہیوں نے مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑا اور ساتھ والے کمرے کی طرف گھسیٹنے لگے۔ تھانیدار کے کمرے سے نکلتے ہوئے میں نے ایک نظر ابا کی طرف ڈالی......ان کے چہرے پر 535.33 گالیاں رقص کر رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

ساتھ والے کمرے میں مجھے بٹھا کر ایک سپاہی دروازے کے پاس پہرا دینے لگا۔ میں بڑی بے تابی سے اُس کافر حسینہ......اوہ سوری......مسلمان حسینہ کا انتظار کرنے لگا۔ جس کمرے میں مجھے بٹھایا گیا تھا اس میں دو ہی کرسیاں پڑی تھیں۔ گویا دوسری کرسی اُس قتالہ کے لیے تھی۔ مجھے شدید حیرانی ہو رہی تھی کہ آخر لڑکی علیحدگی میں مجھ سے کیا بات کرنا چاہتی ہے۔ اتنا تو طے تھا کہ لڑکی کسی اونچے گھرانے کی تھی اور غصے کی بھی خاصی تیز تھی۔ مجھے انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہو گئی......جب آدھے گھنٹے تک بھی کمرے میں کوئی نہ آیا تو میری بے تابی بڑھنے لگی......پتا نہیں وہ تھانیدار سے کیا باتیں کر رہی ہو گی......ابا ابھی اُسی کمرے میں تھے......مجھے بے اختیار ابا پر رشک آنے لگا۔ اس سے پہلے کہ میرا یہ رشک، حسد میں تبدیل ہوتا......اچانک دروازہ کھلا اور وہ آگ کی تتلی اندر داخل ہوئی۔ میں نے ڈر کے مارے آنکھیں نیچی کر لیں۔ اس کے نکھرے نکھرے خوبصورت پیر میرے سامنے تھے۔ میں نے حساب لگایا کہ اس کے پیر میری ٹنڈ سے خاصے خوبصورت تھے۔ ٹنڈ کا خیال آتے ہی میں نے بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرا......اسی لمحے اس کی آواز میرے کانوں میں پڑی اور مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے سر پر ہتھوڑا دے مارا ہو......مجھے اس کی آواز کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی......!!!

وہ کہہ رہی تھی......’’تمہیں مجھ سے شادی کرنا ہو گی......‘‘

میرا دماغ سائیں سائیں اور دل کائیں کائیں کرنے لگا......اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتا وہ تیزی سے مڑی اور باہر نکل گئی......!!!

☆☆☆

حوالات میں مجھے اور ابا کو اکٹھے بند کیا گیا تھا، ابھی تک ہمارے پیچھے کوئی خبر لینے نہیں آیا تھا کہ ہم پر حوالات میں کیا گذر رہی ہے...... میں تو اپنے ہوش میں ہی نہیں تھا، بار بار لڑکی کا جملہ کانوں میں گونج رہا تھا۔ میرے ذہن کی تو یہ حالت ہو رہی تھی کہ لگتا تھا آدھے گھنٹے بعد مینڈک بن جاؤں گا۔ ابا مجھ سے تمام حالات سن چکے تھے اور خوشی سے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ انہوں نے فوراً اپنی ناراضی ختم کرتے ہوئے میری ٹنڈ سہلائی، پھر میری کمر تھپتھپا کر بولے...... ''ابے کمالے!

......تو نے تو کمال کر دیا...... کیا چھکا مارا ہے''

میں ہونقوں کی طرح ان کا منہ دیکھنے لگا۔

''اچھا یہ بتا...... تو نے اسے جواب کیا دیا؟''

''کک ...... کچھ بھی نہیں......'' میں ہکلایا۔

ابا نے بغور میری بات سنی اور ان کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ گئیں۔

''یعنی کہ تو نے اسے ہاں نہیں کی؟''

''ابا...... اصل میں، میں گھبرا گیا تھا......''

''کیا کہا......؟؟؟ ......تو اس کے گھر گیا تھا...... ارے واہ...... اس کا مطلب ہے بات سو فی صد پکی!!!'' ابا چہکے اور میں نے اپنا سر پکڑ لیا۔ ابا فوراً سمجھ گئے کہ حسبِ معمول ان سے سننے میں انیس

بیس ہوگئی ہے لہذا فوراً بولے......''تو نے یہی کہا ہے ناں کہ تو اس کے گھر گیا تھا؟''

میں نے ہاتھ کا بھونپو بنا کر ابا کے کان کی پاتال میں داخل ہوتے ہوئے کہا......''میں گھبرا گیا تھا......''

ابا جلال میں آ گئے......''ابے کس بات سے گھبرا گیا تھا......اتنا لمبا چوڑا گنجا جوان ہو کر ایک لڑکی سے گھبراتا ہے......ابے شرم نہیں آتی......ثابت ہو گیا ہے کہ تو کسی گدھے کا بچہ ہے......ابے اتنی بزدلی تجھ میں کہاں سے آ گئی............اور......!!!''

''اوئے......چپ کر منحوس......''تڑاخ سے پہرے دار کا ڈنڈا ابا کے نیفے پر لگا اور انہوں نے کانپتے ہوئے سپاہی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے......''معاف کرنا سنتری بادشاہ......بس ذرا غصے میں آ گیا تھا......اصل میں بچہ بزدلی دکھا رہا تھا اس لیے طیش آ گیا......''

''ابے......اب اگر آواز بلند کی تو چکی کی سزا دے دوں گا......''سپاہی غرایا۔

''چکی......''ابا کھل اٹھے......''ہاں سرکار! چکی تو مجھے ضرور دینا......مجھے کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا اور گیس بھی رہتی ہے......''

سپاہی نے دانت پیس کر میری طرف دیکھا اور غصے میں پھنکتا ہوا چلا گیا۔ میں نے کان لپیٹ کر سونے کی کوشش کی، لیکن ابا پھر میرے سرہانے آ گئے......اب کی بار انہوں نے پینترا بدل کر خوشامدانہ انداز اختیار کیا۔

''کما لے!''

''اوں ہوں......''میں نے کروٹ بدلی۔

''ابے او کما لے......!!!''

''مجھے نیند آئی ہے......''میں نے جماہی لی۔

''ابے دیکھ......بیٹا نہیں میرا......چل اٹھ کے بیٹھ......تجھے کچھ طریقے سمجھاتا ہوں......''

''طریقے......؟؟؟ ابا میں نے ایم این اے تو نہیں بننا......''

''ابے امیر لڑکی پھانسنا بھی ایم اے کرنے والی بات ہی ہوتی......''ابا نے حسبِ روایت میری بات

کا نیا مطلب نکالتے ہوئے کہا۔ مجھے پتا تھا کہ اب اگر ابا سے اونچی آواز میں بات نہ کی گئی تو وہ ہر بات کا الٹا ہی مطلب نکالیں گے......اچانک مجھے کچھ یاد آیا......!!!

''ابا! تیرا آلہء سماعت کدھر ہے؟''

''کون......؟؟؟ میرا سالا شجاعت......ارے اس کا ذکر اس وقت بیچ میں کہاں سے آ گیا...... بدبخت کہیں بیٹھا گلے سڑے ''پھل فروٹ'' بیچ رہا ہوگا......''

میرا دل چاہا کہ اپنا سر حوالات کی سلاخوں میں دے ماروں ......پھر سوچا، بلاوجہ سلاخیں گندی کرنے کا کیا فائدہ......لہٰذا آواز نیچی رکھتے ہوئے دوبارہ ہاتھ کا بھونپو بنا کر ابا کے کان میں کہا......''اے میرے باپ!......تیرا آلہء سماعت کدھر ہے......؟''

ابا چونک گئے......''فوری طور پر قمیض کی دائیں جیب میں ہاتھ ڈالا......پھر بائیں جیب چیک کی......دونوں طرف سے مایوس ہو کر شلوار کی جیب میں ہاتھ ڈالا......تھوڑی سی دیر کے لیے ان کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑی......لیکن جیسے ہی ان کا ہاتھ باہر آیا......ان کا منہ لٹک گیا......ان کے ہاتھ میں قبل از مسیح کا چندا بیٹری سیل تھا۔ ابا نے میری طرف دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر لیٹ گئے۔ہم دونوں خوش قسمت تھے کہ اس رات حوالات میں ہمارے علاوہ اور کوئی قیدی نہیں تھا......حوالات میں نہ صرف گرمی اور حبس تھا بلکہ مردانہ مچھر بھی خاصی تعداد میں موجود تھے......لہٰذا مجھے کچھ ہی دیر بعد گہری نیند آ گئی...... کیونکہ یہ ماحول بالکل ہمارے گھر جیسا تھا۔

☆☆☆

اگلی صبح مجھے دوبارہ تھانیدار کے حضور پیش کیا گیا۔ ابا بھی ساتھ ہی آنا چاہتے تھے لیکن سپاہی کے ڈنڈے پر تیل لگا دیکھ کر وہیں دبک گئے۔ اب کی بار تھانے دار کا رویہ خاصا نرم تھا۔ اس نے بڑے پیار سے مجھے تین چار گالیاں دیں، پھر بڑے رازدارانہ انداز میں آگے کو جھکتے ہوئے بولا!

''میڈم نے کیا بات کی تھی......؟؟؟''

میں نے فوری طور پر اپنی عقل سے پوچھا...... ''کیا مجھے سچی بات بتا دینی چاہیے؟''

جواب ارجنٹ میل سے آیا...... ''الو کے پٹھے چُپ رہو......''

لہذا میں نے فوری طور پر کہا...... ''کوئی بات نہیں جی......کوئی بات نہیں ہوئی......''

''کوئی بات نہیں ہوئی......؟؟؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے...... گنجے خبیث تو مجھے جانتا نہیں...... تجھے پتا ہے میرا باپ کون تھا؟''

''آپ کو نہیں پتا جی......؟؟؟'' میں نے شدید حیرانی کے عالم میں پوچھا۔

میری بات سن کر تھانیدار ایسے اچھلا جیسے اس نے اچانک انٹرنیٹ پر ''بش اور اسامہ'' کو دیکھ لیا ہو۔ لیکن اچانک ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس کی نظروں کے تعاقب میں اپنی نظریں دوڑائیں اور خوشی سے میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی......میری ہونے والی......لڑکی ......کمرے میں داخل ہو رہی تھی...... مجھے اپنا آپ ''خاوند خاوند'' سا لگنے لگا۔

''مم......میڈم جی......آیئے آیئے......تشریف لایئے......'' تھانیدار یکدم اپنی پینٹ کی طرح

ڈھیلا پڑ گیا۔

لڑکی نے اس سے بات کرنے کی بجائے ایک نظر میری طرف ڈالی......پھر بڑی ادا سے بال جھٹک کر بولی......''تھانیدار صاحب! آپ اور آپ کا عملہ ابھی تک اِس سے میرا پرس اور رقم برآمد نہیں کروا سکے......میرا خیال ہے مجھے ڈی آئی جی سے بات کرنا ہوگی......''

لڑکی کی بات سن کر میرے پیروں کے چوہے اُڑ گئے......وہ تو پوری طرح مجھے پھنسوانے کے چکر میں تھی۔ میں حیرت میں پڑ گیا......کل تو اس الو کی پٹھی کا انداز ہی کچھ اور تھا۔ میں نے مکمل مایوسی سے اپنی ''نہ ہونے والی بیگم'' کو دیکھا۔

''میڈم جی!......میں نے تو اسے صرف آپ کی وجہ سے ڈھیل دے رکھی ہے......آپ اجازت دیں تو ابھی اس سے سب کچھ اگلوالوں......؟'' تھانیدار نے مونچھوں کو مروڑا۔

''دیکھیئے......مجھ سے تشدد وغیرہ نہیں دیکھا جاتا......آپ اپنے طور پر اسے قتل کر دیں یا اس کی ٹانگیں توڑیں......مجھے کوئی پرواہ نہیں......مجھے تو بس اپنا پرس اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ چاہیے......'' اس نے بے حسی سے گردن ہلائی۔

میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی......وہ اکٹھا ڈیڑھ لاکھ مجھ پر ڈال رہی تھی......مجھے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ ڈیڑھ لاکھ ''ڈ'' سے لکھا جاتا ہے یا ''ط'' سے......میں نے رو دینے والی آواز میں کہا......''میڈم جی!......اللہ کی قسم مجھے کچھ پتا نہیں......میں تو گھر سے دہی لینے نکلا تھا......میں نے آپ کو پہلی مرتبہ دیکھا ہے......''

''اتنا بڑا جھوٹ......'' تھانیدار نے ڈنڈا میز پر مارا......''تم اسے تین دفعہ دیکھ چکے ہو......دو دفعہ کل......ایک دفعہ آج......''

''اوکے تھانیدار صاحب......'' اس نے بالوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کیا......''میرے پاس تو وقت نہیں ہے، آپ اس سے میری رقم اور پرس نکلوایئے......اور جب مل جائیں تو مجھے فون کر کے بتا دیجیئے گا......''

''مم......میڈم میں مرجاؤں گا......'' میں چلایا۔

’’بیٹے !میں دفنادوں گا......‘‘ تھانیدار نے مجھے پچکارا۔

’’تم پرس اور پیسے دے دو...... یہ تمہیں چھوڑ دیں گے......‘‘ لڑکی نے مسکرا کر کہا اور میرا جی چاہا کہ اس کے سفید سفید دانتوں پر آیوڈیکس مل دوں۔ وہ پوری طرح سے مجھے پھنسوا رہی تھی۔ مجھے پتا تھا کہ اگر وہ چلی گئی تو تھانے والے میرا وہ حشر کریں گے کہ بعد میں مجھے ڈاکٹر کی بجائے مکینک سے علاج کروانا پڑے گا۔ اس سے پہلے کہ میں مزید منتیں کرتا، لڑکی مجھے خوف و ہراس میں مبتلا چھوڑ کر اطمینان سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں نے دہشت زدہ ہو کر تھانے دار کے ڈنڈے کی طرف دیکھا جس پر ہر کھانے والے کا نام لکھا ہوا تھا......!!!

’’لے چلو......‘‘ تھانیدار گرجا ......اور سپاہیوں نے مجھے دبوچ لیا۔

میرے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے ....اور میں تھر تھر کانپنے لگا۔ سپاہی مجھے گھسیٹتے ہوئے ’’ڈرائنگ روم‘‘ میں لے آئے۔ یہاں کا ماحول دیکھ کر میری رہی سہی جان بھی جاتی رہی۔ دیواروں پر عجیب و غریب، نجیب الطرفین اور کثیر المقاصد اوزار لٹکے ہوئے تھے۔ چھت پر ایک پرانا پنکھا اور پنکھے میں رسی لٹک رہی تھی...... کمرے کے وسط میں بوسیدہ سی میز پڑی تھی...... میز کے نیچے تیل کی شیشی رکھی تھی...... کونے میں ایک لالٹین پڑی تھی...... جس پر سولہ مچھروں کی لاشیں پڑی تھیں...... دوسرے کونے میں ایک زیرو کا بلب جل رہا تھا...... کمرے کی دائیں دیوار کے ساتھ مختلف چھوٹے چھوٹے لوہے کے ٹرنک پڑے تھے جس پر تھانے کے پورے عملے کے نام لکھے ہوئے تھے۔ قوم کے محافظوں کے ہر بکسے پر تین تین تالے لگے ہوئے تھے۔

سپاہیوں نے مجھے میز پر لا کر پٹخ دیا۔ تھانیدار نے مونچھوں کو مروڑتے ہوئے اشارہ کیا اور ایک سپاہی نے تیزی سے پنکھے کے ساتھ لٹکتی ہوئی رسی سے میرے ہاتھ باندھنا شروع کر دیئے۔ یقیناً بہت جلد میں اور پنکھا...... محمود و ایاز کی طرح...... ایک ہونے والے تھے۔ میں نے سوچا ...... اگر میں پنکھے کے ساتھ گھومتے ہوئے زمین کو دیکھوں گا تو کیا زمین مجھے گھومتی ہوئی دکھائی دے گی یا ساکت نظر آئے گی...... ایک لمحے کے لیے مجھے یوں لگا جیسے میں ’’نیوٹن‘‘ ہوں...... پھر میں نے میں نے چلانا شروع کر دیا۔

''سر جی......معاف کر دیں......اللہ کے واسطے مجھے نہ باندھیں......''

تھانیدار نے گرج کر کہا......''آخری دفعہ کہہ رہا ہوں......میڈم کے پیسے دے دو......''

''سر جی......میں سچ کہہ رہا ہوں......میرے پاس پیسے نہیں ہیں......''

تھانیدار نے اطمینان سے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور خود تیزی سے باہر نکل گیا۔

سپاہیوں نے مجھے کھینچنا شروع کر دیا اور میں خود بخود اوپر کو اٹھتا چلا گیا......میز آہستہ آہستہ مجھ سے دور ہوتی جا رہی تھی......جب میں پوری طرح پنکھے سے منسلک ہو گیا تو ایک سپاہی سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا۔

''ہائے اماں......''میں آنے والے وقت کو محسوس کر کے لرز گیا۔

اس سے پہلے کہ سپاہی پنکھے کا بٹن دباتا، اچانک ایک اور سپاہی تیزی سے کمرے میں داخل ہوا اور دوسرے سپاہی کے کان میں کچھ کہا۔ اس نے سر ہلایا اور باقی سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے فوری طور پر مجھے نیچے اتارنا شروع کر دیا۔ مجھے خوشی سے سکتہ ہو گیا۔ مجھے نیچے اتارنے کے بعد انہوں نے میرے ہاتھ پیر کھولے اور خود باہر نکل گئے۔ میں تنہا کھڑا خود کو چٹکیاں کاٹ رہا تھا کہ یہ خواب ہے یا حقیقت۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور کمرے میں یکدم روشنی سی پھیل گئی۔ مجھے یاد آیا کہ کمرے میں تو زیرو کے بلب کے علاوہ کوئی چیز ہی نہیں، تو پھر یہ روشنی کس چیز کی ہے......میں نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

فہمی بالکل میرے سامنے تھی۔ میں نے فوری طور پر دعا کی......''یا اللہ! یہ مجھ سے کہے......جانِ من، پیار چاہیے؟''............میری دعا فوراً قبول ہوئی اور فہمی نے میرے مزید قریب آتے ہوئے کہا......''الو کے پٹھے! کچھ عقل آئی......؟؟؟''

مجھے فوراً ہوش آ گیا......''تت......تم تو مجھ سے شادی کا کہہ رہی تھیں......''

''ہاں......لیکن اس سے پہلے تمہیں دکھا دینا چاہتی تھی کہ میری بات سے کبھی بھی انکار کیا یا بحث کی......تو ایک منٹ میں الٹا لٹکا دوں گی......''

سبحان اللہ......میرے انگ انگ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی......ایک خوبصورت اور امیر لڑکی مجھ سے کہہ

رہی تھی کہ مجھ سے شادی کرلو ورنہ الٹا لٹکا دوں گی......اللہ ایسی لڑکیاں سب مسلمان بھائیوں کو عطا کرے......آمین!

''ٹھیک ہے......مم......مجھے منظور ہے......'' میں نے جلدی سے کہا۔

وہ کچھ لمحے مجھے گھورتی رہی......پھر اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور تھانیدار کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ تھانیدار ایک قیدی سے پاؤں دبوا رہا تھا فہمی کو دیکھتے ہی جھٹ سے سیدھا ہو گیا۔

''جی میڈم جی......کچھ پھوٹا یہ؟''

فہمی نے پورے اعتماد سے کہا......''جی ہاں......اور اب میں اسے اپنے ساتھ لیے جا رہی ہوں......یہ مجھے پیسے واپس کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے''

تھانیدار نے دانت پیس کر میری طرف دیکھا......اور بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کرتے ہوئے بولا......''ٹھیک ہے جی......جیسے آپ کی مرضی، لیکن زیادہ اچھا تھا اگر یہ دو چار دن یہیں رہتا......''

فہمی نے سپاٹ لہجے میں کہا......''میں نے کہا ناں......اب جو فیصلہ کرنا ہے میں خود کر لوں گی......آؤ میرے ساتھ......''

وہ مجھے ساتھ لے کر تھانے کے باہر کھڑی سرخ رنگ کی بڑی سی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ تھانے کا سارا عملہ مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا، غالباً میں پہلا مرغا تھا جو ان کی گرفت سے کچھ دیئے بغیر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

اُس نے مجھے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں نے بڑی احتیاط سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور دُبک کر بیٹھ گیا۔ گاڑی کے اندر اتنی بھینی بھینی خوشبو تھی کہ مجھے لگا میں انتقال فرمانے ہی والا ہوں۔ اسی لمحے اس نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ گاڑی میں بیٹھا تھا اور مجھے ''گیئر'' کی خوش نصیبی پر رشک آ رہا تھا جس پر فہمی نے مسلسل اپنا نازک سا ہاتھ رکھا ہوا تھا...... گاڑی شہر کے مختلف علاقوں سے ہوتی ہوئی ایک پوش علاقے میں داخل ہوگئی۔ میرا گھر بہت دور رہ گیا تھا، میں حیرت کے خوف سے چپ بیٹھا تھا اور سانس بھی انتہائی آہستہ لے رہا تھا مبادا گاڑی آلودہ نہ ہو جائے۔ کچھ دیر بعد گاڑی ایک محل نما عمارت کے سامنے رک گئی۔ فہمی نے ہلکا سا ہارن دیا اور ایک خوفناک شکل والے پٹھان چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ فہمی کے ساتھ مجھے دیکھ کر چوکیدار کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تو اُبھرے، لیکن وہ چپ رہا۔ فہمی نے گاڑی گیراج میں روکی اور مجھے وہیں بیٹھا رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود اندر چلی گئی۔ کوٹھی کا خوبصورت ترین لان دیکھ کر مجھے بے اختیار اپنے گھر کے گملے یاد آ گئے جن میں اماں نے پودینہ اور ہری مرچیں اُگا رکھی تھیں۔

پٹھان چوکیدار مختلف زاویوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ فہمی نے مجھے گاڑی کے اندر ہی بیٹھنے کا کہا تھا، ورنہ مجھے پورا یقین تھا کہ اگر میں گاڑی کے باہر کھڑا ہوتا تو چوکیدار کے ''بوفے'' کے کام آ جانا تھا۔ میں نے چوکیدار سے نظریں ملانے کی بجائے ڈیش بورڈ پر نظریں جما دیں۔ کچھ لمحے یونہی گذرے...... پھر اچانک شیشے پر کھٹ کھٹ ہوئی...... میں نے

چونک کر دیکھا تو لرز گیا...... چوکیدار مجھے باہر آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔میں نے سہم کر نفی میں گردن ہلا دی۔......

اس نے پھر مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا

میں نے تیزی سے نہیں میں گردن ہلائی......

وہ شیشے کے قریب منہ کر کے چلایا......''خوچہ باہر آؤ......''

میں نے رو دینے والی آواز میں کہا......''ہرگز نہیں......میں ایسا نہیں ہوں......''

وہ کچھ نہیں سمجھا اور دوبارہ شیشے کے قریب ہو کر چلایا......''وہ اُدھر دیکھو......میڈم تم کو بلاتا ہے......''

میں نے چونک کر سامنے اوپر کی طرف دیکھا تو مجھے بالکنی سے فہمی کا مکھڑا نظر آیا جو غصے سے مجھے اوپر آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ میں جلدی سے باہر نکلا اور اندر کے دروازے کی طرف بڑھا۔اتنے میں فہمی کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔

''اُدھر سے نہیں......اِدھر سے......سیڑھیوں سے آؤ......''

میں یکدم رک گیا......واپس پلٹا اور گیرج کی سیڑھیوں میں سے ہوتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔فہمی نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر آنے کے لیے کہا......جیسے ہی میں نے کمرے کے اندر قدم رکھا......دھڑام سے گر پڑا۔ بڑی مشکل سے اٹھا تو معلوم ہوا کہ کمرے میں اتنا دبیز قالین بچھا ہوا ہے کہ پیر جما کر چلنا بڑا مشکل ہے۔ میں سیدھا ہوا......اور کمرے پر نظر پڑتے ہی مبہوت رہ گیا۔ایسا لگا جیسے میں وائٹ ہاؤس میں آ گیا ہوں۔انتہائی خوبصورت بیڈ......قد آور ڈریسنگ ٹیبل......دیواروں پر خوبصورت پینٹنگز......جہازی سائز کے صوفے......جگمگاتے فانوس......مجھے چکر سا آ گیا۔

''جاؤ......پہلے جا کر نہاؤ......اور لباس تبدیل کرو......''اس نے ساتھ والے کمرے کی طرف اشارہ کیا جو غالباً باتھ روم تھا۔

''مم......مگر میرے پاس تو یہی کپڑے ہیں'' میں ہکلایا۔

''تمہارے نئے کپڑے باتھ روم میں موجود ہیں......''اس نے منہ بنا کر کہا اور صوفے پر بیٹھ کر رسالہ پڑھنے لگی۔

میں نے جھجکتے ہوئے باتھ روم کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا.....ٹھیک دو منٹ بعد میں باہر آ گیا۔فہمی مجھے دیکھ کر چونک گئی..... ''کیا بات ہے.....نہائے کیوں نہیں؟؟؟''

''نہاتا کیسے..... پہلے باتھ روم تو دکھاؤ کہاں ہے.....''

''گدھے.....یہی تو باتھ روم ہے جس میں تم گئے تھے.....''

''یہ..... یہ..... باتھ روم ہے.....'' میں پریشان ہوگیا..... ہمارا تو پورا گھر اتنا بڑا نہیں تھا۔ میں کھسیانہ ہوکر دوبارہ اندر گھس گیا۔شاور کھولتے ہی مجھے یوں لگا جیسے میں جنت میں گیا ہوں..... باتھ روم میں عجیب عجیب خوشبوؤں والے قیمتی صابن اور شیمپو پڑے ہوئے تھے۔میں نے ایک صابن منتخب کیا اور اسی لمحے مجھے اپنے گھر کا صابن یاد آ گیا.....ابا نے اینٹ کے ایک ٹکڑے پر ''LUX'' لکھوا رکھا تھا، اور وہی ٹکڑا بچپن سے بطور صابن ہمارے ہاں استعمال ہوتا آ رہا تھا۔آج پہلی مرتبہ امپورٹڈ صابن لگانے کا موقع ملا تو میں نے جی بھر کے صابن استعمال کیا۔تازہ پانی سے نہا کر مجھے یوں لگا جیسے میرا وزن دس کلو کم ہوگیا ہے۔نہانے کے بعد میں نے صابن کا جائزہ لیا تو گھبرا گیا.....سفید رنگ کا خوبصورت صابن ''کالا کولا'' بن چکا تھا۔میں نے صابن کو بھی اچھی طرح سے نہلایا اور پھر ملائم تولیے سے اپنا بدن خشک کرتے ہوئے ساتھ والی الماری کو کھولا' میری آنکھیں پھیل گئیں۔سامنے ٹو پیس کوٹ پینٹ ہینگر میں لٹک رہا تھا۔میں نے تو آج تک کبھی کوٹ پینٹ نہیں پہنا تھا، مجھے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ کوٹ نیچے سے پہنتے ہیں یا اوپر سے..... پہلے تو سوچا کہ فہمی سے اس کا ''طریقہ استعمال'' پوچھ لوں.....پھر مردانگی نے جوش مارا..... میں نے بسمہ اللہ پڑھی اور ڈرتے ڈرتے کوٹ پینٹ پہن کر باہر آ گیا.....!!!

فہمی بدستور رسالہ پڑھ رہی تھی، باتھ روم کا دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور کچھ دیر دیکھتی ہی رہ گئی..... پھر سر جھٹک کر بولی.....جاؤ وہ بوٹ پہنو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ.....ڈیڈی تم سے ملنا چاہتے ہیں!!!!''

میرے ہوش اڑ گئے..... ''ڈیڈی..... کک.....کون ڈیڈی.....''

''میرے ڈیڈی تم سے ملنا چاہتے ہیں.....تم ان سے میرے شوہر کی حیثیت سے ملو گے.....اور ان کو

بالکل بھی نہیں بتانا کہ تم اصل میں کیا ہو......''

میری ٹانگیں کانپنا شروع ہو گئیں...... ''مم......مجھ سے ڈرامہ نہیں ہو گا......مم......میں تو کچھ بول بھی نہیں سکوں گا......'' میں نے ہاتھ باندھے۔

''ڈونٹ وری......میں سب سنبھال لوں گی......بس جو کہہ رہی ہوں ویسے ہی کرو......''

اتنے میں نیچے سے آواز آئی...... ''فہمی......بیٹے I am joking ......میں انتظار کر رہا ہوں......کہاں ہے میرا اماد......؟؟؟'' یا تو اس نے انگریزی غلط بولی تھا' یا پھر اردو کا جملہ غلط تھا۔

''آ رہی ہوں ڈیڈی......بس شاہ رخ ذرا تیار ہو رہے ہیں......'' اس نے کہا اور مجھے لگا جیسے میری ٹنڈ پر کسی نے نیولا بٹھا دیا ہو۔ وہ الو کی پٹھی مجھے شاہ رخ بنا کر پیش کر رہی تھی، میں نے تیزی سے آئینے میں اپنا جائزہ لیا کہ شائد نہانے کے بعد میری شکل شاہ رخ جیسی ہو گئی ہو......لیکن پوری تسلی سے اپنا جائزہ لینے کے بعد بھی مجھے اپنے آپ میں ''شاہوں'' والی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ میں شاہ رخ تو نہیں لگ رہا تھا، تاہم کسی ''شاہ'' کو اگر میری اس گستاخی کا پتا چل جاتا تو اس نے ضرور میری طرف ''رخ'' کر لینا تھا۔

''باسٹرڈ......جلدی کرو......'' فہمی نے دانت پیسے اور میں خوشی سے نہال ہو گیا۔ مجھے باسٹرڈ کا مطلب تو نہیں معلوم تھا، لیکن ایک اندازہ تھا کہ غالباً یہ کسی بہت پیارے انسان کو کہتے ہیں......!!!

میں نے تیار کیا ہونا تھا، میرا تو سر ہی ایسا تھا جہاں کنگھی سے زیادہ مجھے ''ٹاکی'' کی ضرورت پیش آتی تھی۔ سو میں نے بوٹ پہنے اور دھڑکتے دل کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ فہمی نے میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا...... یکدم میرے اندر 440 واٹ کا کرنٹ دوڑ گیا اور میں کانپنے لگا۔

''الو کے پٹھے کانپ کیوں رہے ہو......؟؟؟'' فہمی گرجی!

''کک......کچھ نہیں......'' میں نے خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی اور مزید کانپنے لگا۔

وہ مجھے لیے گھر کے اندرونی حصے کی طرف سیڑھیاں اترنے لگی۔ جیسے ہی ہم سیڑھیاں ختم ہوئیں......

سامنے کا منظر دیکھ کر میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا اور مجھے لگا جیسے میں ابھی بے ہوش

ہو جاؤں گا۔

میرے سامنے ایک عجیب وغریب چیز کھڑی تھی، جس کی شکل بالکل انسانوں جیسی تھی......اسکے ہاتھ میں سگار تھا اور وہ غور سے میری طرف دیکھتے ہوئے لمبے لمبے کش لگا رہا تھا۔اس کے سر کے بال کانوں تک بڑھے ہوئے تھے......قد رچھوٹا......مونچھوں کی جگہ ''سُرمے کی لکیر''......اور رنگ کالا سیاہ...... یقیناً یہ شخص جھوٹا قرآن اٹھاتا رہا ہے، میں نے اس کا اتنا کالا رنگ دیکھ کر سوچا۔وہ پوری محویت سے اوپر سے نیچے تک میرا جائزہ لے رہا تھا۔میں بھی اسے غور سے دیکھنا چاہتا تھا لیکن مجھے لگ رہا تھا اگر میں نے ایسا کیا تو عین ممکن ہے کہ میری بینائی متاثر ہو جائے۔مجھے لگ رہا تھا کہ میں نے اسے کہیں دیکھا ہے، اور پھر اچانک مجھے یاد آ گیا کہ ایسی ایک شکل میں نے پچھلے دنوں اخبار میں دیکھی تھی جس کے نیچے لکھا تھا......''وہ جگہ جہاں بم دھماکہ ہوا......'' مجھے پورا یقین تھا کہ میں فہمی جیسی خوبصورت لڑکی اور اس آدمی جیسا ''خوف صورت'' انسان زندگی میں پہلی اور آخری بار دیکھ رہا ہوں۔

''یہ میرے ڈیڈی ہیں......''فہمی نے دھماکا کیا اور میرے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے۔

''اور ڈیڈی...... یہ ہیں آپ کے داماد......'' اس نے میرا تعارف کرایا۔

ڈیڈی نے میری ٹنڈ کی طرف دیکھا اور بولا......''یہ داماد ہے یا دماغ......؟؟؟''

بے عزتی کے احساس سے میرا دل خوش ہو گیا۔کوئی امیر کسی غریب کو گھر بلا کر جگتیں مارے تو ایمان سے بڑا مزا آتا ہے۔مجھے یقین ہو گیا کہ میری باقاعدہ بے عزتی شروع ہونے والی ہے......چلو......اسی بہانے غیرت بھی مر جائے گی۔میں نے دل کو تسلی دی۔

وہ کچھ دیر میری طرف منہ کر کے دھواں پھینکتا رہا......پھر یکدم ایک خوفناک قہقہہ لگا کر بولا......''تو تم ہو میرے داماد......مجھ سے ملو......میرا نام ہے سیٹھ خوبصورت......''

مجھے ایک چکر سا آیا......تاہم فہمی نے اتنے زور سے چٹکی کاٹی کہ میں فوراً ٹھیک ہو گیا۔

'' what is your age ? کیا نام ہے تمہارا؟'' سیٹھ نے گلابی انگریزی بولی۔مجھے سمجھ نہ آئی کہ انگریزی کا جواب دوں یا اردو کا......!!!

میں کچھ اور ہی بکنے والا تھا، تاہم فہمی میری مدد کو موجود تھی لہذا جلدی سے بولی......"ڈیڈی...... یہ شاہ رخ ہیں"

"اوہ......تو تم شاہ ہو......پھر تو تمہیں طبلہ اور ہارمونیم بھی بجانا آتا ہوگا......"سیٹھ نے سر ہلایا۔

فہمی تیزی سے بولی......"نن......نہیں ڈیڈی......شاہ رخ کو موسیقی سے دلچسپی تو ہے لیکن یہ خود نہیں گاتے......"

"کام کیا کرتے ہو؟"سیٹھ نے انٹرویو شروع کیا۔

"ڈیڈی............شاہ رخ......بہت بڑے سائنسدان ہیں......" فہمی نے بیہودہ ترین جھوٹ بولا اور میرا "تراہ" نکل گیا۔

سیٹھ کی آنکھوں میں پسندیدگی کے آثار ابھر آئے......"سائنسدان......یعنی کہ Farmer ......ویری گڈ......"

"اوہ نو ڈیڈی فارمر تو کسان کو کہتے ہیں............شاہ رخ...... سائنسدان ہیں سائنسدان...... scientist......"

"اوکے......اوکے......ایک ہی بات ہے......" سیٹھ نے جلدی سے بڑے بڑے کش لینے شروع کر دیے۔ پھر اچانک اچھل کر چھلانگ لگائی اور صوفے کے بازو پر بیٹھتے ہوئے بولا......"شاعری سے دلچسپی ہے؟"

میں ٹھٹھک گیا......!!!

"جی جی ڈیڈی......شاہ رخ کو شاعری سننا بہت پسند ہے......اور آپ کی شاعری کے تو دیوانے ہیں......شاہ رخ تمہیں پتا ہے میرے ڈیڈی بہت بڑے فلم ساز ہیں، فلم انڈسٹری میں ان سے بڑا فلم ساز کوئی نہیں ہے......اور شاعری تو ان جیسی کوئی کر ہی نہیں سکتا" میری مددگار نے مجھے قبر میں اتانے کی تیاری کرتے ہوئے کہا۔

"بس بیٹے کبھی غرور نہیں کیا......اپنے تو دو ہی شوق ہیں......ایک شاعری......اور ایک فلم......ارے یاد آیا......میں نے آج تم سے ملنے کی خوشی میں تہجد کے بعد ایک شعر کہا تھا......عرض کیا ہے کہ!

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
مینوں دھرتی قلعی کرادے وے میں نچاں ساری رات

''واہ......واہ......کیا اچھا شعر کہا ہے میں نے......سبحان اللہ......''اس نے شعر سنا کر خود ہی جھومنا شروع کر دیا۔

میں چغد بنا بیٹھا تھا......فہمی نے میری طرف دیکھ کر اپنی خوبصورت سی آنکھ ماری اور سیٹھ کے پاس جا کر بولی......''ڈیڈی! شاہ رخ آپ کی شاعری سن کر سکتے میں آ گئے ہیں......''

اس نے اپنے باپ کی طرح کالا سیاہ جھوٹ بولا اور میرا جی چاہا کہ اس کے سر پر اس کا باپ دے ماروں۔ مجھے آج تک یہ منطق سمجھ نہیں آئی کہ خوبصورت لڑکیوں کے باپ کیوں اتنے خوفناک ہوتے ہیں۔

''اچھا......'' سیٹھ کی آنکھیں پھیل گئیں......'' I hate him ......مجھے اس سے محبت ہے......ویسے داماد جی! یہ بتاؤ کہ آج کل کس چیز پر تجربات کر رہے ہو؟''

میں سمجھ گیا کہ اب موت آئی......لہٰذا سنبھل کر بولا......''بس جی......مختلف چیزیں ہیں......کوئی ایک ہو تو بتاؤں......''

سیٹھ نے متاثر کن انداز میں اپنا سر ہلایا اور بولا......''تم نے اب تک کیا کیا ایجاد کیا ہے؟''

میں نے بے بسی سے فہمی کی طرف دیکھا......وہ جلدی سے بولی......''ڈیڈی......شاہ رخ نے پانی والی کرسی بنائی تھی......شاہ رخ! یاد ہے ناں وہ پانی والی کرسی......؟؟؟''

اب میں اسے کیا بتاتا کہ مجھے تو کبھی ''آیت الکرسی'' یاد نہیں ہوئی، میں پانی کی کرسی کیا یاد رکھتا......لیکن حالات کا تقاضا تھا کہ ہر بات میں ہاں کی جائے......سو میں نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔ سیٹھ کی آنکھیں مزید پھیل گئیں۔

''اور ڈیڈی......شاہ رخ نے ایک ایسا زہر ایجاد کیا ہے جسے کھانے کے بعد انسان مر جاتا ہے......''

''واقعی؟'' سیٹھ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا!!!

''جی ہاں......اور ایک اہم ایجاد تو میں بتانا ہی بھول گئی......شاہ رخ نے ایک ایسی گائے ایجاد کی ہے

جو خود لوگوں کے گھروں میں جا کر تازہ دودھ دے کر آتی ہے......''

سیٹھ نے ہونٹوں پر زبان پھیری......!!!

''اور......اب شاہ رخ ایک ایسا سانپ بنا رہے ہیں جو بچے دیا کرے گا......''

میں پوری توجہ سے اپنی ایجادات کی تفصیل سن رہا تھا......کہیں کہیں تو مجھے شبہ ہوا جیسے واقعی میں یہ سب ایجادیں کر چکا ہوں......ابا مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ تیرا منہ ہی ''کرنے والا'' ہے۔ابا کا خیال آتے ہی مجھے کرنٹ سا لگا......میں نے فوراً وال کلاک کی طرف نظر ڈالی......شام کے 7 بجنے والے تھے۔

''کیا میں ایک فون کر سکتا ہوں......''میں نے اجازت چاہی۔

''اوہ کم آن...... Its your Shop......یہ تمہارا گھر ہے......جتنے مرضی فون کرو......''سیٹھ نے انگریزی کی مَت مارتے ہوئے فراخدلی سے کہا۔

میں جھجکتے جھجکتے فون کے قریب پہنچا اور گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگا......پتا نہیں کیوں......ہر دفعہ جیسے ہی میں نمبر ڈائل کرتا......ایک نسوانی آواز کہتی......''آپ کا مطلوبہ نمبر درست نہیں ہے......''

میری الجھن دیکھ کر فہمی میرے قریب آ گئی......''میں نمبر ملا دوں......''اس نے دانت پیس کر آہستہ سے کہا۔

''جج......جی......''میں نے رسیور اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

''کیا نمبر ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''جی......بارہ بٹا تین......!!!

''ہیں......یہ کیسا نمبر ہے......''وہ گڑبڑا گئی۔

''نمبر تو یہی ہے جی......''

''کہاں کا نمبر ہے یہ......؟''اس نے بدستور آہستہ آواز میں پوچھا

''گھر کا جی......''میں نے سہم کر کہا

''مگر ایسا نمبر تو دنیا بھر میں کسی کے ٹیلی فون کا نہیں ہوگا......''وہ مزید غصے میں آ گئی۔

’’میں نے کب کہا ہے کہ یہ ٹیلی فون کا نمبر ہے......‘‘

’’تو پھر......؟؟؟‘‘

’’یہ تو ہمارے گھر کا نمبر ہے......مکان نمبر 12 گلی نمبر 3......‘‘

’’اور ٹیلی فون نمبر......؟؟؟‘‘فہمی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

’’ٹیلی فون تو ہمارے گھر ہے ہی نہیں......‘‘میں نے دانت نکالے۔

اس سے پہلے کہ فہمی کچھ کہتی......اچانک سیٹھ میری طرف دیکھ کر پوری قوت سے چلایا......’’ہوشیار! ......پکڑ لو......جانے نہ پائے......‘‘

میرے جسم میں ٹھنڈ سی اترتی چلی گئی......میں جہاں تھا وہیں جم گیا۔

فہمی بھی چونک گئی......میں سمجھ گیا کہ سیٹھ نے مجھے پہچان لیا ہے۔

☆☆☆

''آ ہا......پکڑا گیا......'' سیٹھ دھڑام سے صوفے پر گرا......

''کک......کون پکڑا گیا ڈیڈی......؟؟؟'' فہمی گھبرائی

''شش......'' سیٹھ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود اٹھ کر تیزی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

ہم دونوں حیران کھڑے تھے......یوں لگ رہا تھا جیسے سیٹھ ہم سے بالکل بے خبر ہے۔ میں نے دل پر ہاتھ رکھ کر غور سے دیکھا، سیٹھ سوچتے ہوئے مزید بھیانک لگ رہا تھا......اس کی چال میں عجیب سی بے چینی تھی......دو تین منٹ اس کی یہی کیفیت رہی......پھر اس نے کوٹ کی جیب سے کاغذ قلم نکال کر کچھ لکھا اور فخر سے بولا......''تازہ شعر ہوا ہے؟''

میری جان میں جان آئی۔

فہمی منہ بنا کر بولی......''ڈیڈی آپ نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا تھا......شاہ رخ تو یکدم پریشان ہو گئے تھے......''

میں نے سامنے لگے شیشے میں دیکھا......میں واقعی پریشان تھا اور پریشانی کے عالم میں ''نانا......پوٹی......کر'' لگ رہا تھا......!!!

''صاحبزادے...... Are you happy کیا تم پریشان ہو؟''

''نن......نہیں جی......میں تو خوش ہوں......بہت خوش......''

''کیوں......تم خوش کیوں ہو......؟'' سیٹھ گرم ہو گیا اور میں سٹپٹا گیا۔

''ڈیڈی! یہ اس لیے خوش ہیں کہ آپ کو شعر آیا ہے......'' فہمی نے بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو کیا۔

سیٹھ خوبصورت کی باچھیں کھل گئیں ...... ''ہاں بھئی! ہے تو یہ خوشی کی بات، اب دیکھو ناں......شعر کبھی کبھی ایسے وقت بھی آ جاتا ہے جب اسے نہیں آنا چاہیے......میری تو یہ حالت ہے کہ کبھی کبھی تو دن میں بیس بیس دفعہ بھی شاعری کرنی پڑ جاتی ہے......''

''آپ چھلکا کھایا کریں......'' میں نے تجویز دی۔

سیٹھ نے پہلے تو بے دھیانی میں سر ہلا دیا......لیکن پھر بات سمجھ کر فوراً ہی میری طرف دیکھ کر گھورا......!!!

''یہ تم سائنسدان لوگ......حسِ جمالیات سے بالکل عاری ہوتے ہو......''

''ہاں جی......ہاں جی......'' میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی سر ہلا دیا۔

''تمہیں غالب کیسا لگتا ہے......؟'' سیٹھ نے اپنی تھوتھنی اٹھائی۔

''بس جی......ٹھیک ہی ہے......'' میں نے نظریں چرائیں۔

'' Are you serious کیا تم مذاق کر رہے ہو؟'' وہ چونک گیا۔

''اوہ ڈیڈی......آپ نے شاہ رخ سے کھانے کا تو پوچھا ہی نہیں......'' فہمی پھر میری مدد کو آئی۔

''یس جی......یس......'' میں نے فہمی کے اشارے کو سمجھتے ہوئے جلدی سے کہا۔

''او کے...... Get Out آ جاؤ......اکٹھے ہی کھانا کھاتے ہیں......'' سیٹھ نے اشارہ کیا اور میں کسی معمول کی طرح فہمی کے ہاتھ میں ہاتھ دیے دوسرے کمرے کی طرف چل پڑا۔ یہ کمرہ اور بھی خوبصورت تھا۔ میری نظر ڈائننگ ٹیبل پر پڑی اور میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا......ٹیبل انواع و اقسام کے دس پندرہ گرما گرم کھانوں سے بھرا ہوا تھا اور پورے کمرے میں کھانوں کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ فہمی نے آگے بڑھ کر میرے لیے کرسی کھینچی۔ یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا کہ میں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگا تھا ورنہ ہمارے گھر میں اس مقصد کے لیے ہمیشہ ابا کی دھوتی بطور دستر خوان استعمال ہوتی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ یہی دھوتی باندھ کر قیلولہ فرمایا کرتے

تھے۔ جس دن کھانے میں مرچیں زیادہ ہوتی تھیں، ابا بھی دورانِ قیلولہ تڑپتے رہتے تھے۔ چونکہ دھوتی ایک رِسکی لباس ہے اس لیے ابا نے دھوتی میں باقاعدہ نیفا بنوا کر اُس میں بوری کے ''سیبے'' کا ازار بند ڈلوا رکھا تھا......!!!

ابا کی یاد نے مجھے پھر تڑپا دیا۔ پتا نہیں تھانے والوں نے انہیں چھوڑا بھی ہوگا کہ نہیں......!!!

''تم کھانا نہیں کھا رہے...... کیا کرسی میں کوئی کیل ہے؟؟؟'' سیٹھ نے اپنا ڈراؤنا منہ میرے قریب کر کے کہا اور بے اختیار میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

''وہ...... اصل میں...... ابا......'' میں نے فہمی کی طرف دیکھا۔

سیٹھ چونک اٹھا...... ''ابا...... کون ابا......؟؟؟''

فہمی حسبِ روایت میدان میں کودی...... ''ابا نہیں ڈیڈی...... اچھا...... شاہ رخ کہہ رہے ہیں کہ کھانا بہت اچھا ہے......''

مجھے بھی ہوش آ گیا کہ میں یہاں کس حیثیت میں آیا ہوا ہوں۔

''کھانا کیسے اچھا ہو گیا...... تم نے تو ابھی کھایا ہی نہیں......'' سیٹھ نے بات پکڑ لی۔

''وہ جی...... یہ...... یہ دیکھ کر ہی بہت اچھا لگ رہا ہے......'' میں نے گھبرا کر کہا۔

سیٹھ متاثر ہو گیا...... ''واہ واہ...... بھئی کیا سائنسدان شوہر چنا ہے فہمی تم نے...... یہ تو ہیرا ہے ہیرا......''

میں ڈر گیا...... کہیں وہ ہیرا کہتے کہتے، ساتھ ''منڈی'' نہ لگا دے۔

میں نے کھانا شروع کیا اور فہمی نے فرمانبردار بیوی کی طرح آگے بڑھ بڑھ کر مجھے پانی، سلاد اور سالن کی پلیٹیں دینا شروع کر دیں۔

''یہ لیجئے...... یہ کھائیے...... یہ چکن ٹیسٹ کیجئے نا...... ہمارا خانساماں بہت اچھا پکاتا ہے......'' فہمی دل کے برخلاف زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے میرا دم بھر رہی تھی۔ مجھے تاحال کچھ سمجھ نہیں آئی تھی کہ فہمی نے مجھ پر پرس چوری کا الزام لگوا کر مجھے تھانے کیوں بھجوایا...... پھر شادی کا اقرار کروا کے

گھر کیوں لائی ......اور ......اور پھر قریب پھٹکنے کی اجازت کیوں نہ دی......!!!ایک مرد کے لیے اس سے زیادہ منحوس سزا اور کیا ہوسکتی ہے کہ اسے ایک خوبصورت اور امیر ترین لڑکی شادی کے بغیر ہی اپنا خاوند تسلیم کر لیے......لیکن اس کے اور اپنے درمیان خاردار تاریں لگا لے......!!!

''اُف خدایا میں کہاں پھنس گیا ہوں ......''میں نے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس کیا۔

''کیا ہوا شاہ رُخ......؟؟؟''فہمی نے مصنوعی پریشانی سے پوچھا۔خدا کی قسم جب وہ مجھے شاہ رُخ کہہ کر بلاتی تھی تو مجھے یوں لگتا تھا جیسے کسی چنگڑ کو بُش بنا دیا گیا ہو۔میرا بہت جی چاہا کہ زور زور سے قہقہے لگاؤں......ایسا گنجا شاہ رخ انڈیا میں ہوتا تو ''دیوداس'' کا نام ''ٹنڈ داس'' ہوتا۔ٹنڈ کا خیال آتے ہی میں نے سر پر ہاتھ پھیرا......ٹنڈ کے شورش زدہ بال آہستہ آہستہ سر نکالنا شروع ہو گئے تھے۔

''جانو! آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟'' فہمی نے مجھے ایسے جانو کہا، جیسے کسی کو ''الو کا پٹھا'' کہا جاتا ہے۔

میں یکدم چونک گیا......''ہاں......ہاں......میں ٹھیک ہوں......بس ایسے ہی ذرا سر چکرا رہا تھا......''

'' I think you need disturbense. میرا خیال ہے تمہیں آرام کی ضرورت ہے......''سیٹھ نے منافق انگریزی میں مجھ سے اظہار ہمدردی کیا۔

''جی......جی ہاں......جی ہاں......''میں نے بغلولوں کی طرح سر ہلا دیا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے......آیئے......تھوڑا ریسٹ کر لیجیے......''فہمی پہلے ہی اسی بات کے انتظار میں تھی......اس نے تیزی سے میرا ہاتھ پکڑا اور کھڑی ہوگئی۔سچی بات تو یہ ہے کہ میں اتنا شاندار کھانا چھوڑ کر اٹھنا نہیں چاہتا تھا......میرا بہت جی چاہ رہا تھا کہ ایک ''چیسٹ'' کی بوٹی ٹرائی کروں، لیکن فہمی نے میز کے نیچے سے میرے پاؤں پر اتنے زور سے اپنی ایڑھی والی جوتی ماری کہ میری چیخ نکل گئی۔سیٹھ نے چونک کر اپنا بیہودہ منہ میرے قریب کیا اور بولا......!!!

''کوئی......ایمرجنسی......تو نہیں؟؟؟''

جواب، میری بجائے فہمی نے دیا......''نہیں ڈیڈی......مجھے پتا ہے، اصل میں جب انہیں سر میں درد ہو رہی ہو تو پھر ان کی ایسی ہی کراہیں نکلا کرتی ہیں......''اس نے دوبارہ پہلے سے بھر زیادہ زور سے

پاؤں مارا اور......اب کی بار جو میری چیخ نکلی اسے سن کر سیٹھ واقعی ڈر گیا۔

''او کے او کے You can go to you home تم لوگ اپنے کمرے میں جا سکتے ہو......''

میں نے دل ہی دل میں سیٹھ پر تہہ دل سے لعنت بھیجی اور بادل نخواستہ اٹھ کر فہمی کے ساتھ واپس کمرے کی طرف چل دیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا......سیٹھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا، چھری کانٹے کے ساتھ چائے پینے کی کوشش کر رہا تھا......''

☆☆☆

کمرے میں پہنچتے ہی فہمی نے ایک دھماکے سے دروازہ بند کیا اور دانت پیستی ہوئی بولی......''تم......گنجے......دوزخی......باسٹرڈ......میں تمہیں مزا چکھا دوں گی......''

''کب......؟؟؟''میں نے بے تابی سے پوچھا۔

وہ اور زیادہ تپ گئی......''میں تمہارا خون پی جاؤں گی......لگتا ہے تھانے میں ابھی تمہارے ہوش پوری طرح سے ٹھکانے نہیں آئے......''

''لل......لیکن میں تمہاری ساری باتیں مان تو رہا ہوں...... مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟؟؟''

''بکواس مت کرو......کیا ضرورت تھی اپنے باپ کو فون کرنے کی......میں نے کہہ بھی دیا تھا کہ وہ تھانے سے واپس گھر پہنچ جائیں گے......''

''وہ تو واپس پہنچ چکے ہوں گے......لیکن میں کیسے پہنچوں گا......؟؟؟''

''تم کوئی لڑکی نہیں کہ گھر سے باہر رہنے پر تم پر کوئی الزام لگ جائے گا......''

''تم میری اماں کو نہیں جانتیں......وہ کچا کھا جائیں گی مجھے......میری گذارش ہے کہ بس ایک دفعہ مجھے گھر بتا آنے دو کہ میں آج رات تمہارے ساتھ گذاروں گا......''

''کیا کہا......الو کے پٹھے......''وہ چلائی۔

''مم......میرا مطلب ہے کہ میں انہیں بتا آؤں کہ میں آج رات باہر رہوں گا......''

''تم جانا چاہتے ہو......؟؟''وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔

''کون ناشکرا جانا چاہتا ہے...... میں تو صرف اماں ابا کو اطلاع......''

''کوئی اطلاع نہیں ہو گی...... اگر تم نے یہاں سے جانے کی کوشش کی تو پولیس کو میرا ایک فون ہی کافی ہو گا......''

''لیکن میں تو تمہارا مجازی خدا......''

''اوہ...... شٹ اپ...... آئینہ دیکھو ذرا غور سے......''

میں نے جلدی سے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں خود کو دیکھا...... چہرے مہرے سے میں ببو برال کا چھوٹا بھائی لگ رہا تھا۔فہمی کی آنکھیں غصے سے بھری ہوئی تھیں......وہ کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی، پھر فریج میں سے ایک پیپسی نکال کر غٹا غٹ پی گئی......!!!

یہ امیر لوگ بھی کمال کے ہوتے ہیں......اب بھلا کوئی پیپسی بھی اس طرح پیتا ہے، ہماری مثال سامنے ہے، ہمارے گھر میں عید کے عید پیپسی آتی تھی......اور اس ایک بوتل میں بھی ابا چار گلاس پانی ڈالا کرتے تھے......ان کا کہنا تھا کہ خالص پیپسی فوراً ''چڑھ'' جاتی ہے۔

''میرا خیال ہے مجھے، تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہیے......'' فہمی نے مجھے سوچوں سے نکالا۔

''سب کچھ بے شک نہ بتاؤ......لیکن کچھ نہ کچھ تو پتا چلنا چاہیے ناں......'' میں نے بے تکلفی کے زینے پر پہلا قدم رکھا۔

میری بات کے جواب میں وہ خاموش ہو گئی......میں انتظار کرنے لگا کہ کب وہ اس اہم راز سے پردہ اٹھاتی ہے، کافی دیر تک وہ قالین کو گھورتی رہی، پھر ایک گہرا سانس لے کر بولی...... ''میں تمہیں پانچ لاکھ دینا چاہتی ہوں......'' اس نے اطمینان سے کہا......اور میں بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اگر میں فوری طور پر خود کو نہ سنبھالتا تو میرے نئے سوٹ کی پینٹ ''خراب'' بھی ہو سکتی تھی......میں نے چکر کھانے سے پہلے اس کے جملے کو ذہن میں دہرایا اور پھر پوچھا...... ''کیا کہا......؟؟؟''

اس کا جواب وہی تھا...... ''میں تمہیں پانچ لاکھ دینا چاہتی ہوں......''

مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی......میں نے تصور کی آنکھ سے دیکھا کہ میں اچھے سے ہوٹل

میں بیٹھا کھانا کھا رہا ہوں......لاہور کی مال روڈ پر ایک پہیئے پر موٹر سائیکل دوڑا رہا ہوں......ریما کے ساتھ کچی لسی پی رہا ہوں......ڈبل بیڈ پر فہمی کے ساتھ ٹائی ٹینک دیکھ رہا ہوں اور فہمی مجھ سے تصویر بنوانے کی فرمائش کر رہی ہے......اور......بس......''

فہمی کی آواز میرے کانوں میں پڑی......!!!

''لیکن......اس کے لیے تمہیں میری ایک چھوٹی سی بات ماننا ہوگی......''

میرا دل چاہا کہ میں اس کے قدموں میں سر رکھ کر کہوں کہ ''محترمہ!......پانچ لاکھ کے لیے تو میں آپ کا کھوتا بھی بننے کو تیار ہوں......فرمایئے! مجھے کس کو دولتی جھاڑنی ہے......'' لیکن پھر سنبھلتے ہوئے پوچھا......''بب......بات خطرناک تو نہیں......کک......کہیں کسی کو کوئی پیکٹ تو نہیں پہنچانا؟؟؟''

''بالکل بھی نہیں......''

''کوئی قتل......وغیرہ......''

''ہرگز نہیں......''

''کوئی اغواء......مم......میرا مطلب ہے کہ......''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا......''

''کسی کو انرجائل میں مٹی کا تیل ڈال کر تو نہیں پلانا......؟''

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے......''

''اوہ......تو میں سمجھ گیا......'' میں نے چونک کر کہا۔

''کیا سمجھ گئے......؟؟؟''

''مجھے پتا چل گیا ہے......تم را کی ایجنٹ ہو اور مجھ سے بم دھماکا کروانا چاہتی ہو......''

''اور مجھے بھی پتا چل گیا ہے کہ تم الو کے پٹھے ہو اور میرے ہاتھوں ذلیل ہونا چاہتے ہو......'' اس نے دانت پیسے۔

''تو پھر یہ کیسا کام ہے جس کے لیے تم مجھے پانچ لاکھ دو گی؟''

’’پہلے تم حامی بھرو......‘‘

’’واہ......حامی کیوں بھروں......ادھر میں حامی بھروں، اُدھر تم کہو......چلو بھئی اب چوتھی منزل سے چھلانگ لگاؤ......‘‘

’’یو ایڈیٹ......ایسی کوئی بات نہیں ہے......‘‘

’’تو پھر......؟؟؟‘‘میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

’’کام کچھ بھی نہیں ہے......صرف تین لفظ بولنے ہیں......‘‘اس نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

’’تین لفظ‘‘......میں حیران رہ گیا......میں نے فوراً سوچا کہ وہ تین لفظ کیا ہو سکتے ہیں، اور دماغ پر تھوڑا سا زور ڈالتے ہی مجھے خوشی سے پِت نکل آئی......میں نے شرما کر کہا......’’میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ کون سے تین لفظ ہیں‘‘

’’کون سے ہیں‘‘،فہمی نے پوچھا۔

’’وہ لفظ ہیں......آئی......لو......یو......‘‘ میں نے انگلیاں دانتوں میں دبائیں اور فہمی کی طرف دیکھا۔

وہ کھا جانے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔میں سمجھ گیا کہ میرا جواب غلط ہے......میں نے پھر ذہن پر زور دیا......’’اوہو......اب سمجھا......یہ تین لفظ ہیں’’میں......تمہارا......ہوں‘‘

’’پٹاخ‘‘......میرے سر میں گلدان آ لگا اور مجھے یوں لگا جیسے میرے سر پر 35 خرگوش رقص کر رہے ہوں۔

’’لُچے......!!!اگر دوبارہ ایسے الفاظ بولے تو مار مار کر پِلا بنا دوں گی، پھر گلیوں میں میاؤں میاؤں کرتے پھرو گے......‘‘

’’پِلا میاؤں میاؤں نہیں کرتا......ٹیاؤں ٹیاؤں کرتا ہے جی......‘‘ میں نے کراہتے ہوئے اس کی تصحیح کی۔

’’معلوم ہے......معلوم ہے......بکواس کرنے کی ضرورت نہیں......‘‘ وہ غضب ناک ہو رہی تھی۔

میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ یقیناً یہ تین لفظ میرے حق میں نہیں جاتے۔تو پھر ممکن ہے یہ تین لفظ ہوں

کہ......''میں کتا ہوں......یا پھر......میں ہیجڑا ہوں......''اوہ مائی گاڈ......یہ خیال آتے ہی میری روح فنا ہوگئی۔ چلو''کُتے والا اعتراف''تو میں بامر مجبوری کر ہی لیتا،لیکن یہ جو ہیجڑے والا اعتراف تھا یہ تو صاف صاف میری مردانگی پر حملہ تھا......!!!

''نہیں نہیں......میں ہیجڑا نہیں ہوں......''میں بے اختیار چلایا اور فہمی مجھے حیرت سے گھورنے لگی۔

''میں ہیجڑا نہیں ہوں......نہیں ہوں......''

''یہ انکشاف تم پر کب ہوا؟''

''کک......کیا مطلب......؟؟؟''میں گڑبڑا گیا۔

''مطلب یہ کہ جو تم سمجھ رہے ہو وہ میں تم سے نہیں کہلوانا چاہتی۔''

''خدا کے لیے اب بتا بھی دو کہ وہ تین الفاظ کون سے ہیں؟''میں نے بے بسی سے کہا۔

''وہ تین الفاظ ہیں......طلاق......طلاق......طلاق......''فہمی نے کہا اور میرے اندر پانچ چھ ہائیڈروجن بم پھٹ گئے۔

☆☆☆

میرا دماغ مزید چکرا گیا...... ''یا خدا! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے......بغیر شادی کے دلہن مل گئی......اور وہ بغیر نکاح کے طلاق مانگ رہی ہے......'' مجھے ایسا لگا جیسے ابھی کوئی بچہ بھاگتا ہوا آئے گا اور مجھے ابوابو کہتے ہوئے چمٹ جائے گا۔ مجھے یکدم فہمی سے خوف آنے لگا۔

''تت......تم ہو کون......اور چاہتی کیا ہو......؟؟؟''

وہ تیزی سے اٹھی اور میرے سر پر پہنچ گئی۔ میں سمجھا شائد مارنے آئی ہے لیکن وہ میرے قریب آ کر تن کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو اب کی بار وہ مجھے نہ صرف پولیس کے حوالے بھی کرے گی بلکہ مجھے انسان سے ''باندر'' بنوانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑے گی۔ اس نے کچھ دیر مجھے گھورا، پھر بولی...... ''زیادہ تفصیل میں ضروری نہیں سمجھتی، تاہم تمہیں تھوڑی بہت بات بتا دیتی ہوں۔ اصل میں مجھے اپنے کلاس فیلو شاہ رخ سے بہت زیادہ محبت ہے، ہم دونوں نے چوری چھپے شادی کر لی، میری ماما فوت ہو چکی ہیں اور مجھے ڈیڈی نے ہی پالا پوسا ہے......ڈیڈی کو اس بات کی سخت ناراضی تھی کہ میں نے ان سے پوچھے بغیر کیوں شادی کی ہے......ہم دونوں ڈیڈی کے ڈر سے کچھ عرصے کے لیے ہانگ کانگ چلے گئے......وہاں کسی بات پر میرا اور شاہ رخ کا جھگڑا ہو گیا اور اس نے غصے میں دوستوں کے سامنے مجھے تین دفعہ طلاق دے دی۔ بعد میں اسے احساس ہوا کہ اس سے کتنی بڑی غلطی سرزد ہو گئی ہے، میری بھی خواہش ہے کہ ہم پھر سے ایک ہو جائیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مذہب کی رو سے اب میں حلالہ کیے بغیر شاہ رخ سے دوبارہ شادی نہیں کر سکتی۔ تمہاری اور شاہ رخ کی شکل بہت زیادہ ملتی ہے......اگر

شاہ رخ کی ٹنڈ......مم......میرا مطلب ہے سر کے بال صاف کروا دیے جائیں تو شائد کوئی بھی نہیں پہچان سکتا کہ دونوں میں سے تم کون ہو اور شاہ رخ کون......میں نے جب تمہیں پہلی مرتبہ سڑک کراس کرتے دیکھا تھا تو یہی سمجھی تھی کہ تم شاہ رخ ہو......لیکن دو دن تک تمہارا پیچھا کرنے پر معلوم ہوا کہ تم شاہ رخ نہیں بلکہ اس کے ہمشکل ہو۔ پھر میں نے پرس چھیننے کا جھوٹا شور ڈلوا کر تمہیں پولیس میں پھنسوایا اور اب اس شرط پر تمہیں اپنے ساتھ لائی ہوں کہ تم میرے ساتھ نکاح کرو اور نکاح کے فوراً بعد مجھے تین دفعہ طلاق دے دو......''

میں دم بخود ساری بات سن رہا تھا......میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ دنیا میں میرا کوئی ایسا ہم شکل بھی ہوگا جو اس خوبصورت لڑکی کے ساتھ ہانگ کانگ کی سیریں کرے گا۔ میں سب کچھ سمجھ چکا تھا لیکن میری عقل میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ فہمی مجھے طلاق کے عوض پانچ لاکھ روپے کی پیشکش کر رہی تھی......یہ ''حق مہر'' میری دنیا بدل سکتا تھا......لیکن کیا مجھے فہمی جیسی خوبصورت لڑکی کو چھوڑ دینا چاہیے......؟؟؟ میں نے سوچا......پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے کہا!

''دیکھو!......میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں لیکن میری ایک شرط ہے......!!!''

''شرط......کون سی......؟''

''یہی کہ پہلے مجھے ایک دفعہ اپنے اماں ابا سے مل لینے دو......''

''اوہ......'' اس نے ہونٹ سکیڑے......''تم چاہو تو آج ہی اپنے اماں ابا سے مل سکتے ہو......''

''واقعی......پھر تو ٹھیک ہے......'' میں نہال ہو گیا۔

''اگر ٹھیک ہے تو پھر میں ابھی فون کر کے نکاح خواں کو بلا لیتی ہوں......ایک گھنٹے کے اندر اندر ہمارا نکاح ہو جائے گا اور دو منٹ بعد اسی نکاح خواں کی موجودگی میں طلاق بھی......پھر تم جہاں چاہو جا سکتے ہو......رقم کی ادائیگی بھی تمہیں فوراً ہو جائے گی۔''

میں کھٹک گیا......لڑکی ضرورت سے زیادہ تیزی دکھا رہی تھی۔ اور ایک میں تھا کہ جس نے ابا کے مشورے کے بغیر کبھی غسل بھی نہیں کیا تھا......آخر میں اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتا تھا......اور پھر مجھے یہ

بھی پریشانی تھی کہ پانچ لاکھ کی رقم میں گھر کیسے لے کر جاؤں گا......اور مجھے کیسے پتا چلے گا کہ یہ پانچ لاکھ ہی ہیں......میری تو گنتی بھی گھر کے اخراجات تک محدود تھی......میرا تو خواب بھی کبھی ساڑھے پانچ سو سے آگے نہیں گیا تھا، حالانکہ میں نے کئی دفعہ ٹرائی کی تھی، لیکن جیسے ہی رقم ساڑھے پانچ سو سے آگے جانے لگتی......میرا خواب ''فیوز'' ہو جاتا۔سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر طلاق کے بعد فہمی نے مجھے پانچ لاکھ دینے سے انکار کر دیا تو؟؟؟......میں تو زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کر سکتا تھا کہ وہیں پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگتا۔ یہ خیال آتے ہی میں نے تہیہ کر لیا کہ میں ابا کے مشورے کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا۔ میرا فیصلہ سنتے ہی فہمی کا چہرہ غصے سے نیلا ہو گیا......اس کے ہونٹ پھڑکنے لگے......میں اس کا غصہ بھول کر اس کے ہونٹوں میں گم ہو گیا۔

''الو کے پٹھے......مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو......''

''بلیک میل......نن......نہیں......میں تو کسی کو ای میل نہیں کر سکتا، بلیک میل کیا کروں گا......میری تو صرف اتنی سی خواہش ہے کہ پہلے مجھے میرے اماں ابا سے ملوا دیا جائے......''

وہ کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی......پھر لمبا سانس لے کر بولی......''ٹھیک ہے، تم گھر جا سکتے ہو، لیکن یاد رکھنا اگر دو گھنٹے کے اندر اندر تم واپس نہیں آئے تو نہ صرف پانچ لاکھ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے بلکہ میں پولیس میں بھی یہ بیان دوں گی کہ تم نے مجھے اغواء کرنے کی کوشش کی تھی......'' اس نے اپنے خطرناک ترین ارادے سے مجھے آگاہ کیا اور ساتھ ہی ہوا میں مکا بھی لہرا دیا۔

میں سمجھ گیا کہ اب مجھے جانے کی اجازت ہے......میں نے کلاک پر نگاہ ڈالی......رات کے آٹھ بج چکے تھے......گویا مجھے 10 بجے تک واپس آنا ہو گا۔ میں نے ایک چھلانگ لگائی اور دروازے کی طرف بھاگا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر مجھے یاد آیا کہ میں جس لباس میں ہوں وہ میرا نہیں ہے اور اگر میں اسی لباس میں اپنے گھر گیا تو ملک صاحب کے کتے نے مجھے گلی میں ہی دبوچ لینا تھا۔ وہ تو کتا بھی اتنے ڈیل ڈول والا ہے کہ مجھے پورا یقین تھا اس کے کاٹنے پر چودہ نہیں بلکہ ایک سو چودہ ٹیکے لگیں گے۔ میں نے فہمی سے کپڑے تبدیل کرنے کی اجازت مانگی لیکن اس نے یہ کہہ کر مجھے پریشان کر دیا کہ وہ میرے پرانے کپڑے ڈرائیور کو دے چکی ہے۔ میں نے مزید وقت ضائع کرنا

مناسب نہیں سمجھا اور انہی کپڑوں میں باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ گیٹ کا چوکیدار پہلے تو یہ سمجھا کہ میں کوئی چیز چُرا کر بھاگ رہا ہوں لیکن پھر فہمی کا اشارہ دیکھ کر اس نے مجھے جانے دیا۔ میں سڑک پر پہنچا تو مجھے یاد آیا کہ میری جیب میں تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں کہ میں گھر پہنچ سکوں۔ میں نے بڑی شرمندگی کے عالم میں چوکیدار سے پندرہ روپے ادھار لیے اور چوک سے ویگن میں بیٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ ویگن کی ساری سواریاں مجھے حیرت سے دیکھ رہی تھیں کیونکہ میں نے جس قسم کا لباس پہن رکھا تھا، ایسے لباس والے تو گاڑی سے کم بیٹھتے ہی نہیں۔ میں نے ویگن سے اترتے ہی تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ مجھے سب سے زیادہ خوف ملک صاحب کے کتے کا تھا۔ جیسے جیسے گلی قریب آتی جا رہی تھی، میرا خون خشک ہوا جا رہا تھا...... میں نے بھاگنے کے لیے خود کو تیار کر لیا اور احتیاطاً سڑک سے تین چار پتھر بھی اٹھا کر کوٹ کی جیب میں ڈال لیے۔ محلے کے جس جس بندے کی نظر کی مجھ پر نظر پڑ رہی تھی وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ ابھی ایک روز پہلے ہی تو ان کی آنکھوں کے سامنے پولیس مجھے گھسیٹتی ہوئی لے کر گئی تھی...... اور اب میں شاہانہ لباس میں آزادانہ پھر رہا تھا۔ کئی غیر لوگ اس لیے بھی حیران تھے کہ اتنے قیمتی سوٹ میں یہ عجیب وغریب گنجا کیسے گھُس گیا۔ میں نے ان کی نظروں کی پرواہ کیے بغیر اپنا سفر جاری رکھا۔ گلی کے لڑکے اب مجھ پر آوازیں کسنے لگے تھے...... ''لگتا ہے لنڈے میں ڈاکا مارا ہے...... لگتا ہے پی آئی اے میں جمعدار لگ گیا ہے...... لگتا ہے دھوبی سے دوستی ہوگئی ہے..........'' میں نے کسی آواز پر کان نہ دھرے اور چپ چاپ گلی کا موڑ مڑ گیا۔

موڑ مڑتے ہی ملک صاحب کے کتے کی غراہٹ سنائی دی اور میری پینٹ گیلی ہوگئی...... میرے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے...... وہی ہوا ناں جس کا ڈر تھا...... ساری گلی سنسان پڑی تھی، لیکن کتا نظر نہیں آ رہا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی ریڑھی یا درخت کی آڑ میں میرا انتظار کر رہا ہے۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پتھر کی موجودگی کو کنفرم کیا اور احتیاطاً ایک پتھر دائیں ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ سیانے کہتے ہیں اگر کتا پیچھے پڑ جائے تو آگے سے بھاگنا نہیں چاہیے بلکہ خاموش کھڑے رہنا چاہیے، اس طرح سے کتا حملہ نہیں کرتا۔ لیکن مصیبت تو یہ تھی کہ

یہ اصول مجھے تو پتا تھا، پتا نہیں کتے کو بھی اس کا علم تھا یا نہیں......اور میں ایسا کوئی رسک لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ کتے کی غراہٹیں بدستور بلند ہو رہی تھیں اور ایسا لگتا تھا کہ اب وہ کسی بھی وقت حملہ کر دے گا......اور پھر اچانک......اس کے بھونکنے کی زبردست آواز آئی اور میرے ہاتھ سے پتھر گر گیا......میری چیخ ابھی حلق میں ہی تھی کہ مجھ پر انکشاف ہوا کہ کتا صرف بھونک سکتا ہے، کاٹ نہیں سکتا کیونکہ وہ گھر کے اندر ہے اور دروازہ بند ہے......خوشی سے میری پینٹ فوراً سوکھ گئی......اور میں اس ''کتے کمینے'' کی غراہٹوں کی پرواہ کیے بغیر خراماں خراماں چلتا اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا......!!!

دروازہ کھلا ہوا تھا......اور اندر سے اماں کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں...... ''یا اللہ خیر!'' میرے منہ سے نکلا۔

گھر کے اندر داخل ہوتے ہی میری نظر اماں پر پڑی جو ابا کے سینے پر ہاتھ مارتی ہوئی کہہ رہی تھیں...... ''مجھے نہیں پتا، مجھے میرا اکملا لا کر دو......''

''لا دوں گا......بس ذرا موسم ٹھیک ہو جائے......'' ابا نے اطمینان سے چھلی کھاتے ہوئے کہا۔ ابا کا جواب سن کر اماں کے بین میں غصہ بھی شامل ہو گیا۔

''ارے میں کہتی ہوں کچھ پتا کرو بیٹے کا......کہاں لے گئی وہ لڑکی اسے......تُو کہاں مر گیا تھا اس وقت......''

اس سے پہلے کہ اماں مزید کچھ کہتیں......میں سامنے آ گیا...... مجھے دیکھ کر اماں گنگ رہ گئیں اور ابا اتنے زور سے اچھلے کہ چھلی ان کے ہاتھ سے اُڑ کر کھرے میں جا گری......!!!

''کک......کما لے......تو......'' ابا مجھے دیکھ کر ہکلائے۔

''میرا پُتر......!!!'' اماں نے جلدی سے مجھے سینے سے لگا لیا۔

''ابے یہ سوٹ کس کا اتار لایا ہے؟'' ابا کو سوٹ کی فکر پڑ گئی۔

''ابا یہ میرا ہے......'' میں نے فخر سے کہا۔

زندگی میں پہلی بار ابا کو میری بات پوری سنائی دی......وہ بے یقینی کے عالم میں آگے بڑھ کر سوٹ

چیک کرنے لگے۔

''ابے یہ تیرا کیسے ہو گیا......اس کے تو بٹن بھی تیرے سے مہنگے ہیں......''

''کان ہی کھائے جاؤ گے یا بیٹے سے پوچھو گے بھی کہ وہ کہاں تھا......'' اماں نے غصے سے کہا اور ابا دُبک گئے۔

''اماں میں بالکل ٹھیک تھا......اور بڑی مزیدار جگہ پر تھا......''

''مزیدار جگہ......اے بیٹے کیا تجھے ''جامِ شیریں'' والے لے گئے تھے؟''

''ارے نہیں اماں......ساری بات سنو گی تو حیران رہ جاؤ گی......اب ہمارا وقت پھرنے کے دن آ گئے ہیں......''

''کیا کہا......کھیت پھرنے کے دن......؟؟؟'' ابا چونکے

''لاحول ولاقوہ......ابا ایک تو آپ بھی......'' میں نے منہ بنایا۔

''تُو بولتا جا پُتر......اس منحوس کی پرواہ نہ کر......اس کے بارے میں تو ناصر کاظمی نے کہہ دیا تھا کہ ......''عجیب ''منحوس'' اجنبی تھا، مجھے تو حیران کر گیا وہ......''

میں گھر کا دروازہ بند کر کے، جوتے اتار کر چارپائی پر بیٹھ گیا اور اماں ابا کو ساری کہانی الف سے لے کر یے تک سنا دی۔ وہ دونوں دم بخود بیٹھے سارا واقعہ سن رہے تھے۔ دورانِ قصہ جہاں جہاں بھی پانچ لاکھ کا ذکر آتا......ابا ایک چکر کھا کر رہ جاتے......البتہ اماں پتہ نہیں کیوں برے برے منہ بناتی رہیں......جیسے ہی میرا بیان ختم ہوا، سب سے پہلے ابا بولے......!!!

''حلالہ کے لیے تمہیں چارہ بننے کی کوئی ضرورت نہیں...... یہ کڑوا گھونٹ میں پینے کو تیار ہوں......''

اماں دانت پیس کر بولیں......''لڑکی نے حلالہ کرنا ہے......حرامہ نہیں......چپ کر کے بیٹھے رہو......''

''لیکن......'' ابا نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن پھر اماں کی طرف دیکھتے ہی نظریں جھکا لیں۔

''کمالے!......تم اس لڑکی کو صاف انکار کر دو......اتنی بڑی جائیداد میں سے ہمیں صرف پانچ لاکھ کیوں دے رہی ہے......اُس سے صاف صاف کہہ دو کہ اگر وہ اس طرح تم سے شادی کر کے طلاق

لینا چاہتی ہے تو یہ سودا کم از کم 20 لاکھ میں ہوگا......'' اماں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''بب......بیس لاکھ......'' میرے ہاتھوں کے طوطے......اور ابا کے کانوں کے کوے اُڑ گئے۔

''ہاں......بیس لاکھ......ہم کوئی معمولی لوگ ہیں......'' اماں نے گردن اکڑائی اور میری نظر بے اختیار صحن میں پڑی دو ٹوٹی چارپائیوں اور ادھڑے ہوئے تکیوں پر جا پڑی۔ واقعی......ہم لوگ معمولی نہیں بلکہ ''بہت معمولی'' تھے۔ اس کے باوجود میں نے اماں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ بیس لاکھ بہت بڑی رقم ہے، کہیں لڑکی انکار ہی نہ کر دے، لیکن اماں کی ایک ہی رٹ تھی کہ یہ کام کرنا ہے تو بیس لاکھ ہی مانگو۔ اماں ابا سے گفتگو کے دوران مجھے وقت کا خیال ہی نہ رہا، اچانک میری نظر گھڑی پر پڑی اور میرے ہوش اڑ گئے......چار بجنے میں صرف پندرہ منٹ باقی تھے، میں نے تیزی سے چارپائی چھوڑی اور الٹے سیدھے بوٹ پہن کر تسمے بند کیے بغیر باہر کی طرف بھاگا۔ اماں ابا کو میں پہلے ہی بتا چکا تھا کہ مجھے دو گھنٹے تک لازمی واپس پہنچنا ہے ورنہ اس گھر کے حالات کبھی نہیں بدلیں گے۔ تسمے بند نہ ہونے کی وجہ سے میں پونے تین دفعہ گلی میں گرتے گرتے بچا......اور یونہی گرتے پڑتے ویگن میں سوار ہو گیا۔ راستے میں بھی یہی سوچتا رہا کہ کیا فہمی میری یہ شرط مان لے گی......کیا وہ اماں کے بنائے ہوئے جال میں پھنس جائے گی۔ میں زندگی میں پہلی بار فراڈ کر رہا تھا، اس لیے نہیں کہ اس سے پہلے میں نے فراڈ نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی بلکہ اس لیے کہ مجھے موقع ہی پہلی بار مل رہا تھا اور میں اس سنہری موقع سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا تھا۔ اماں کی تو شدید خواہش تھی کہ میں انہیں لڑکی سے ڈائریکٹ ملواؤں اور وہ خود اسے حلالہ کی اہمیت سے آگاہ کریں اور خوفزدہ کریں کہ اگر اس کام میں تاخیر ہو گئی تو مزید ''مذہبی الجھنیں'' جنم لے سکتی ہیں۔ لیکن میں اس حق میں نہیں تھا، مجھے فہمی کے مزاج کا کچھ کچھ اندازہ ہو چکا تھا اور اسی بناء پر مجھے یقین تھا کہ وہ اماں کی اس بات کا الٹا ہی اثر لے گی اور عین ممکن ہے کہ مجھے انہی پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ دھکے دے کر باہر نکال دے۔

ویگن سٹاپ پر رکی تو میں بھاگتا ہوا فہمی کے گھر کی طرف لپکا۔ جس وقت میں گیٹ کے قریب پہنچا، 10 بج کر 5 منٹ ہوئے تھے۔ میری سانس پھولی ہوئی تھی اور ٹنڈ پسینے سے چمک رہی

تھی۔فہمی ٹیرس پر کھڑی تھی، مجھے آتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوگئی۔پٹھان چوکیدار بھی مجھے دیکھتے ہی ''کھل'' اٹھا۔میں نے اندر جاتے ہی فہمی سے پندرہ روپے لیے اور لا کر چوکیدار کے ہاتھ پر رکھ دیے۔

''خوچہ! یہ کیا ہے؟''

''خان صاحب! یہ وہ پیسے ہیں جو میں دو گھنٹے پہلے آپ سے ادھار لے گیا تھا......''

خان کے چہرے پر پیار امڈ آیا......اس نے پندرہ روپے واپس میری جیب میں ڈالے اور میرے گال پر ایک چٹکی لیتے ہوئے بولا...... ''خوچہ! کیسی دل دکھانے والی باتیں کرتی ہے......یہ پیسے تم ایڈوانس رکھ لو......''

''ایڈوانس......کیا مطلب......میں نے تمہیں واشنگ مشین بیچی ہے؟''

خان کی آنکھوں میں خمار اتر آیا......اس نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے بولا...... ''او خوچہ!......تم تو ناراض ہوتی ہے......ایسا نہ کرو......تم تو اماری روح ہے......''

''میں تمہاری روح نہیں، بدروح ہوں......'' مجھے غصہ آ گیا۔

خان بے چارگی سے مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے اس پر ہزار لعنت بھیجی اور واپس کمرے میں آ گیا۔

فہمی خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔اصولی طور پر تو مجھے بات شروع کرنا چاہیے تھی، لیکن میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔میں نے فہمی کی طرف دیکھا......وہ بھی شائد میری کیفیت سمجھ گئی تھی، اس نے خود اٹھنے کی بجائے فریج کی طرف اشارہ کیا۔میں نے نہایت سعادت مندی سے اٹھ کر فریج کا دروازہ کھول دیا......اندر بے شمار ''پیپسیاں'' مجھے خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔میں نے ڈرتے ڈرتے ایک پیپسی نکالی اور کھول کر ایک گھونٹ بھرا......اف خدایا!......ابا ٹھیک ہی کہتے تھے......میں نے پہلی مرتبہ خالص پیپسی کا گھونٹ بھرا تھا اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں ابھی بے ہوش ہو کر گر جاؤں گا......ہمارے محلے میں تو ڈیڑھ روپے والی نیلے رنگ کی گولی والی پیپسی ملتی تھی۔میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا۔فہمی نہایت سنجیدگی سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

''بولو......تیار ہو......!!!'' اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

میں نے ساری ہمت جمع کی اور نہایت حوصلے سے کہا...... ''نہیں......''

میرا جواب سنتے ہی اس کی آنکھوں میں حیرت تیرنے لگی۔ غالبًا اسے مجھ سے اس قسم کے جواب کی توقع نہیں تھی۔ تاہم اب کی بار اس نے طیش میں آنے کی بجائے صرف مجھے گھورنے پر اکتفا کیا۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی چھائی رہی، پھر اس کی نپی تلی آواز آئی۔

''کھل کر بولو کیا چاہتے ہو؟''

میں نے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ صاف کیا اور بڑی مشکل سے کہا...... ''بیس لاکھ''

وہ بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلنے لگی...... صاف لگ رہا تھا کہ اس کا جی چاہ رہا ہے مجھے کھڑے کھڑے قتل کر دے لیکن بس نہیں چل رہا۔ وہ کرسی سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع ہو گئی۔ اس کے انگ انگ سے خوبصورتی اور نشہ چھلک رہا تھا، جیسے ہی وہ ایک چکر مکمل کر کے واپس مڑتی، اس کے بال ایک جھٹکے سے آگے کو آتے جنہیں وہ ہاتھ سے پیچھے کر دیتی...... میں زندگی میں کبھی لندن یا پیرس نہیں گیا تھا، لیکن مجھے پورا یقین تھا کہ یہ نظارہ وہاں کے نظاروں سے کہیں زیادہ آگے کا تھا۔ میں محویت کے عالم میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ پریشانی کے عالم میں مزید خوبصورت لگ رہی تھی۔ یہی وہ لمحہ تھا جب میں نے اماں ابا کے مشورے کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اپنے تئیں ایک فیصلہ کیا...... وہ مسلسل چکر لگا رہی تھی...... اس کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ میں تھوڑا سا کھنکارا...... اور کہا!

''میں بیس لاکھ چھوڑ بھی سکتا ہوں......''

وہ یکدم رک گئی...... میرے جملے نے اس پر خاطر خواہ اثر کیا۔ وہ کچھ دیر بے یقینی سے مجھے دیکھتی

رہی، پھر کچھ کہنے کی بجائے سوالیہ انداز سے میری طرف دیکھا۔میں سمجھ گیا کہ لوہا گرم ہے......''فہمی! بیس لاکھ تم سے اچھے نہیں ہیں......لیکن اگر تم واقعی مجھ سے شادی کرلو تو میں تم سے کوئی پیسہ نہیں لوں گا''

میری بات سن کر وہ شرم سے سرخ ہوگئی!

بعد میں پتا چلا کہ جسے میں شرم سے سرخ ہونا سمجھ رہا تھا......وہ اصل میں غصے سے سرخ ہونا تھا......میری بات سنتے ہی کمرے میں طوفان آ گیا، اس نے سب سے پہلا حملہ یہ کیا کہ اپنی ایڑھی والی جوتی نکال کر میری ٹنڈ کا نشانہ لیا......اُس الو کی پٹھی کا نشانہ اتنا پکا تھا کہ جوتی سیدھی میری ''ٹنڈ کی ناف'' میں لگی۔ایک لمحے کے لیے تو مجھے یوں لگا جیسے کسی نے مجھ پر گرم گرم روح افزاء پھینک دیا ہے......میرے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی اور میں قالین پر ہی گر گیا۔میرے گرتے ہی اس نے مجھ پر مکوں کی برسات کردی، اس کا ہاتھ ریما جیسا اور مُکا شفقت چیمہ جیسا تھا...... مجھے لگ رہا تھا کہ آج میرا یہاں سے بچ کر جانا بہت مشکل ہوگا، وہ جتنی محنت سے میری ٹھکائی کر رہی تھی اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے واقعی میں اس کا خاوند ہوں۔ ہر دفعہ جیسے ہی میں اس کے مکے سے بچنے کے لیے اپنا منہ نیچے کرتا، وہ میری ''متاثرہ ٹنڈ' پر ایک 'ہتھڑ' اور جما دیتی اور میری آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگتے۔ مجھے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ ٹنڈ کرانے کا کیا نقصان ہوتا ہے۔اگر میرے سر پر گھنے بال ہوتے تو میرے سر کی کافی حفاظت ہوسکتی تھی، میں نے تہیہ کرلیا کہ اگر زندہ رہ گیا تو سر پر عارف لوہار جتنے بال رکھوں گا۔

فہمی غصے سے پاگل ہو رہی تھی، اتنے میں ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا اور سیٹھ خوبصورت اندر داخل ہوا، اندر کی سچوایشن دیکھ کر اس کی آنکھیں اُبل پڑیں!

''یہ......یہ......کیا ہو رہا ہے......؟؟؟''

فہمی یکدم گھبرا گئی......پھر اچانک ہی اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور میری گدی پر ایک مکا مار کر اٹھ کھڑی ہوئی۔سیٹھ خوبصورت کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔میں قالین پر لیٹا ہائے ہائے کر رہا تھا۔

''دیکھا ڈیڈی......آج میں جیت گئی......''فہمی کھلکھلا کر بولی۔

''کیا مطلب؟''سیٹھ چونکا۔

''مطلب یہ میرے پیارے ڈیڈی......کہ شاہ رخ کو بھی میری طرح باکسنگ کا بہت شوق ہے، لیکن ہم دونوں کسی اور سے مقابلہ کرنے کی بجائے اکثر آپس ہی میں میچ رکھ لیتے ہیں، پہلے ہر دفعہ شاہ رخ جیتتے تھے......آج میں جیت گئی ہوں......آہا جی! شاہ رخ اب تمہیں آئس کریم کھلانی پڑے گی۔''

میں زور سے کراہا......''خدا کے لیے پہلے مجھے ایک گھونٹ پانی تو پلا دو''

''اوہو......لگا ہے مُکا زور سے لگ گیا ہے......سوری شاہ رخ......باکسنگ میں تو ایسا ہوتا ہی ہے......میں ابھی پانی لاتی ہوں......''

وہ کمینی بڑی خوبصورتی سے ساری مار کٹائی کو پیار کا رنگ دے رہی تھی اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس کے خوبصورت چہرے پر کیلیں ٹھونک دوں۔

سیٹھ خوبصورت دروازے ہی میں کھڑا قہقہے لگانے لگا......غالباً اسے بھی فہمی کے ڈرامے پر یقین آ گیا تھا......!!!

''ہاہاہاہا......very bad...very bad......بہت اچھے......بہت اچھے......لگتا ہے تم دونوں کا واقعی آپس میں بہت پیار ہے، اسی بات پر ایک شعر عرض کیا ہے کہ!

لڑائی میں نقصان ہے

صفائی نصف ایمان ہے

زخمی ہونے کے باوجود میں نے دل کی گہرائیوں سے سیٹھ کے لیے ''دوزخ البقیع'' کی دعا کی اور تکلیف سے کراہتا ہوا اُٹھ بیٹھا۔فہمی اتنی دیر میں میرے لیے پانی لے آئی تھی، اس نے مجھے سہارا دے کر بٹھایا اور پھر پانی کا گلاس میرے لبوں سے لگا دیا......میں ایک طرح سے اس کے پہلو میں تھا اور دعا کر رہا تھا کہ ''مجھ پہ گذرے نہ قیامت شبِ تنہائی کی''......اس کے گورے چٹے ہاتھ گلاس اور مجھے سنبھالے ہوئے تھے۔میں نے اپنے زخم بھرتے ہوئے محسوس کیے۔کتنا نرم تھا اس کا ہاتھ،

مجھے یوں لگا جیسے میں گندھے ہوئے آٹے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوں۔

''خبیث کی اولاد......جلدی پانی پی......'' اس نے غرا کر میرے کان میں سرگوشی کی اور میں کانپ گیا......جلدی جلدی دو تین گھونٹ بھرے اور گلاس سے ہونٹ ہٹا لیے۔فہمی نے مجھے سنبھالا اور بیڈ کی طرف لانے لگی۔

''اچھا بھئی......میں تو سونے جا رہا ہوں...... Good Morning......شب بخیر......'' سیٹھ نے ایک جماہی لی اور واپس مڑ گیا۔

اس کے جاتے ہی فہمی نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا......وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ میں بیڈ کے قریب پہنچ چکا تھا ورنہ میں نے کمر کے بل قالین پر گرنا تھا......اس کے ہاتھ ہٹاتے ہی میں نے لاشعوری طور پر ہوا میں ہاتھ مارا اور بیڈ پر جا گرا۔فہمی نے تیزی سے دروازہ لاک کیا اور واپس پلٹی۔

''میں تمہیں کھا جاؤں گی......''

''میں حرام ہوں......''

''میں حلال کر لوں گی......''

''حلال بعد میں کرنا......پہلے ''حلالہ'' تو کر لو......''

''تم......تم......حرامزادے......بلیک میلر......میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی......میں ابھی پولیس کو فون کرتی ہوں'' ......وہ تیزی سے فون کی طرف لپکی، میں سمجھا شائد مجھے ڈرانا چاہتی ہے......لیکن اس بدبخت نے تیزی سے نمبر ملایا اور پھنکاری......''ہیلو! انسپکٹر صاحب......میں فہمی بات کر رہی ہوں......فوری طور پر میرے گھر پولیس لے کر آ جائیں......اُس لڑکے نے مجھ پر مجرمانہ حملے کی کوشش کی تھی،لیکن میں نے اُسے قابو کر لیا ہے......ہاں ہاں......فوری پہنچیں......اوکے......''

اس نے رسیور رکھتے ہی تیزی سے پرس کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا ریوالور نکال کر مجھ پر تان لیا۔

میرے چھکے چھوٹ گئے۔مجھے پانچ لاکھ جاتے ہوئے اور ہتھکڑیاں آتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

تھانیدار تو ویسے ہی مجھ پر خار کھائے بیٹھا ہوگا......اب کی بار اس کا بس چلا تو وہ میری سندھی بریانی بنا کے رکھ دے گا۔میری ساری اکڑ پل بھر میں نکل گئی۔میں نے اماں ابا پر 34 صلواتیں بھیجیں جنہوں نے مجھے یہ پلان سمجھا کر بھیجا تھا۔آنے والے وقت کے بارے میں سوچ سوچ کر میری روح ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔تھانے کی مار اگر ایک دفعہ بھی مجھے پڑ گئی تو میں نے بھیک مانگنے کے قابل بھی نہیں رہنا تھا۔یہ ہولناک خیال آتے ہی میرے اندر کے شیر نے چوہے کا روپ دھار لیا۔

''خدا......کے لیے......میری بات تو سنو......''میں گھگھیایا

''ہرگز نہیں......گنجے......دوزخی......اب میں تمہاری کوئی بات نہیں سنو گی......اب جو بھی کہنا ہے تھانیدار سے ہی کہنا......میں تم جیسے غلیظ کو ایک منٹ بھی برداشت نہیں کر سکتی......چلو......جلدی سے یہ سوٹ اتارو......''

''اچھا جی......''میں نے فوری طور پر حکم کی تعمیل میں پینٹ کی زپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''یہاں نہیں......''وہ چلائی

''اوہ سوری......میں سمجھا شائد......''

''بکواس مت کرو......اور جاؤ باتھ روم میں جا کر یہ سوٹ اتار دو......''

''لیکن......مم......میرے پرانے کپڑے......''میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''وہ اب تمہیں نہیں مل سکتے......''اس نے بے نیازی سے کہا۔

''تو میں کیا ''نوائے وقت'' باندھ کر باہر جاؤں گا......؟؟؟''میں نے بے بسی سے کہا

''یہ میرا مسئلہ نہیں ہے......''وہ انتہائی بے رُخی سے بولی

''سوچ لو......بعد میں شور نہ ڈال دینا......''مجھے غصہ آ گیا

''کیا مطلب......؟؟؟؟''اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گذر گیا

''مطلب یہ کہ اگر مجھے پہننے کے لیے کپڑے نہ دیے گئے تو پھر مجھے مجبوراً قدرتی لباس میں ہی جانا پڑے گا''

وہ پہلے تھوڑا سا مسکرائی......پھر شانِ بے نیازی سے بولی......''تمہیں اجازت ہے، کیونکہ میں تو

دوسرے کمرے میں جا رہی ہوں، ابھی تھوڑی دیر میں پولیس آنے ہی والی ہے، مجھے یقین ہے وہ تمہیں قدرتی لباس میں دیکھ کر بہت خوش ہوں گے“

میرے ہاتھوں پیروں سے مزید جان نکل گئی...... پولیس کچھ ہی دیر میں پہنچنے والی تھی، میں نے دماغ سے پوچھا...... ”مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

جواب آیا...... ”کھوتے کے بچے فوراً لڑکی کی بات مان لے......“

میں فہمی کے قدموں میں گر گیا...... ”خدا کے لیے مجھے معاف کر دو...... مجھے پولیس کے حوالے مت کرنا...... مم...... میں تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں...... نکاح بھی کروں گا اور طلاق بھی دوں گا...... مجھے پانچ لاکھ ہی منظور ہیں......“

فہمی چالاکی سے مسکرائی...... ”نہیں...... اب پانچ لاکھ نہیں...... صرف پانچ سو ملیں گے“

”پپ...... پانچ سو...... اتنے میں تو پیٹ بھر کے گول گپے بھی نہیں ملتے......“ میری شکل رونے والی ہو گئی

”یہ تمہارے لالچ کی سزا ہے...... اگر تم پہلے مان جاتے تو تمہیں واقعی پانچ لاکھ مل جانے تھے...... پتا نہیں کس احمق نے تمہیں بیس لاکھ والا پلان سمجھا کر بھیجا...... اور تم نے سمجھا کہ میں اس جال میں پھنس جاؤں گی......“

میں نے دل ہی دل میں اماں کو کوسا۔

”ہاں تو جلدی بتاؤ!...... اس سے پہلے کہ پولیس آ جائے...... کیا تم پانچ سو کے عوض مجھ سے شادی کرنے اور طلاق دینے کے لیے تیار ہو؟؟؟“

”پپ...... پیسے کچھ تو بڑھاؤ......“

”اب تمہیں چار سو ملیں گے......“ وہ اطمینان سے بولی۔

”یہ...... یہ کیا بات ہوئی...... تمہیں پیسے بڑھانے کے لیے کہا تھا، کم کرنے کے لیے نہیں......“

”اب تمہیں تین سو ملیں گے......“ وہ کرسی پر بیٹھ کر میری حالت سے لطف اندوز ہونے لگی۔

”...... نن...... نہیں...... یہ ظلم مت کرو......“

''اب تمہیں دوسو ملیں گے......''

میں نے فوراً منہ پر ہاتھ رکھ لیا...... کیونکہ وہ جس سپیڈ سے رقم کم کرتی جارہی تھی اُس سے تو یہ خدشہ ہو چلا تھا کہ اگر میں بولتا رہا تو اُلٹا مجھ پر ادھار چڑھ جائے گا۔

''بولو...... راضی ہو؟؟؟''

میں بُری طرح ڈر گیا تھا...... لہذا جلدی سے ہاں میں گردن ہلا دی مبادا ان دوسو روپوں سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھوں۔

''شاباش...... اب تمہیں بولنے کی اجازت ہے...... لیکن اگر تم نے پیسوں میں کمی کی بات شروع کی تو پیسے پھر سے کم ہونے شروع ہو جائیں گے......'' اس نے دھمکی دی اور پھر فون اٹھا کر نمبر ڈائل کیا اور بولی...... ''ہاں ...... انسپکٹر صاحب...... اب آپ کے آنے کی ضرورت نہیں، معاملہ صلح صفائی سے طے پا گیا ہے...... ہاں جی...... شکریہ......!!!'' اس نے رسیور رکھ کر مجھے آنکھ ماری اور پھر کسی وکیل کو فون کرنے لگی۔ میں شکست خوردہ کھلاڑی کی طرح صوفے پر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں دوبارہ اس گھر میں کبھی نہیں آسکوں گا اور نہ ہی ایسے صوفے اور ایسے باتھ روم قسمت مجھے دوبارہ دکھائے گی۔

فہمی نکاح کے سلسلے میں زیادہ ہی تیزی دکھا رہی تھی، رات کے گیارہ بج رہے تھے لیکن شائد وہ سارا کام آج ہی ختم کر لینا چاہتی تھی، اسی دوران اس نے فون پر اصلی شاہ رخ سے بھی رابطہ کیا اور اسے خوشخبری سنائی اور حوصلہ دیا کہ بس عنقریب وہ پھر سے ایک ہونے والے ہیں...... دوسری طرف سے شاہ رخ نے غالباً حلالہ کی صحیح تشریح کے بارے میں اپنے خدشات کا اظہار کیا...... لیکن فہمی نے اسے پوری طرح تسلی دی کہ یہ حلالہ بالکل ایسے ہوگا کہ سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی...... مجھے ساری سمجھ آرہی تھی کہ اس مثال میں ''سانپ'' سے مراد مجھے لیا جارہا ہے۔ میرا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوتا جارہا تھا۔ پولیس کا خطرہ تو ٹل گیا تھا لیکن میں سوچ سوچ کر پاگل ہوا جارہا تھا کہ گھر جا کر جب میں اماں کو بتاؤں گا کہ پانچ لاکھ کی بجائے مجھے صرف دوسو روپے ملے ہیں، اور اس میں سے بھی میں 7 روپے ویگن کا کرایہ دے آیا ہوں تو ان

کی کیا حالت ہوگی۔ ابا تو ہوسکتا ہے چھ سات گھنٹوں کے لیے وفات پا جائیں......اور اماں......اماں کے بارے میں تو مجھے یقین تھا کہ وہ یہ روح فرسا خبر سنتے ہی میرے سر میں فرائی پین دے ماریں گی۔ میں گھٹنوں میں سر دے کر رونے لگا۔

''چچ......چچ......چچ......مرد ہو کر بھی تمہاری آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں......''فہمی نے پیکٹ سے چیونگم نکال کر اپنے منہ میں ڈالی اور مجھے پچکارا۔

میرا خون کھول اٹھا......''کیوں......کیا مرد کی آنکھوں میں ''ایلفی'' پڑی ہوتی ہے......؟''

''ہا ہا ہا ہا......اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اس کے دانتوں کی چمک سے میری آنکھیں خیرہ ہونے لگیں، وہ خاصی خوش نظر آ رہی تھی......ظاہری بات ہے، خوش ہونا اس کا حق تھا، اس کا کام بھی ہو رہا تھا اور پانچ لاکھ بھی بچ گئے تھے۔

☆☆☆

وکیل آدھے گھنٹے میں پہنچ گیا۔اس کی شکل دیکھتے ہی مجھے ایک جھٹکا سا لگا...... یہ تو ہماری گلی والے ملک صاحب کا بڑا بیٹا تھا، ملک شرافت۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر چونک اٹھا لیکن سلام لے کر چپ ہوگیا۔اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ جس لڑکی کے نکاح کے لیے اسے بلایا گیا ہے اس کا دولہا میں ہوں۔تاہم وہ مجھے سوٹ میں ملبوس دیکھ کر خاصا متذبذب نظر آ رہا تھا۔

''آیئے آیئے وکیل صاحب......آپ تو بڑی جلدی پہنچ گئے......مولوی صاحب کو لائے ہیں؟؟؟؟''

''جی......جی ہاں......مولوی صاحب نیچے ہیں......اجازت ہوتو بلوا لوں......'' شرافت نے جلدی سے پوچھا۔

''ہاں ہاں......کیوں نہیں......وہ تو آج کی تقریب کے مہمان خصوصی ہیں......'' فہمی نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

شرافت فوراً نیچے گیا اور مولوی صاحب کو بھی ساتھ لے آیا۔مولوی صاحب خاصے ''وزنی'' تھے لہذا پندرہ سیڑھیاں چڑھنے میں ہی ان کی سانس پھول گئی......کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ دھڑام سے صوفے پر گر گئے اور اشارے سے مجھ سے پانی مانگا......غالباً وہ مجھے نوکر سمجھ رہے تھے......اب میں انہیں کیسے سمجھاتا کہ میں یہاں ''ملازم'' تھا ''نوکر'' نہیں......پھر بھی میں برا سا منہ بناتے ہوئے اٹھا اور مولوی صاحب کے لیے فریج میں سے پانی کا گلاس بھر لایا۔اب شرافت کے چہرے پر بھی

اطمینان تھا، شائد اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ میں اس گھر میں نوکر ہوں۔

''ہاں تو میڈم کہاں ہیں آپ کے ہونے والے شوہر؟؟؟'' شرافت نے اپنے ہاتھ میں پکڑے بڑے سے خاکی لفافے میں سے کچھ کاغذات نکالتے ہوئے کہا۔

''آپ نکاح نامہ وغیرہ تو لے آئے ہیں ناں......!!!'' فہمی نے احتیاطاً پوچھا۔

''جی میڈم......سارے کاغذات تیار کروا کے لایا ہوں......البتہ مولوی صاحب سے رابطے میں بڑی مشکل پیش آئی، آپ کو تو پتا ہے کہ شادیوں کا سیزن ہے اور پھر یوں آدھی رات کو نکاح پڑھانا......بہرحال مولوی صاحب نے بڑی مہربانی کی جو میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئے......ورنہ آج انہیں تین شادیاں بھگتانا تھیں......'' شرافت نے بڑی چرب زبانی سے اپنا مطمع نظر بیان کر دیا۔

''فکر نہ کیجئے وکیل صاحب! مولوی صاحب نے اگر ہماری خاطر اتنی زحمت اٹھائی ہے تو ہم بھی انہیں مایوس نہیں کریں گے......'' فہمی نے پرس سے ہزار ہزار کے دس نوٹ نکال کر مولوی صاحب کی طرف بڑھا دیے۔

مولوی صاحب کو پانی پیتے پیتے غوطہ لگ گیا......لیکن وہ پھر بھی آگے بڑھے اور جھپٹ کر نوٹ اچک لیے......'' ان کی آنکھوں میں بے پایاں خوشی رقص کرنے لگی تھی۔ غصے سے میرا رنگ سرخ ہو گیا......مجھ سے اچھا تو مولوی رہ گیا تھا جو جیب گرم کر کے جا رہا تھا۔ شرافت نے فوراً کھنکار کر مولوی صاحب کو متوجہ کیا، جس کا مطلب یقیناً یہ تھا کہ اس مال غنیمت میں وہ برابر کا حصہ دار ہے

''میرا خیال ہے نکاح شروع کرنا چاہیے......'' فہمی نے لاپرواہی سے کہا اور مولوی صاحب کی آنکھیں پھیل گئیں......غالباً یہ ان کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ لڑکی از خود نکاح کے لیے زور ڈال رہی تھی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ کسی ایسی حرکت کے جواب میں شرم و حیاء پر ایک طویل لیکچر دے سکتے تھے لیکن جیب میں پڑے نوٹ ان کی زبان کی راہ میں پتھر بن کر حائل ہو گئے۔ انہوں نے ایک طویل ''ہوں'' کی اور شرافت کی طرف دیکھا۔ شرافت نے فہمی کی ہاں میں ہاں ملائی اور پہلے والا سوال پھر دہرایا کہ......''دولہا کہاں ہے؟''

فہمی نے ایک ادا سے میری طرف اشارہ کر دیا۔
شرافت کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا...... وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنا لمبا ہاتھ مار جاؤں گا۔ کاش میں اسے بتا سکتا کہ میں نے صرف دو سو روپے کا ہاتھ مارا ہے۔ اس کی حالت دیدنی تھی، اس نے بمشکل حلق سے تھوک نگلا اور بے یقینی کے انداز میں بولا...... ''یہ...... یہ...... آپ اس سے شادی ...... کر رہی ہیں''
''کیوں...... آپ کو کوئی اعتراض؟؟'' فہمی کے لہجے میں ناگواری در آئی۔
''نن...... نہیں...... مم...... مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے......'' شرافت سٹپٹا گیا۔
آپ کو معلوم ہے ناں کہ نکاح کے فوراً بعد طلاق ہو گی......'' فہمی نے اسے یاد دلایا۔
''جی میڈم...... مجھے یاد ہے...... اور میں نے مولوی صاحب کو بھی بتا دیا تھا......''
مولوی صاحب الجھن زدہ لہجے میں بولے...... ''لیکن خاتون...... حلالہ میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ عورت اور مرد......''
''مولوی صاحب!......'' فہمی نے بات کاٹی...... ''آپ ان چکروں میں مت پڑیں......''
''میرا خیال ہے مولوی صاحب درست فرما رہے ہیں......'' میں نے درمیان میں ٹانگ اڑائی۔
''تم خاموش رہو......'' فہمی گرجی...... اور میں بغلیں جھانکنے لگا۔ میری بے عزتی ہوتی دیکھ کر شرافت کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ کھیلنے لگی، غالباً وہ بھی میری ''اہمیت'' سے آگاہ ہو گیا تھا۔ اس نے مولوی صاحب کو اشارہ کیا اور انہوں نے فوراً رجسٹر نکال لیا...... پہلے میرا پورا نام پوچھا...... پھر نکاح نامے کے کالم پُر کرنے لگے...... ساتھ ساتھ وہ مجھ سے ضروری چیزیں بھی پوچھتے جا رہے تھے...... مرتا کیا نہ کرتا...... میں انہیں انتہائی بددلی سے ساری معلومات فراہم کر رہا تھا، فہمی اس دوران اطمینان سے بیٹھی چیونگم سے جگالی کر رہی تھی۔ شرافت بڑی متجسس نظروں سے نکاح نامے کے پُر ہونے والے مندرجات کا جائزہ لے رہا تھا، شائد وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں میں نے اپنے بارے میں فہمی سے کوئی جھوٹ تو نہیں بولا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس کی نگاہوں میں مایوسی کے آثار ابھر آئے...... کیونکہ میری بیان کردہ تمام چیزیں درست تھیں۔ نکاح

نامے پر دستخط کے بعد انہوں نے نکاح کے کلمے شروع کر دیے اور مجھ سے تین دفعہ پوچھا کہ کیا فہمی مجھے قبول ہے؟

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور تین دفعہ ''قبول ہے قبول ہے قبول ہے'' کہہ دیا۔

میری طرف سے گواہ کے فرائض شرافت نے ادا کیے۔مولوی صاحب نے دبے لفظوں میں گواہوں کی تعداد پر اعتراض کرنا چاہا لیکن شرافت کے گھورنے پر خاموش ہوگئے اور فہمی کی طرف متوجہ ہوئے......اس کا نکاح نامہ پُر کیا......اور گواہوں کے کالم پر آ کر شرافت کی طرف دیکھا،شرافت نے اطمینان سے نکاح نامہ پکڑا اور فرضی نام سے وہاں دستخط کر دیے اور ایڈریس بھی فرضی لکھ دیا۔مولوی صاحب نے کھنکارتے ہوئے گلا صاف کیا اور فہمی سے میری بابت پوچھا......وہ بڑے مزے سے چیونگم چباتی ہوئی بولی......''قبول ہے......قبول ہے......قبول ہے......''

میں نے آہ بھر کر چھت کی طرف دیکھا......لیکن نہ تو آسمان ٹوٹا اور نہ ہی کوئی سرخ آندھی آئی......حالانکہ سنا تھا جب کسی معصوم کے ارمانوں کا خون ہوتا ہے تو بڑے زور کی سرخ آندھی آتی ہے۔

مولوی صاحب نے ''مبارک'' کہا تو مجھے پتا چلا کہ میں فہمی کا خاوند بن گیا ہوں......لیکن میں اس کا اصلی خاوند تھوڑا تھا......میں تو کرائے کا خاوند تھا،جس کا کرایہ 200 روپے مقرر ہو چکا تھا اور بس کچھ ہی دیر میں کرائے کا وقت ختم ہونے والا تھا۔

مولوی صاحب نے نکاح نامے کا ایک کاغذ رجسٹر سے پھاڑ کر فہمی کو تھما دیا اور ایک میرے ہاتھ میں دے دیا اور اپنے باقی کاغذ سمیٹ کر تھیلے میں ڈال لیے۔

''چلو بھئی......اب مجھے طلاق دو......''فہمی نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔

میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی......اور سب اچھل پڑے......!!!

فہمی کا رنگ یکدم اڑ گیا......مولوی صاحب کے ہاتھ پیر کانپنے لگے......باہر سے سیٹھ خوبصورت کی آواز آئی!!!

''فہمی ...... Can i go ......کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟''

''اوہ مائی گاڈ ...... یہ ڈیڈی اس وقت کہاں سے آ گئے ......''فہمی نے تیزی سے کچھ سوچا اور ہم سب کو بیٹھے رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے ایک چھلانگ لگا کر دروازے کے پاس گئی' انتہائی آہستگی سے چٹخنی نیچے کی ......اور پھر بھاگ کر واپس کرسی پر آ بیٹھی ۔سیٹھ کو پتا بھی نہ چلا کہ مقفل دروازہ اب کھل چکا ہے۔کرسی پر گرتے ہی اس نے جلدی سے اپنا سانس درست کیا اور انتہائی مدھم آواز میں ہم سب کو صرف اتنا کہا کہ میں جو کہوں، میری ہاں میں ہاں ملا دینا۔اور پھر اونچی آواز میں بولی ......''آ جائیں ڈیڈی ......دروازہ کھلا ہے......!!!''

''بیٹے مجھے اچانک شعر ہوا تھا ......لہذا میں نے سوچا کہ ......ارے ...... یہ کون ہیں ......؟؟؟''سیٹھ کمرے میں داخل ہوتے ہی چونک اٹھا۔

''یہ ...... یہ ...... ڈیڈی ...... یہ شاہ رخ کے بھائی ......اور ......اور یہ شاہ رخ کے ابو ہیں ......''فہمی نے گھبرا کر کہا۔

''ابو ......؟؟؟ ......لیکن تم نے تو بتایا تھا کہ اس کے ابو فوت ہو چکے ہیں ......'' سیٹھ کے لہجے میں حیرانی تھی۔

''وہ ......وہ ...... ہاں ...... یاد آیا ......اصل میں یہ شاہ رخ کے کراچی والے ابو ہیں ......''فہمی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ معاملہ کیسے سنبھالے ......!!!

''کراچی والے ......؟؟؟ ......تو کیا پہلے ابو فیصل آباد والے تھے؟؟؟'' سیٹھ کنپٹی کھجانے لگا اور فہمی کے ہوش اڑ گئے۔

''نن ......نہیں ڈیڈی ......میرا مطلب ......تھا کہ یہ شاہ رخ کے سوتیلے والد ہیں ......انہوں نے ہی شاہ رخ کو پال پوس کر جوان کیا ہے ...... بڑے مذہبی قسم کے انسان ہیں''

''اوہ ...... Thats Bad ......بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر، کیا کرتے ہیں آپ؟'' سیٹھ نے گرم جوشی سے مولوی صاحب سے ہاتھ ملایا اور مولوی صاحب کی جان نکل گئی۔

''مم ......میں ......مسجد میں ......''

''ڈیڈی...... یہ مسجد میں پروفیسر ہیں...... بڑی دھوم ہے ان کی، دور دور سے لوگ ان کے پاس آتے ہیں''

''اچھا اچھا...... بھئی آپ کا صاحبزادہ تو بہت زبردست سائنسدان ہے...... میں تو اس کی ایجادات سن کر حیران رہ گیا ہوں...... میری خوش نصیبی ہے کہ یہ میرا داماد ہے......'' سیٹھ نے میری طرف دیکھتے ہوئے تعریفی انداز میں کہا اور میں نے سعادت مندی سے سر جھکا لیا...... اب تو میں واقعی اس کا داماد تھا۔

سیٹھ کے الفاظ سنتے ہی شرافت بری طرح چونکا...... وہ تو شروع سے مجھے اور میرے خاندان کو جانتا تھا...... میرا اور سائنس کا رشتہ ایسا ہی تھا جیسا امریکہ اور چیچو کی ملیاں کا۔ وہ بہت کچھ سمجھ گیا تھا اسی لیے دھیرے دھیرے سر ہلانے لگا، تاہم اس نے فوری مداخلت سے گریز کیا۔ سیٹھ نے اس کی طرف دیکھا......!!!

''تو آپ ہیں شاہ رخ کے بھائی......''

''جی ہاں...... میں شاہ رخ کا بھائی ہوں اور میرا نام کمال احمد ہے'' شرافت نے کن اکھیوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے میرا اصلی نام دہرا کر ثابت کر دیا کہ وہ میرے فراڈ سے آگاہ ہو چکا ہے۔

'' What is your age? آپ کیا کام کرتے ہیں؟'' سیٹھ نے انگلش بولی اور شرافت ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگا، شائد اسے بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کون سی زبان کا جواب دے؟ اس سے پہلے کہ سیٹھ اپنے سوال کو دہراتا...... فہمی فوراً مدد کو لپکی اور بولی...... ''ڈیڈی...... یہ وکیل ہیں، بہت بڑے وکیل......''

''اچھا............'' سیٹھ نے اچھا کو لمبا کیا...... ''تو اس کا مطلب ہے سارا خاندان ہی پڑھا لکھا اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہے......''

مولوی صاحب نے اپنی موٹے شیشوں والی عینک درست کرتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔

''ڈیڈی آپ سوئے نہیں ابھی تک؟'' فہمی جلد از جلد سیٹھ سے چھٹکارا پانا چاہتی تھی۔

''بیٹے نیند ہی نہیں آ رہی...... تمہیں تو پتا ہے جب مجھے کسی شعر کی آمد ہو رہی ہو تو میری نیند اڑ جاتی

ہے......اور اِس وقت تو ایسا شعر ہوا ہے کہ میں خود حیران رہ گیا ہوں......میرا خیال ہے کہ یہ اس صدی کا سب سے شاندار شعر ہے......''

''واہ واہ سیٹھ صاحب......ارشاد کیجئے......بلکہ ہو سکے تو اپنا باقی کا سارا دیوان بھی سنایئے......بلکہ وہ کلام بھی سنایئے جو ابھی آپ نے لکھا ہی نہیں......میرے ابو اور بھائی آپ کے کلام کے بڑے پرستار ہیں......''میں نے سیٹھ کو مکھن لگایا اور سب کا منہ بن گیا۔فہمی سمجھ گئی کہ میں اس کے باپ کو روک کر زیادہ سے زیادہ تاخیر کرنا چاہ رہا ہوں، لیکن وہ بے بس تھی اور اس موقع پر سوائے مجھے آنکھیں دکھانے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔شرافت گھور گھور کر میری طرف دیکھ رہا تھا لیکن میں بڑی بے نیازی سے صوفے پر جم کر بیٹھ گیا۔

اپنی تعریف سن کر سیٹھ خوبصورت کا منہ 32 بور، ریوالور کے دھانے کی طرح کھلے کا کھلا رہ گیا۔اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اس کے کلام کی خوشبو اتنی دور دور تک پھیل چکی ہو گی۔اس نے محبت پاش نظروں سے میری طرف دیکھا، پھر قریبی کرسی سنبھال لی۔

''شاباش برخوردار!......تم واقعی میرے داماد کہلانے کے لائق ہو......لیجئے حاضرین پہلے تازہ شعر سنئیے......عرض کیا ہے کہ!

میرے پیار کو نظر تیری چاٹ گئی ہے
میری ویل دی قمیض اج پاٹ گئی ہے

''واہ......واہ......سبحان اللہ......کیا بات ہے......'' میں اچھل اچھل کر داد دینے لگا......باقی سب خاموش بیٹھے تھے، سیٹھ نے خوشی سے سرشار ہو کر اپنی کرسی میری طرف موڑ لی، ایسا لگتا تھا کہ اسے کوئی پرواہ نہیں کہ کمرے میں کوئی اور بھی اس کی شاعری سن رہا ہے یا نہیں......اسے تو ایک ہی سامع کافی تھا جو اسے بھرپور داد دے رہا تھا......!!!

''اب میں اپنی تازہ آزاد نظم سناتا ہوں......برخوردار! کیا تمہیں آزاد نظم پسند ہے؟؟''

''نہیں جی......مجھے ''غلام نظم'' زیادہ پسند ہے......''میں نے اپنا ادبی رعب جھاڑا۔

''کیا مطلب......؟؟؟''سیٹھ مبہوت رہ گیا۔مجھے فوراً الہام ہوا کہ مجھ سے بونگی سرزد ہو گئی ہے، میں

نے تیزی سے اپنا جملہ واپس کیا اور فوراً کہا......''مم......میرا مطلب ہے کہ مجھے آزاد نظم بھی بہت پسند ہے''

''Shit......بہت اچھے......تو پھر سنو میری تازہ آزاد نظم......عنوان ہے''اُداسی کا نکاح''......عرض کیا ہے کہ!

میری اُداسی بھی کنواری ہے

اور تیرا خوف بھی ''چھڑا''

تو پھر کیوں نہ دونوں کا نکاح کریں

میری اداسی کا جہیز تیار ہے

بس وی سی آر کی کمی ہے

تم اپنے خوف کا سہرا تیار کرو

میں اپنی اداسی کا غرارہ خریدتا ہوں

شادی والے روز

ایک خصوصی تقریب ہوگی

باجے بجیں گے

ڈھول بجیں گے

اور ایک شاندار محفل مجرا ہوگی

جس میں، میں بھی اپنے فن کا

مظاہرہ کروں گا

کیونکہ میں چاہتا ہوں

میری اداسی کا نکاح شاندار ہو

اور خوب چھوہارے بٹیں

آہ......میری اداسی!!!

☆☆☆

سیٹھ نے نظم ختم ہوتے ہی ایک ٹھنڈی سانس لی اور داد طلب نظروں سے میری طرف دیکھا، میں تو پہلے ہی تیار بیٹھا تھا......لہذا اچھل اچھل کر داد دینا شروع کر دی۔میری ہر داد پر سیٹھ خوبصورت کی آنکھیں چمکنے لگتیں۔اور سینہ تھوڑا اور پھول جاتا۔شرافت اور مولوی صاحب اس سارے ڈرامے سے لاتعلق نظر آ رہے تھے، البتہ فہمی مسلسل ناخن چبا رہی تھی۔اس کی طلاق لیٹ ہوئی جا رہی تھی اور فی الحال سیٹھ کے جانے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔سیٹھ نے پھر ایک نئی غزل سٹارٹ کر لی تھی اور میں کچھ نہ سمجھ میں آنے کے باوجود بھی اسے پوری جانفشانی سے داد دیے جا رہا تھا۔رات دھیرے دھیرے بیت رہی تھی، سیٹھ نے کوٹ کی جیب سے اپنا دیوان نکال لیا تھا اور مزے لے لے کر مجھے کلام سنا رہا تھا۔مولوی صاحب بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگے تھے جبکہ شرافت پہلو پہ پہلو بدل رہا تھا، اس کی نظریں بار بار فہمی کی طرف اٹھ رہی تھیں......فہمی اپنا سر ہاتھوں میں لیے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی......سارا منصوبہ چوپٹ ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا...... ہر دفعہ جیسے ہی میں سیٹھ کو داد دیتا......وہ ایک بل کھا کر رہ جاتی......میں اس شاندار موقع کو گنوانا نہیں چاہتا تھا لہذا ڈٹا ہوا تھا......حالانکہ خدا گواہ ہے سیٹھ کی شاعری سن سن کر مجھے ''ہیضہ'' ہونے لگا تھا......لیکن میں نے دل ہی دل میں کہا......''کما لے...... یہ ہیضہ نہیں بلکہ ''ہیضہ'' من فضل ربی ہے......''

بالآخر جب سیٹھ نے اپنی 37 ویں غزل شروع کی تو شرافت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ......اس نے مولوی صاحب کو ٹہوکا دیا......مولوی صاحب ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

''اچھا انکل......ہم چلتے ہیں......کافی دیر ہو گئی ہے......'' شرافت نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

سیٹھ نے چونک کر ناگواری سے اس کی طرف دیکھا جو اس کی شعر خوانی میں مخل ہوا تھا......پھر بیٹھے بیٹھے بولا......'' Welcome......خدا حافظ''

فہمی بھی تیزی سے کھڑی ہو گئی......وہ شرافت اور مولوی صاحب کو روکنا چاہتی تھی، لیکن سیٹھ کے خدا حافظ کہنے کے بعد وہ انہیں بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔

''اچھا...... بھابھی ہم چلتے ہیں......'' شرافت نے لفظ ''بھابھی'' پر زور دیتے ہوئے فہمی کی طرف

دیکھا اور مولوی کو ساتھ لے کر سیڑھیوں والے دروازے سے باہر نکل گیا۔فہمی جلدی سے شرافت کے پیچھے لپکی اور دروازے کے قریب پہنچ کر اس کے کان میں کوئی سرگوشی کی اور وہ سر ہلاتا ہوا نیچے اتر گیا۔مولوی صاحب بھی اس کے ساتھ تھے۔فہمی بے بسی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور میں خوشی سے جھومتے ہوئے سیٹھ خوبصورت سے ایک اور غزل کی فرمائش کر رہا تھا۔فہمی نے کینہ توز نظروں سے میری طرف دیکھا اور چپ کر کے صوفے پر بیٹھ گئی۔

اچانک میں نے سیٹھ کو شعر پر داد دی اور فہمی کی طرف منہ کر کے کہا!!!

''فہمی جان......اتنے اچھے شعر سن رہا ہوں......کچھ کھانے کے لیے ہی بنا لاؤ......''

سیٹھ نے میری ہاں میں ہاں ملائی

''لل......لیکن......خانساماں تو سو چکا ہے......'' فہمی نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''جان......اس وقت تو تمہارے ہاتھ کی کوئی چیز کھانے کو جی چاہ رہا ہے......جاؤ ناں......''

میں نے پوری طرح سے اس کی بے بسی کا مزا لیتے ہوئے کہا، وہ بادل نخواستہ اٹھ کھڑی ہوئی، تاہم اس کا پورا جسم مجھے گالیاں دیتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔وہ چل بھی ایسے رہی تھی جیسے مجھے کُچل رہی ہو۔

میں دوبارہ سیٹھ کی بکواس سننے لگا۔دس پندرہ منٹ بعد فہمی چائے کے دو کپ اور ساتھ میں بسکٹ لے کر آ گئی۔

''سبحان اللہ......کتنی فرمانبردار ہے میری بیوی......لاؤ بھئی اس وقت تو چائے پینے کا اپنا ہی لطف ہو گا......''میں نے لپک کر اس کے ہاتھوں سے ٹرے لے لیا۔

''ایک منٹ......'' اس نے مجھے گھورا......''ڈیڈی زیادہ چینی نہیں پیتے......یہ ڈیڈی کا کپ ہے'' اس نے میرے ہاتھ میں پکڑے کپ کی طرف اشارہ کیا۔میں نے مسکراتے ہوئے وہ کپ سیٹھ کو پکڑا دیا اور دوسرا کپ اپنے ہاتھ میں لے کر چھوٹی چھوٹی چُسکیاں لینے لگا۔

ہمارے گھر میں چائے پیالیوں میں پی جاتی تھی......مجھے بھی وہی لت پڑی ہوئی تھی......اس لیے میرے چائے پینے کی آواز اتنی بلند تھی کہ ایسا لگ رہا تھا میں چائے پی نہیں رہا بلکہ

چاٹ رہا ہوں۔تاہم فہمی کے گھورنے پر میں نے فوراً اپنا والیوم کم کر دیا۔سیٹھ خوبصورت اب اپنے دیوان کا پچاسواں صفحہ پلٹ رہا تھا اور ساتھ میں چائے کا گھونٹ بھر رہا تھا۔فہمی بے نیازی سے ایک طرف بیٹھ کر خواتین کا کوئی رسالہ پڑھنے لگی۔میں نے کلاک کی طرف نگاہ ڈالی......رات کے دو بجنے کو تھے......مجھے شدید نیند محسوس ہو رہی تھی، جماہی پہ جماہی آ رہی تھی لیکن میں بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کیے ہوئے تھا، اس وقت سیٹھ کو بٹھائے رکھنا بہت ضروری تھا......میں نے سوچا، پانی کے کچھ چھینٹے ہی منہ پر مارلوں۔یہ خیال آتے ہی میں تیزی سے باتھ روم کی طرف لپکا۔سیٹھ نے مجھے اتنی سبک رفتاری سے باتھ روم کی طرف جاتے دیکھا تو کچھ اور سمجھا اور برا سا منہ بنا کر چائے پینے لگا۔میں نے باتھ روم میں جاتے ہی واش بیسن میں اپنا منہ دیکھا......کوئی فرق نہیں پڑا تھا......میں نے ٹھنڈے پانی کے دو چار چھینٹے آنکھوں پر مارے اور اپنا جائزہ لیا......مجھے بے اختیار خود پر پیار آ گیا......ابا تو ایسے ہی کہتے تھے کہ میں گدھا ہوں......حالانکہ آج میں نے اپنی عقل مندی سے ثابت کر دیا تھا کہ میں گدھا نہیں، گھوڑا ہوں......اگر میں عین وقت پر سیٹھ خوبصورت کو شاعری پر آمادہ نہ کر لیتا تو اس وقت فہمی مجھ سے چھن چکی ہوتی......میں نے دوبارہ شیشے میں خود کو دیکھا......میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تازہ تازہ شادی شدہ بندہ کیسا لگتا ہے......پھر میں نے سوچا......میں ابھی شادی شدہ کہاں ہوا ہوں......ابھی تو صرف نکاح شدہ ہوں۔میں نے نوٹ کیا کہ نکاح کے بعد میرے چہرے پر نکھار آ گیا تھا۔میں نے پھر سوچا......اگر نکاح کے بعد اتنا نکھار آ گیا ہے تو شادی کے بعد تو میرا پہچانا جانا مشکل ہو جائے گا......میں دوبارہ واش بیسن کی طرف آیا اور اب کی بار صابن لگا کر اچھی طرح سے منہ دھویا اور تولیے سے چہرہ خشک کرتے ہوئے کمرے میں آ گیا۔

کمرے میں آتے ہی مجھے اچانک کسی کُتے کے غرانے کی آواز آئی اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ایسا لگ رہا تھا کتا کہیں قریب ہی ہے۔میں نے جلدی سے ادھر اُدھر دیکھا......لیکن کتے کا کہیں نام ونشان نہ تھا......البتہ غراہٹوں کی آواز بدستور آ رہی تھی......ایسا لگتا تھا کہ کتا بہت غصے میں ہے......اسی اثناء میں میری نظر اچانک سیٹھ خوبصورت پر پڑی اور میں حیران رہ گیا......سیٹھ بڑے آرام سے صوفے پر گہری نیند سو رہا تھا اور جسے میں کتے کی غراہٹیں سمجھ رہا تھا وہ

سیٹھ خوبصورت کے خراٹے تھے۔میں نے اللہ کا شکرادا کیا کہ میری جان چھوٹی۔فہمی نے رسالہ بند کیا اور میرے قریب آ گئی!

''شکریہ،،میں نے شرما کر کہا۔

''کس بات کا......''اُس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''پاس آنے کا......''

فہمی نے بڑی محبت سے میرے گال پر چٹکی کاٹی اور میں پاگل ہوگیا......کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یکدم اتنی اچھی کیسے بن گئی۔

''تم بہت شریر ہو'' فہمی نے آنکھ ماری۔

میں نے پھر شرما کر کہا......''مہربانی ہے تمہاری......ورنہ ابا مجھے شریر کی بجائے خنزیر کہا کرتے ہیں......''

''تو پھر کیا خیال ہے......شروع کریں......؟؟؟''اس نے معنی خیز انداز میں میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''بسمہ اللہ......''میں نے جلدی سے تکیے کی طرف ہاتھ بڑھایا......''

''شاباش......تو پھر بولو......''

''کیا بولوں......''میں چونک گیا۔

''بھئی وہی......طلاق......طلاق......طلاق......''

''کیا مطلب......تم......تم......''

''ہاں......میں......چلو جلدی کہو......'' وہ غصے میں آ گئی۔

میں نے طنزیہ لہجے میں کہا......''تمہارے وکیل اور مولوی صاحب تو جا چکے ہیں......البتہ تمہارے ڈیڈی یہاں موجود ہیں......''

''ان کی فکر مت کرو......''فہمی نے چٹکی بجائی......''میں نے انہیں نیند کی ایسی گولی دی ہے کہ اب یہ کل دوپہر کے بعد ہی اٹھ سکیں گے......''

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''آ جائیں وکیل صاحب اور مولوی صاحب......اس نے آواز لگائی اور وہ دونوں دوبارہ کمرے میں داخل ہو گئے......میں سمجھ گیا کہ پانسہ پلٹ چکا ہے۔

☆☆☆

مولوی صاحب اور شرافت پورے طمطراق سے اندر داخل ہوئے۔ مجھے ایسے لگا جیسے میرے جنازے کا وقت آن پہنچا ہے۔ دونوں اطمینان سے اپنی اپنی نشستوں پر دوبارہ براجمان ہو گئے۔ سیٹھ پوری ذمہ داری سے خراٹے لینے میں مصروف تھا۔

''جی جناب......شاہ رخ صاحب......کیا حال ہیں'' شرافت نے بڑے احترام سے مجھے ذلیل کیا۔

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا......فہمی نے تیزی سے کہا۔

''جلدی بھونکو......!!!''

''ہر بندے کو اپنا باپ نہ سمجھ لیا کرو......'' میں تلملایا۔

فہمی چلائی......''شٹ اپ......یو......باسٹرڈ......''

''مم......مجھے پانی تو پی لینے دو......'' میں نے جلدی سے ہاتھ جوڑے۔

''تم نے طلاق دینی ہے......دودھ کی نہر نہیں کھودنی......طلاق دے دو پھر اطمینان سے پانی پیتے رہنا......'' فہمی گرجی۔

'' مولوی صاحب! پھانسی پر بھی لگنے سے پہلے بندے کی آخری خواہش پوچھ لی جاتی ہے، کیا طلاق کے وقت شرع میں ایسی کوئی سہولت نہیں......'' میں نے مولوی صاحب سے رجوع کیا۔

مولوی صاحب یکدم کھنکارے......گھور کر میری طرف دیکھا......پھر اطمینان سے بولے......''نہیں''

''اب تم نے طلاق کے علاوہ کوئی لفظ بولے تو جان نکال دوں گی......'' فہمی فیصلہ کن لہجے میں بولی

اور پرس میں ہاتھ ڈالا......میں سمجھ گیا کہ ریوالور چیک کر رہی ہے۔

میں نے آہ بھری......اور عین اسی لمحے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا۔

میں نے گھبرا کر اپنی آنکھیں ملیں......شائد طلاق کے صدمے سے میری بینائی متاثر ہوگئی تھی......میں چلایا......''مم...... مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا......''

''آہستہ بولے حرام زادے......ہمیں بھی کچھ نہیں نظر آ رہا......''فہمی نے دانت پیسے۔

اور تب مجھ پر کھلا کہ قسمت نے عین وقت پر مجھ پر ایک اور مہربانی کی ہے اور لائٹ بند ہوگئی ہے۔ میرا دل چاہا کہ سوا پانچ گھنٹے تک واپڈا کی بلاتوقف ''چُمیاں''لوں......زندگی میں پہلی بار واپڈا پر بے انتہا پیار آیا۔

''میں ابھی ایمرجنسی لائٹ لاتی ہوں......وکیل صاحب ذرا دھیان سے بیٹھئے گا......'' فہمی نے شرافت کو خبردار کیا اور دوسرے کمرے کی طرف لپکی۔

شرافت غیر محسوسانہ طور پر دروازے کے قریب ہوکر بیٹھ گیا تاکہ کوئی باہر نہ جا سکے۔ اتنے میں دوسرے کمرے سے ہلکی سی روشنی نظر آئی......غالباً فہمی نے ایمرجنسی لائٹ ڈھونڈ لی تھی اور اب اسے ہمارے والے کمرے میں لے کر آ رہی تھی۔ میں نے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں کچھ سوچا......پھر تیزی سے ہاتھ بڑھا کر مولوی صاحب کی کرسی الٹا دی......ان کے حلق سے ایک خوفناک چیخ نکلی اور وہ دھڑام سے قالین پر آ گرے......اندھیرے کی وجہ سے مجھے نظر تو نہیں آ رہا تھا کہ وہ گرے ہوئے کیسے لگ رہے ہوں گے، تاہم میں نے چشمِ تصور میں ان کی ٹانگیں اوپر اور سر نیچے مچلتا ہوا دیکھا۔ مولوی صاحب کی چیخ سن کر شرافت گڑبڑا گیا......''کک......کیا ہوا مولوی صاحب......'' وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا اندازے سے مولوی صاحب کی طرف لپکا، فہمی بھی ایمرجنسی لائٹ لیے قریب آ گئی تھی، میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ......تیزی سے آواز پیدا کیے بغیر بیڈ کے نیچے رینگ گیا۔ فہمی نے بھی مولوی صاحب کی چیخ سن لی تھی اور تقریباً دوڑتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اندر کا منظر دیکھتے ہی چکرا گئی......!!! مولوی صاحب کرسی سمیت قالین پر اوندھے پڑے تھے......شرافت مولوی صاحب کو سنبھال رہا تھا......اور میں......نکاح نامے

سمیت غائب تھا......!!!

☆ ☆ ☆

فہمی کے حلق سے دبی دبی چیخ نکل گئی۔میں نے پوری طرح سے اپنا سانس روک لیا تھا کیونکہ مجھے پتا تھا اگر اب کی بار میں ''دریافت'' ہوگیا تو طلاق بھی دینا پڑے گی اور چھتر بھی کھانا پڑیں گے۔بیڈ کافی بڑا تھا اس لیے میں کھسکتا کھسکتا اس کے آخری کونے پر چلا گیا۔

''وکیل صاحب......نیچے دیکھئے......وہ حرام زادہ بھاگ گیا ہے......پکڑیئے اُسے......''فہمی پوری قوت سے چلائی اور شرافت سمجھ گیا کہ اب اسے مجھے ''مسٹر اور آپ'' کہہ کر بلانے کی کوئی ضرورت نہیں......وہ مولوی صاحب کی کرسی آدھی سیدھی کر چکا تھا......فہمی کا جملہ سنتے ہی اس نے کرسی وہیں چھوڑ دی اور چھلانگ لگا کر سیڑھیوں کی طرف بھاگا......مولوی صاحب دوبارہ الٹ کر گرے......البتہ اس بار مجھے ان کی کوئی آواز نہیں آئی۔اسی دوران ایک جھپاکا ہوا اور لائٹ آ گئی۔فہمی زخمی شیرنی کی طرح کمرے میں بل کھا رہی تھی......اس کا بس چلتا تو وہ مجھ پر بھیڑیئے چھوڑ دیتی۔بجلی آتے ہی اس نے ایمرجنسی لائٹ ایک طرف پھینکی اور فرش پر گرا ہوا نکاح نامے کا دوسرا کاغذ اٹھانے کے لیے نیچے جھکی......میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا......اس کے بال آگے کو جھک آئے تھے......ایک سیکنڈ کے لیے بھی وہ اپنی نظروں کا زاویہ 90 ڈگری پر کر لیتی تو مجھے گھسیٹ کر بیڈ سے نیچے نکال سکتی تھی......لیکن قسمت پوری طرح سے میرا ساتھ دے رہی تھی۔اس نے نکاح نامہ اٹھایا اور پڑھ کر غصے سے پرے پھینک دیا۔سیٹھ خوبصورت بدستور بے ہوش تھا اور اب اس کے خراٹوں کی آواز گدھے کی آواز میں تبدیل ہو چکی تھی۔فہمی نے بتایا تھا کہ وہ کل سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا......اس کا مطلب ہے فی الحال باہر نکلنے میں خطرہ ہی خطرہ ہے......مجھے مولوی صاحب میں بھی کوئی حرکت نظر نہیں آ رہی تھی، یا تو وہ بے ہوش ہو گئے تھے، یا خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔لیکن فہمی کو مولوی صاحب کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔اسی دوران فون کی گھنٹی بجی اور فہمی نے بھاگ کر فون اٹھا لیا۔

''ہیلو......ہاں......فہمی بول رہی ہوں......غضب ہو گیا شاہ رخ......وہ کمینہ نکاح کے

بعد یہاں سے بھاگ گیا ہے...... ہاں ہاں...... میں بہت پریشان ہوں......نہیں نہیں ڈیڈی کو کچھ نہیں پتا...... میں نے ان کو چائے میں نیند کی گولیاں ڈال کر سلا دیا ہے......اوکے......'' وہ فون بند کر کے مُڑی اور ایک طویل سانس لیتی ہوئی صوفے پر گر گئی۔ اس نے اپنی گردن صوفے کی پشت سے لگا کر خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ اس کے پیر مجھے بیڈ کے نیچے سے بالکل صاف اور قریب نظر آ رہے تھے۔ میں سب کچھ بھلا کر پوری محویت سے اس کے پیر دیکھنے لگا......سفید سفید بے داغ پیر دیکھ کر میرا بڑا جی چاہا کہ کوئی ''چھوٹی سی شرارت'' کروں......لیکن پھر دماغ نے سمجھایا کہ اس چھوٹی سی شرارت کا نتیجہ ''بڑی سی مرمت'' کی شکل میں بھی نکل سکتا ہے......اس لیے میں باز رہا۔

تھوڑی دیر میں شرافت ہانپتا کانپتا اندر داخل ہوا...... ''مم...... میڈم...... کچھ پتا نہیں چلا...... مجھے لگتا ہے وہ اپنے گھر بھاگ گیا ہے، چوکیدار نے بھی کسی کو نہیں دیکھا......وہ یقیناً دیوار پھلانگ کر گیا ہے......!!!''

فہمی زور سے اچھلی...... ''اوہ یس......اُس مردود کا اپنے گھر کے علاوہ اور ٹھکانہ بھی کیا ہے...... چلو جلدی سے اُس کے گھر چلتے ہیں......''

''لل......لیکن......میڈم......وہ......مولوی صاحب......'' شرافت نے کچھ کہنا چاہا۔

''گولی ماریں مولوی صاحب کو...... میں اتنی بڑی مصیبت میں پھنسی ہوئی ہوں اور آپ کو مولوی صاحب کی سوجھ رہی ہے...... کچھ نہیں ہوتا، ہوش آئے گا تو خود ہی گھر چلے جائیں گے......''

''مم......میڈم......ایک بات کہوں......اگر آپ برا نہ منائیں......'' شرافت نے گلا صاف کیا اور دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی فہمی یکدم رک گئی...... ''جی فرمایئے''

''وہ......مم......میڈم...... میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ کمالے سے ہی شادی کر کے طلاق کیوں لینا چاہتی ہیں...... یہ خدمت تو میں بھی......میرا مطلب ہے کہ......''

فہمی کے ہونٹ پھڑکنے لگے...... ''وکیل صاحب......میرا خیال ہے آپ اپنے کام سے کام رکھیں تو زیادہ بہتر ہے...... مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں، یہ میں اچھی طرح سے جانتی ہوں''

''جی......جی......بالکل ٹھیک فرمایا آپ نے......'' شرافت نے فوراً پینترا بدلا۔

''تو پھر آیئے میرے ساتھ......''فہمی نے اسے اشارہ کیا اور وہ کسی سحر زدہ معمول کی طرح اسے کے پیچھے پیچھے لپکا۔

☆ ☆ ☆

میں پہلے خوش ہوا......پھر پریشان......خوش اس لیے کہ اب میرے لیے میدان صاف تھا، اور پریشان اس لیے کہ اب وہ اماں ابا کے پاس جائیں گے اور وہاں پتا نہیں کیا صورتحال پیش آ جائے۔ میں نے بیڈ کے نیچے سے نکل کر کھڑکی کی درز میں سے دیکھا......ان کی گاڑی گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔ میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میں تو آج تک کٹی ہوئی پتنگ لوٹنے کو ہی دنیا کا سب سے مشکل کام سمجھتا رہا تھا، آج اندازہ ہوا کہ مشکل کام کچھ اور بھی ہوتے ہیں۔ پہلے میں نے سوچا کہ یہیں چھپا رہتا ہوں......پھر خیال آیا کہ اگر وہ لوگ واپس آ گئے تو میں چوہے دان میں پھنس جاؤں گا، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ فرار ہوا جائے......لیکن کیسے؟؟؟......گیٹ پر تو چوکیدار تھا، اور دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ اگر میں ان پر چڑھ بھی جاتا تو دوسری طرف چھلانگ مارنے کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا......پھر تمام احتیاطیں بالائے طاق رکھتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اترا اور سیدھا چوکیدار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چوکیدار گیٹ کے پاس بیٹھا نسوار سے دل بہلا رہا تھا...... مجھے آتے دیکھ کر اچھل کر کھڑا ہو گیا، اس کی آنکھوں میں شدید حیرت اور تذبذب نظر آ رہا تھا۔ غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے پکڑ لے یا کچھ نہ کہے......شائد فہمی اور شرافت نے اسے میرے بارے میں کچھ خاص نہیں بتایا تھا۔ میں نے اس کی اسی کیفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا......''خان صاحب!......خان صاحب!......جلدی سے اندر جاؤ......جلدی سے......سیٹھ صاحب بے ہوش ہو گئے ہیں......''

سیٹھ کے بے ہوش ہونے کا سنتے ہی چوکیدار کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور نسوار والی ڈبی اس کے ہاتھ سے نیچے گر گئی۔

''اوہ خوچہ......کک......کیا ہوا سیٹھ صاحب کو......'' وہ ہکلایا۔

''پتا نہیں کیا ہوا ہے......تم فوراً ان کے پاس پہنچو......میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں......جلدی

جاؤ......‘‘ میں چلایا اور خان دیوانہ وار اندر کی طرف دوڑا......گیٹ کھلا ہوا تھا......میں نے مزید وقت ضائع کیے بغیر’’ ڈُرکی‘‘ لگادی۔

☆ ☆ ☆

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی...... ہرطرف گھپ اندھیرا تھا......اس وقت کسی ویگن کا ملنا تو محال تھالہذا میں پیدل ہی گھر کی طرف دوڑ رہا تھا۔ مین سڑک پر پہنچ کر میں نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی بس یا ویگن نظر آ جائے......لیکن ہرطرف خاموش تھی۔ عام حالات ہوتے تو شائد میں اتنا اندھیرا اور تنہائی دیکھ کر پلک جھپکتے میں بے ہوش ہو جاتا لیکن یہ معاملہ کچھ اور تھا اس لیے میں نے جی کڑا کر کے تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ مجھے پتا تھا کہ چوکیدار نے سیٹھ کو بے ہوش دیکھ کر شور مچا دیا ہوگا اور اس شور کو سن کر مولوی صاحب یقیناً ہوش میں آ چکے ہوں گے اور جی بھر کے مجھے بددعائیں دے رہے ہوں گے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ گھر کی طرف جاؤں یا کسی اور طرف نکل جاؤں۔ میں جانتا تھا کہ جب شرافت اور فہمی کو میں گھر پر نہیں ملوں گا تو فہمی ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے پولیس میں رپورٹ کرے گی اور پولیس لازماً میرے گھر کی نگرانی پر لگ جائے گی......پھر بھی نہ جانے کیوں میرے قدم اپنے گھر کی طرف ہی اٹھ رہے تھے......پتا نہیں کیوں مجھے یقین سا تھا کہ اگر میں گھر پہنچ گیا تو بچ جاؤں گا.........اچانک......دور سڑک پر سے کسی ویگن کی ہیڈ لائٹس قریب آتی ہوئی دکھائی دیں۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا، اسی لمحے مجھے یاد آیا کہ مرے پاس تو ویگن کا کرایہ بھی نہیں...... یہ خیال آتے ہی میرا دل سر پیٹ لینے کو چاہا......میں نے مایوسانہ انداز میں اپنا رخ فٹ پاتھ کی طرف موڑ لیا......میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ویگن سڑک چھوڑ کر میری طرف آنے لگی......میں رک گیا۔اور عین اسی لمحے مجھ پر انکشاف ہوا کہ یہ ویگن نہیں ہے بلکہ پولیس کا ’’ڈالہ‘‘ ہے۔خوف سے میرے پاؤں جم گئے۔گاڑی میرے قریب آ کر رکی اور ایک دھماکے سے اس کے دروازے کھل کر بند ہوئے......میرا خون اور حلق بیک وقت خشک ہو گیا۔گاڑی کی ہیڈ لائٹس سیدھی میرے چہرے پر پڑ رہی تھیں اور لائٹس کی روشنی میں تین چار’’ پُلسیے‘‘ میری طرف بڑھ رہے تھے۔اب بھاگنا فضول تھا کیونکہ ان کے ہاتھوں میں پکڑی بندوقیں میری طرف ہو چکی

تھیں۔ اتنے میں گاڑی کا اگلا دروازہ کھلا اور جو شخصیت برآمد ہوئی اسے دیکھ کر میری رہی سہی جان بھی نکل گئی۔ یہ وہی تھانیدار تھا جس نے مجھے چھت سے الٹا لٹکانے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرانی اتر آئی۔ اس نے قریب آ کر میرا جائزہ لیا...... پوری تسلی ہونے کے بعد اس نے کھل کر ایک قہقہہ لگایا اور ہاتھ میں پکڑا ڈنڈا میری بغل میں چبھویا...... ''اوئے کتے......تو رات کو ادھر کیا کر رہا ہے؟''

مجھے تسلی ہوگئی کہ فہمی نے ابھی تک اسے کوئی اطلاع نہیں دی......میں نے بہانہ بنایا...... ''وہ......مم......میں......کھانا ہضم کر رہا تھا......''

تھانیدار نے ایک اور غلیظ قہقہہ لگایا...... ''ابے تیرا گھر یہاں سے چھ میل دور ہے اور تو یہاں کھانا ہضم کر رہا ہے......صحیح صحیح بول کیا کر رہا تھا یہاں......ورنہ گردن اتار دوں گا......''

میں کانپ گیا...... ''نن......نہیں جی......یہ ظلم مت کیجئے گا......میں بغیر گردن کے گھر گیا تو ابا مجھے گولی مار دیں گے......''

''اوئے بکواس بند کر......جلدی بتا......تو ادھر کیا کر رہا تھا......؟؟؟''

ایک سپاہی نے انکشاف کیا...... ''سر جی! مجھے تو لگتا ہے کہ یہ کسی بندے کو مارنے کی پلاننگ کر رہا تھا......''

میں مزید کانپ گیا...... ''یہ......یہ......غلط ہے جی......میں نے تو آج تک کھل کر جھوٹ نہیں مارا، میں بندہ کیسے مار سکتا ہوں......''

''اس بات کا فیصلہ ہم تھانے جا کر کریں گے......'' تھانیدار نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا اور سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ میں بہت گڑگڑایا......خدا کے واسطے دیے......لیکن اس نے میری ایک نہ سنی اور گاڑی میں ڈال کر مجھے تھانے لے آیا۔ میں ڈر رہا تھا کہ اگر فہمی نے اسے فون کر دیا تو وہ پرچہ کاٹنے میں ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں کرے گا۔ تاہم اب کی بار اس نے ایک مہربانی کی کہ مجھے مارا نہیں۔ حوالات قیدیوں سے بھری ہوئی تھی، پتا چلا کہ یہ سب حکومت مخالف جماعت کے کارکن ہیں اور سڑک پر جلوس میں نعرے لگاتے ہوئے دھر لیے گئے ہیں۔ ان کے لیڈر تو گاڑیوں میں بیٹھ کر

گھروں کو روانہ ہو گئے تھے اور یہ حوالات میں بیٹھے ان کی ماں بہن ایک کر رہے تھے۔ میں نے کھانے کے دو تین نوالے لیے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ مجھے اپنے آپ پر شدید غصہ آ رہا تھا کہ میں ''ڈرپوک سے بزدل'' کیسے بن گیا ہوں۔ ایک بات کا تو مجھے پورا یقین تھا کہ فہمی جب تک مجھ سے طلاق نہیں لے لیتی، وہ اس بات کی تشہیر سے مکمل گریز کرے گی کہ وہ مجھ سے نکاح پڑھوا چکی ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مجھے سب سے زیادہ خطرہ شرافت کی طرف سے تھا......وہ نکاح کا چشم دید گواہ تھا اور کسی بھی موقع پر مجھے یا فہمی کو بلیک میل کر سکتا تھا۔

''تمہارا تعلق کون سی پارٹی سے ہے جی......؟؟؟'' میرے قریب بیٹھے ہوئے ایک سیاسی قیدی نے سوال کیا۔

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، اس کے سوال کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ملک و قوم کی بھلائی سے زیادہ اپنی بھلائی کے لیے سیاسی پارٹی کا رکن بنا ہے......میں نے اطمینان سے کہا......''میرا تعلق ٹی پارٹی سے ہے''

''اچھا جی......یہ کوئی نئی پارٹی آئی ہے......کس نے بنائی ہے......اور فی جلوس کتنا دیتی ہے؟؟؟'' اس نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

''پارٹی تو یہ بہت پرانی ہے......لیکن پیسے نہیں دیتی، صرف چائے پلاتی ہے......''

''اوہ......'' اس نے ہونٹ سکیڑے......''بھوکی ننگی پارٹیاں ایسے ہی کرتی ہیں......اچھا یہ بتاؤ......جیل جانے کا کیا ریٹ ہے؟''

''کیا مطلب؟؟؟'' میں نے دیدے پھیلائے۔

''او یار......میرا مطلب ہے کہ تمہاری پارٹی کا ورکر اگر جیل جائے تو اسے کتنے پیسے ملتے ہیں......دو تین ہزار تو ملتے ہی ہوں گے ناں؟؟؟'' اس نے خالصتاً کاروباری انداز اختیار کیا۔

میں نے آہ بھری......''نہیں میرے بھائی......ہماری پارٹی پیسے دینے کی بجائے الٹا جیل جانے والے ورکر سے پیسے لیتی ہے''

''ہیں......'' حیرت سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اچانک سارے حوالاتی اچھل اچھل کر

نعرے لگانے لگے......میں نے سلاخوں سے باہر جھانکا، ان کے لیڈر ان پریس فوٹوگرافروں کے ساتھ حوالات کی طرف آ رہے تھے، ساتھ میں تھانیدار بھی تھا......لیڈروں کے چہروں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی اور ان کے کلف لگے بے داغ کپڑے اور فرعونیت سے بھرپور چال ثابت کر رہی تھی کہ یقیناً وہ ایک نہ ایک دن اس ملک کی باگ ڈور ضرور سنبھالیں گے۔

قیدیوں کے نعروں میں مزید شدت آ گئی، میرے قریب بیٹھا قیدی بھی اچھل اچھل کر نعرے لگا رہا تھا۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ آگے بڑھ کر وفاداری کے ثبوت میں اپنا آپ سلاخوں کے پیچھے دکھائے۔

ملک صاحب زندہ باد......حاجی صاحب زندہ باد......ٹوانہ صاحب زندہ باد......شیرِ پنجاب زندہ باد......سندھ کا چیتا زندہ باد......لاہور کا سانپ زندہ باد......کراچی کا بھیڑیا زندہ باد......حوالات نعروں سے گونج رہی تھی اور لیڈروں کے چہرے مزید تمتماتے جا رہے تھے۔ میں حیرانی کے عالم میں حوالات کی دیوار سے ٹیک لگائے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ سلاخوں کے سامنے کی جگہ حوالاتیوں نے گھیر رکھی تھی اس لیے مجھے نظر آنا بند ہو گیا کہ سامنے کیا منظر پیش ہو رہا ہے، تاہم کبھی کبھار کوئی حوالاتی جوش جذبات میں زوردار نعرہ لگاتا تو اچھلنے کے دوران اس کی ٹانگوں کے خلاء میں سے مجھے کسی نہ کسی لیڈر کی اکڑی ہوئی گردن نظر آ جاتی۔ تھوڑی دیر تک یہ نعرے بازی جاری رہی، پھر دھیرے دھیرے تھمتی چلی گئی اور سب خاموش ہو گئے، تاہم ان کی گردنیں ابھی تک سلاخوں سے جڑی ہوئی تھیں۔

''ان کو کب رہا کر رہے ہو تھانیدار؟'' ایک آواز آئی۔

تھانیدار نے قہقہہ لگا کر کہا...... ''حاجی صاحب! عام سیاسی ورکروں کی قید کی مدت اتنی ہی ہوتی ہے جتنی آپ لوگوں کی عیاشی......اب آپ آ گئے ہیں تو ان کو بھی چھوڑ دیتے ہیں......آپ ذرا اشارہ کریں کہ آپ کے ورکر کون کون سے ہیں!!!''

غالباً حاجی صاحب نے اشارہ کر دیا تھا اس لیے فوراً حوالات کا دروازہ کھل گیا اور تین چار ورکر عُرف حوالاتی......باہر تشریف لے گئے۔ ان کے جاتے ہی دیگر حوالاتیوں نے خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ

اب کچھ سانس لینے کی جگہ پیدا ہوگئی تھی۔ باقی لیڈران نے بھی اپنے اپنے بندوں کی طرف اشارہ کرنا شروع کر دیا اور حوالات قومی خزانے کی طرح تیزی سے خالی ہوتی جارہی تھی۔ مجھے شدید خواہش ہوئی کہ کاش میں بھی کوئی سیاسی ورکر ہوتا، کم ازکم رہائی تو نصیب ہو جاتی، اسی اثناء میں ......ٹوانہ صاحب زندہ باد...... کے نعرے لگنے لگے، میرے ساتھ بیٹھے ہوئے قیدی نے بھی ٹوانہ صاحب کے حق میں نعرے بازی شروع کر دی اور مجھے پتا چل گیا کہ اب اس کا لیڈر سامنے آ گیا ہے۔ مجھے خاموش دیکھ کر اس نے آہستہ سے پوچھا...... ''رہائی چاہتے ہو؟؟؟؟''

میں سٹپٹا گیا......

''ابے بول...... باہر جانا ہے کہ نہیں......؟؟؟'' اس نے ''باہر جانا ہے'' ایسے کہا جیسے مجھے لندن کی آفر کر رہا ہو...... میں نے بے بسی سے فوراً کہا...... ''ہاں بھائی......لیکن......''

''لیکن ویکن کو چھوڑ اور میرے ساتھ ٹوانہ صاحب کے حق میں نعرے لگانے شروع کر دے......'' اس نے مجھے کہنی ماری۔

''لیکن......!!!''

''ابے کیا بالوں کے ساتھ ساتھ عقل بھی منڈوا بیٹھا ہے......چل نعرے شروع کر دے...... باقی میں سنبھال لوں گا......''

''لیکن......'' میں پھر جھجکا!

''لخ لعنت ہے بھئی......تیسری دفعہ پھر ''لیکن'' کہہ دیا......ابے اب اگر تو نے لیکن کہا تو ساری زندگی یہیں بیٹھا رہے گا اور تھانیدار کی بغلیں صاف کیا کرے گا''

''ٹوانہ صاحب زندہ باد......'' میں نے تڑپ کر آواز لگائی۔

''ہاں...... یہ ہوئی نا بات...... بول بول......اور چیخ کے بول...... جتنا زور سے چیخے گا......اتنی جلدی باہر آئے گا...... بول شاباش......بول......''

''ٹوانہ صاحب زندہ باد......ٹوانہ صاحب زندہ باد......ٹوانہ صاحب زندہ باد......'' مجھے یوں لگا جیسے میرے گلے میں لاؤڈ سپیکر فٹ ہوگیا ہے۔ میری آواز اتنی بلند تھی کہ باقی حوالاتیوں کی آوازیں اس

میں دب کر رہ گئیں۔ٹوانہ صاحب کا محبت پاش چہرہ میری طرف ہوا......ان کی مونچھیں اور تھانیدار کا جسم بالکل ایک جیسے کانپ رہا تھا......فرق صرف اتنا تھا کہ مونچھیں فخر سے کانپ رہی تھیں اور جسم غصے سے......تھانیدار چیل کی طرح سلاخوں کے قریب آیا اور پوری قوت سے چیخا......!!!

''اوئے گنجے......تو چپ کر......ورنہ یہیں قبر بنوا دوں گا......''۔

میں نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے اپنی نعرے بازی جاری رکھی......ٹوانہ صاحب فرطِ مسرت سے مغلوب ہوکر میرا جائزہ لے رہے تھے۔میرے ساتھ والا غرایا!

''ابے......ذرا والیوم آہستہ رکھ......کیوں ہماری دیہاڑیاں مروائے گا......''

میں نعرے لگا ہی رہا تھا کہ تھانیدار بپھر گیا......اس نے پاس کھڑے سپاہی سے چابی چھینی اور حوالات کا دروازہ کھول کر سانڈ کی طرح میری طرف لپکا......لیکن اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ مجھے چھوتا، تھانے میں ٹوانہ صاحب کی گرجدار آواز گونجی......''تھانیدار......رُک جاؤ!''

تھانیدار اتنی تیزی سے ساکت ہوا جیسے اچانک اسے کسی نے ''سٹاپ'' کہہ دیا ہو۔ٹوانہ صاحب کی آواز سنتے ہی وہ رُکا اور واپس مُڑتے ہوئے بولا......''ٹوانہ صاحب! یہ بڑی ذلیل شے ہے''

ٹوانہ صاحب کے چہرے پر غیض وغضب کے آثار ابھر آئے......''تھانیدار! تم ہمارے ورکر کی توہین کر رہے ہو......''

''او جناب ٹوانہ صاحب......یہ کمینہ ورکر نہیں ہے......یہ کھوتے کا بچہ پورا مراثی ہے مراثی......''

میرا بڑا دل چاہا کہ میں اُس سے پوچھوں کہ میں نے تمہاری ڈھولکی بجادی ہے جو تم مجھے مراثی کہہ رہے ہو......لیکن وقت کا تقاضا تھا کہ خاموش رہا جائے اور تیل، تیل کی دھار اور وقت کی رفتار دیکھی جائے۔تھانیدار کے جملے نے ٹوانہ صاحب کو مزید جوش دلا دیا لیکن انہوں نے مصلحت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور قدرے دھیمے لیکن سخت لہجے میں کہا......!!!

''تھانیدار!......میں نے کہہ دیا ناں کہ یہ ہمارا ورکر ہے......اسے بھی ہمارے دوسرے ورکروں کے ساتھ رہا کرو......اور ہاں تمہاری مٹھائی تمہیں کل مل جائے گی......''ٹوانہ صاحب نے لفظ ''مٹھائی'' پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن......ٹوانہ صاحب......" تھانیدار تھوڑا نرم ہوا۔

"بس تھانیدار......اِن کو رہا کر دو......ابھی ہمیں اگلے جلسے کی تیاری بھی کرنی ہے......"

تھانیدار نے گھور کر میری طرف دیکھا......میں دوسری دفعہ اس کے ہاتھ سے نکل رہا تھا، مجھے پتا تھا کہ اس وقت وہ دل میں پیچ و تاب کھا رہا ہوگا لیکن حالات ہی کچھ ایسے بن گئے تھے کہ وہ مجھے چھوڑنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پانچ منٹ بعد میں اور چار دیگر ورکر، ٹوانہ صاحب کی پجارو میں بیٹھے ہوئے تھے اور ٹوانہ صاحب کندھا تھپتھپاتے ہوئے مجھے شاباش دے رہے تھے۔ انہوں نے اپنی جیبِ خاص سے مجھے پانچ سو روپے انعام بھی دیا۔ پھر پوچھنے لگے......"تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا......نئے آئے ہو؟؟؟"

"جج......جی......جی ہاں......" میں نے تھوک نگلا۔

"اِسے میں لایا ہوں ٹوانہ صاحب......" میرے محسن نے فوراً ہانک لگائی۔

ٹوانہ صاحب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر سو روپیہ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور قہقہہ لگا کر بولے......!!!

"جانی! تُو ہمیشہ لوگوں کو مسلمان کرنے میں آگے آگے ہوتا ہے......لے رکھ لے......یہ دیہاڑی نہیں، تیرا انعام ہے"

جانی کو شائد یہ امید نہیں تھی کہ ٹوانہ صاحب میرے مقابلے میں اُسے کم پیسوں سے نوازیں گے، تاہم اس نے سو کا نوٹ لے کر سلام کیا اور سر جھکا کر بولا......!!!

"ٹوانہ صاحب! ہم تو آپ کے خادم ہیں......بس آپ کی نظر کرم ہوتی رہے تو بگڑے معاملات بھی سنورتے رہیں اور نئے مسلمان بھی پیدا ہوتے رہیں......"

ٹوانہ صاحب نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا......میں نے غور سے دیکھا......قہقہہ لگاتے ہوئے وہ بالکل بیوہ گینڈے کی طرح لگ رہے تھے۔

☆☆☆

پجاروشہر کے مختلف اطراف سے ہوتی ہوئی ایک پوش علاقے کے محل نما گھر میں داخل ہوئی تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں اب تک کتنی فضول زندگی گذارتا رہا ہوں۔ٹوانہ صاحب تو گاڑی سے نیچے اُترتے ہی گھر کے اندر چلے گئے البتہ ہم پانچوں ورکر سائیڈ پر بنے بڑے سے ڈرائینگ روم نما کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ڈرائینگ روم میں جابجاٹوانہ صاحب کی تصاویر لگی ہوئی تھیں اور ہر تصویر کے نیچے انہیں شیر......چیتا......عقاب......گھوڑا......اور پتا نہیں کون کون سے خطابات دیے گئے تھے۔میں سوچنے لگا کہ کیاٹوانہ صاحب میں انسانوں والی کوئی بات نہیں؟؟؟

ہمیں ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھوڑی دیر ہی گذری ہوگی کہ ملازم کھانا لے آیا......جانی نے میری ٹنڈ پر طبلہ بجاتے ہوئے کہا......''کیوں گُرو! کیسا ہے؟''

''ٹھیک ہے......بس مرچیں ذرا تیز ہیں......''میں نے لقمہ ہضم کرتے ہوئے کہا۔

''ابے میں کھانے کی نہیں، اِس کام کی بات کررہا ہوں......''وہ چیخا۔

''اوہ......سوری......کام بھی اچھا ہے لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ الیکشن کے دنوں میں تو تم نعرے بازی لگا کر روٹی روزی کما لیتے ہوگے،لیکن بعد میں کیا کرتے ہو؟؟؟''

میری بات سن کر جانی نے اپنی ''مونچھوں میں خلال'' کرتے ہوئے انتہائی مکروہ قہقہہ لگایا اور ازار بند کی گرہ سخت کرتے ہوئے بولا......''اصل کام ہی الیکشن کے بعد شروع ہوتا ہے،ٹوانہ صاحب الیکشن جیتیں یا ہاریں......وہ ہمیں مسلسل خرچہ پانی دیتے رہتے ہیں، ویسے اللہ کا شکر ہے کہ وہ تین دفعہ ایم این اے بن چکے ہیں''

''تو کیا جلسے میں موجود ہزاروں کارکنوں کی روٹی روزی کا خرچہ ٹوانہ صاحب اٹھاتے ہیں؟'' میرے حلق میں لقمہ پھنس گیا۔

''ابے نہیں بے......ٹوانہ صاحب سیاسی بندے ہیں، رفاحی نہیں...... یہ جو اتنے ہزاروں لوگ ٹوانہ صاحب کے جلسوں میں آتے ہیں یہ سارے تھوڑی ورکر ہوتے ہیں، ان ہزاروں لوگوں کو جلسوں میں لانے والے ہم جیسے چند ورکر ہی ہوتے ہیں، لہذا پیسہ بھی ہمیں ہی ملتا ہے......اللہ ٹوانہ صاحب کو زندگی دے...... ہمارا تو بالکل بچوں جیسا خیال رکھتے ہیں......''

''بچوں کی طرح......؟؟؟ تو کیا وہ تمہاری نیپی بھی بدلتے ہیں؟؟؟'' میں نے آنکھیں پھیلائیں۔

جانی نے قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر باقی ورکروں کی طرف گردن گھمائی، وہ سب ارد گرد سے بے نیاز کھانے میں جُتے ہوئے تھے......!!!

''قسم خدا کی...... تیری زبان تجھے کسی دن ''کے ایم'' ضرور دکھائے گی۔

''کے ایم K.M؟؟؟......کیا مطلب؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ابے تجھے کے ایم کا نہیں پتا......؟؟؟''

''میرا خیال ہے یہ کوئی قومی ادارہ ہے......'' میں نے لیاقت جمائی۔

''ابے گنجے...... کے ایم کا مطلب ہوتا ہے ''کتے کی موت''......

میں نے کانپ کر جلدی سے پانی کا گلاس منہ سے لگا لیا۔ میری حالت دیکھ کر جانی نے اپنے نامہء اعمال میں ایک اور قہقہے کا اضافہ کیا اور پھر لطف اندوز ہوتے ہوئے بولا...... ''ابھی تک تو نے اپنا نام نہیں بتایا......اور نہ ہی یہ بتایا ہے کہ تُو کس جرم میں جیل میں بند تھا......؟؟؟''

میں نے آخری لقمہ لیتے ہوئے ایک ضعیف ڈکار لیا اور منہ پونچھتے ہوئے مختصر لفظوں میں اُسے اپنی داستانِ حیات سنائی۔ میری کہانی سنتے ہی جانی کی آنکھیں یکدم چمک اٹھیں، دوسرے ورکر کھانا ختم کر چکے تھے اور سلام دعا لے کر جا رہے تھے۔

جانی نے کچھ لمحے توقف کیا، پھر میرے قریب آتے ہوئے بولا...... ''تُو بہت خوش قسمت ہے''

''کیوں......میرے منہ پر امریکہ لکھا ہے؟''

’’ابے نہیں کمالے......تُو تو امریکہ سے بھی بڑا چالباز نکلا......ابے میری مان......سیٹھ کو سب کچھ بتا کر اس کی عزت کے نام پر لمبی رقم بٹور لے......‘‘

’’سبحان اللہ......کیا آئیڈیا ہے......اور اگر فہمی نے سیٹھ تک پہنچنے سے پہلے میری سانسیں بٹور لیں تو پھر......؟؟؟‘‘

جانی نے ایک گہرا سانس لیا...... جیب سے گولڈ لیف کی ڈبی نکالی......اُس میں سے کے ٹو نکال کر سلگالیا۔ پھر میری طرف دیکھا اور ایک گہرا کش لگا کر صوفے کی پشت سی ٹیک لگاتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ کافی دیر تک وہ اسی حالت میں رہا، پھر یکدم چونکا اور آہستہ سے بولا......’’فہمی کو نہ اٹھوالیں؟‘‘

مجھے اس کے منہ سے فہمی کا نام بہت بُرا لگا......’’جانی تمیز سے بات کر......نام مت لے......وہ تیری بھرجائی ہے‘‘

جانی کے چہرے پر شرمندگی کے آثار اُبھر آئے......’’اچھا بھئی......نام نہیں لیتا......تو کیا خیال ہے......بھرجائی کو اُٹھوالیں......؟؟؟‘‘

میں نے غور کیا تو مجھے اس کا یہ جملہ پہلے جملے سے بھی سو گنا زیادہ بدتمیز لگا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے جملے پر کوئی ردِعمل ظاہر کرتا، اچانک اندر کا دروازہ کھلا اور ٹوانہ صاحب ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ میں بے اختیار کھڑا ہو گیا......اور......ٹوانہ صاحب کے حلیئے پر نظر پڑتے ہی میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا......انہوں نے عورتوں والا لباس پہن رکھا تھا......ہاتھوں میں چوڑیاں اور کانوں میں بالیاں......ہونٹوں پر گہری لپ اسٹک اور منہ پر میک اپ کی دبیز تہہ......اندر داخل ہوتے ہی وہ سیدھے میری طرف آئے اور آتے ہی میری ٹنڈ پر ایک بوسہ دیا......میں کسی بُت کی طرح ساکت و جامد کھڑا تھا۔ جانی بھی گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ ٹوانہ صاحب نے ایک نظر جانی پر ڈالی، پھر ’’سیکسی‘‘ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولے......’’صدقے جاواں......کون ہو تم اے گھبرو نوجوان......آجا سینے نال لگ جا ٹھاہ کر کے......‘‘ انہوں نے بانہیں پھیلائیں......!!!

میرے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ ٹوانہ صاحب بالکل ’’کھسر پھُسر‘‘ لگ رہے تھے۔ میری سمجھ میں

نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں......اُدھر ٹوانہ صاحب مسلسل مجھے اپنی بانہوں میں لینے کے لیے بے تاب نظر آ رہے تھے۔ میں نے بے چارگی سے جانی کی طرف دیکھا جو مجھے عجیب سے اشارے کر رہا تھا، میں نے بڑی کوشش کی کہ اس کا کوئی اشارہ سمجھ سکوں لیکن حالت کچھ ایسی ہو رہی تھی کہ سب کچھ ''گھاؤں ماؤں'' ہو رہا تھا۔

ٹوانہ صاحب نے لہک لہک کر گانا شروع کر دیا...... ''اللہ کرے تیری کسے نال اکھ لڑ جاوے...... جنا مینوں توں ستایا......کوئی تینوں وی ستاوے......''

ایک لمحے کے لیے تو مجھے یوں لگا جیسے میں گھڑولی کی تقریب کا مہمان خصوصی ہوں یا موت کا کنواں دیکھ رہا ہوں۔ جانی برابر مجھے اشارے کیے جا رہا تھا، لیکن مجھے ٹوانہ صاحب کی طرف سے فرصت ملتی تو میں کسی اور طرف دھیان دیتا۔ میری گھبرائی ہوئی شکل سے غالباً ٹوانہ صاحب کو مزید ہیجان نصیب ہو رہا تھا اس لیے وہ مچل مچل کر اپنی دلکش اداؤں کے ذریعے میری قریب آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مجھے اپنی عزت شدید خطرے میں محسوس ہو رہی تھی، میں تیزی سے چھلانگ لگا کر جانی کے قریب آ گیا...... مجھے یوں اپنے سے دور جاتے دیکھ کر ٹوانہ صاحب کی آنکھوں میں اور بھی پیار اُمڈ آیا......وہ ٹھمک ٹھمک کر چلتے ہوئے میرے قریب آئے ......بغور میرا جائزہ لیا......اور جانی کی طرف منہ کر کے بولے......!!!

''جانی......مرجانیاں......کہاں سے لایا ہے یہ ہیرا......؟؟؟''

جواباً جانی بھی عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کر بولا...... ''اے ہے......یہ کن چکروں میں پڑ گئی ہو......یہ بھی ہماری طرح ایک عورت ہے......''

جانی کی بات سن کر مجھے ایک اور شاک لگا...... میں نے تیزی سے خود پر نظر ڈالی اور محتاط طریقے سے خود کو ٹٹولا ......اور تانیث کے مروجہ معیار پر پورا نہ پا کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی......اس سے پہلے کہ میں جانی کو کوئی جواب دیتا، جانی بھی ہیجڑوں کی طرح مٹکتے ہوئے میرے قریب آیا اور کڑک کر بولا...... ''زلیخا......بولتی کیوں نہیں ہو......ٹوانی تمہیں مرد سمجھ رہی ہے......''

''اُف خدایا......میری حالت ایسے ہو رہی تھی جیسے سر بازار کسی نے مجھے ایک پائنچے والی پینٹ پہنا

دی ہو...... پہلے تو میرا جی چاہا کہ جانی کے چہرے پر گھونسہ دے ماروں......وہی مجھے یہاں لانے کا ذمہ دار تھا، لیکن پھر سوچا کہ اس طرح تو مسئلہ مزید بگڑ سکتا ہے......میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنا بڑا لیڈر اور اس کا ورکر دونوں "پارٹ ٹائم زنانے" ہوں گے۔ بے ہودہ شکل والا جانی تو عورتوں کی طرح بولتے ہوئے اور بھی مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔ میری سمجھ سے باہر تھا کہ ٹوانہ صاحب کے بعد بیٹھے بٹھائے جانی بھی کیسے جنس بدل گیا۔ مجھے تذبذب میں دیکھ کر جانی یکدم میرے قریب ہوا اور سرگوشی کی......!!!

"کمالے......ٹوانہ صاحب کو اس وقت دورہ پڑا ہے......اور اس وقت ان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ خود بھی عورت بن جاؤ......میری طرح......"

ٹوانہ صاحب میری طرف لپکے!

"اے خوبصورت......بغیر بالوں والے ٹارزن......کیا تم مرد نہیں ہو؟"

میں بے بسی سے جانی کو دیکھنے لگا۔

"ہاں ہاں بول زلیخا......بتا دے کہ تُو مرد نہیں ہے......" جانی نے مجھ سے ذلیل ترین فرمائش کی۔

"نہیں نہیں......میرا دلبر عورت نہیں ہو سکتا......یہ تو میری جان ہے......" ٹوانہ صاحب مونچھیں پھڑکاتے......سینے کے زیر و بم کو سنبھالتے میرے مزید قریب ہو گئے......"

مصیبت کے وقت گدھے کو باپ بنانے کا تو سنا تھا لیکن آج کھلا کہ مصیبت کے وقت کبھی کبھار جنس بھی تبدیل کرنا پڑ جاتی ہے۔

"ہاں جی......میں عورت ہوں......" میری منمناتی ہوئی آواز نکلی۔ اور یہ سنتے ہی ٹوانہ صاحب ایک جھٹکے سے رک گئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھیں یکدم انگارے برسانے لگی تھیں۔ انہوں نے ایک ادا سے اپنے بال جھٹکے اور ہاتھ نچا کر بولے......"تمہیں شرم نہیں آتی مجھے مرد بن کر دھوکا دیتے ہوئے......آ جانے دو تمہارے خاوند کو......میں اُسے تمہارے سارے کرتوت بتاؤں گی......تمہاری جیسی عورتیں بڑی پھپھے کٹنیاں ہوتی ہیں......"

میں ہونقوں کی طرح آنکھیں زمین میں گاڑے کھڑا تھا......ایک لمحے کے لیے تو مجھے یوں لگا جیسے وہ

واقعی میرے خاوند کو شکایت لگا دے گا......پھر میں نے جانی کی طرف دیکھا، بدبخت اشاروں اشاروں میں مجھے داد دے رہا تھا۔ ابھی یہ سین جاری ہی تھا کہ اندر کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک عورت اور چند ملازم بھاگے بھاگے اندر داخل ہوئے۔ عورت کے بارے میں مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ٹوانہ صاحب کی بیوی تھی۔ اندر آتے ہی اس نے قہر بھری نظر ٹوانہ صاحب پر ڈالی اور ملازموں کو اشارہ کیا......ملازم تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے پلک جھپکتے ہی ٹوانہ صاحب کو قابو کر لیا۔ ٹوانہ صاحب اس اچانک اُفتاد سے سیخ پا ہو گئے اور چلانے لگے......''چھوڑ دو مجھے......تم لوگوں کو میری جوانی کا ذرا بھی خیال نہیں......نہ شادی کرتے ہو، نہ انجوائے کرنے دیتے ہو......چھوڑ دو مجھے......ورنہ میں چھت سے کود کر جان دے دوں گی...... ہائے اللہ مجھے موت کیوں نہیں آ جاتی......''

ٹوانہ صاحب کی باتیں سن کر اکثر ملازموں کی دبی دبی ہنسی نکل گئی لیکن بیگم صاحبہ کے گھورنے پر وہ یکدم سنجیدہ ہو گئے۔ ٹوانہ صاحب کی بیگم بھی غصے میں بھری ہوئی تھی......!!!

''غضب خدا کا......میری ساری لپ اسٹک اور میک اپ کا سامان تباہ کر دیا......اور......اور میرے نئے کپڑے بھی پہن کر کھلے کر دیے...... لے جاؤ ان کو اور اندر جا کر پانی کے ٹب میں غوطے دلاؤ......'' بیگم ٹوانہ نے ملازمین کو حکم دیا اور ملازمین ٹوانہ صاحب کو میت کی طرح اٹھا کر باہر لے گئے۔ بیگم ٹوانہ نے ایک اچٹتی نظر ہم دونوں پر ڈالی جو خاموش سر جھکائے کھڑے تھے، پھر کڑک کر بولی......''تم لوگ جاؤ......اور خبردار جو دیکھا ہے اس کا تذکرہ کسی سے مت کرنا......'' یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

جانی دھم سے صوفے پر گر گیا......میں بھی بیٹھ گیا......ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم ''بے غیرت آباد'' کا پیدل سفر کر کے آئے ہیں۔ جانی کچھ دیر لمبے لمبے سانس لیتا رہا، پھر سگریٹ سلگا کر آرام سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر کچھ سوچنے لگا۔ میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا، حرام ہے جو اس کی آنکھوں میں شرم کا ذرہ بھی نظر آیا ہو، وہ اس طرح سے لاتعلق بیٹھا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

میرا خیال تھا کہ وہ خود مجھ سے بات کرے گا لیکن جب کافی دیر تک صرف دھواں ہی

میری طرف آ تا رہا تو میں نے آہستہ سے کہا!

''جانی''

جانی بدستور آنکھیں بند کیے سگریٹ کے کش لیتا رہا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں......میں نے دوبارہ اسے بلایا۔

''جانی......''

''ہوں......''اس نے ہنکارہ بھرا۔

''یہ سب کیا تھا؟''

''کون؟''

''یہی جو تھوڑی دیر پہلے یہاں ہوا ہے''

''کیا ہوا ہے تھوڑی دیر پہلے؟''اس نے آنکھیں کھول کر مجھے آنکھ ماری اور میرا دل چاہا کہ اس کے منہ پر کھرپا دے ماروں لیکن بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کیا اور تھوڑا آگے ہوتے ہوئے کہا......''تُو بہت بڑا بے غیرت ہے''

''بے شرم بھی......اور حرام زادہ بھی ہوں......'' جانی نے اپنے دو اور اہم عہدے بتائے۔

''کیا فائدہ ایسی مردانگی کا جسے تسلیم کرتے ہوئے بھی شرم آئے......تُف ہے مجھ پر......'' میں نے خود پر لعنت بھیجی!

''اصل میں تجھے زیادہ غصہ چڑھ گیا ہے......ایسا کر...... مجھے ماں بہن کی چھ سات گالیاں نکال لے......پھر خود بخود ٹھنڈا پڑ جائے گا......'' جانی پوری طرح سے مجھے زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

''ابے خدا کے واسطے بتا تو سہی کہ یہ کیا چکر ہے......یہ اتنا لمبا چوڑا، رعب دار ٹوانہ یکدم بدکردار عورت میں کیسے تبدیل ہو گیا......؟؟؟؟''میں نے ہاتھ جوڑے۔

جانی تیزی سے سیدھا ہوا......''ابے آہستہ بھول بھنگی کی اولاد......ٹوانی نے سن لیا تو تکے کباب بنوا دے گی''

''او کے او کے......''میں نے خود کو تعلیم یافتہ ثابت کیا۔

جانی پھر صوفے میں گھُس گیا۔

میری کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ٹوانہ صاحب کو یہ بیماری کیسے لگی، اور اگر واقعی انہیں اس بیماری کے دورے پڑتے تھے تو یہ بہت خطرناک بات تھی کیونکہ ہر وقت تو جانی میرے ساتھ نہیں رہ سکتا تھا، اگر کسی روز میں گھر میں اکیلا ہوا اور ٹوانہ صاحب کو دورہ پڑ گیا تو......؟؟؟ یہ سوچتے ہی میری جان نکل گئی......ایسی بات کا تو تصور بھی محال تھا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ ایسی صورتحال پیش آ گئی تو مجھے باقی کی زندگی ''قصہ خوانی بازار'' کی نکڑ پر بسر کرنی پڑے گی۔

جانی یکدم اٹھ کھڑا ہوا اور میں چونک اٹھا۔

''کہاں جا رہے ہو؟''

جانی نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی بلند کی اور سگریٹ کا آخری کش لگا کر پیروں تلے مسل دیا۔ میں نے بُرا سا منہ بنایا اور دوبارہ ٹیک لگا لی۔

جانی واپس آیا تو خاصا ''مطمئن'' تھا، اس نے بیٹھنے کی بجائے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا اور خاموشی سے اس کے ساتھ ٹوانہ صاحب کی کوٹھی سے نکل آیا۔ سڑک پر آتے ہی جانی نے میرا ٹھکانہ پوچھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ اگر میں گھر گیا تو دوبارہ فہمی کے ہتھے چڑھ سکتا ہوں۔ میری بات سن کر جانی نے اپنے بالوں میں خارش کی، پھر بڑے پراسرار انداز میں میرے کان کے قریب ہوتے ہوئے بولا...... ''میرے ساتھ رہ لو......''

میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا...... ''یہ مدد ہے یا آفر؟؟؟''

''ابے تیری مدد کر رہا ہوں......لیکن میرے ساتھ رہنا ہے تو پھر میری ایک شرط ماننا ہو گی......'' اس کی آنکھوں میں یکدم چمک ابھری۔ میں کانپ گیا!!!

''میں لعنت بھیجتا ہوں تمہاری شرط پر......میں کہیں اور رہ لوں گا......''

وہ حیرت سے بولا...... ''شرط سنے بغیر ہی لعنت بھیج دی......حیرت ہے''

میں ٹھٹھکا......شرط تو واقعی میں نے نہیں سنی تھی، اور سننے میں حرج ہی کیا تھا، میں تو ویسے ہی بات بات پر خوفزدہ ہونے لگا تھا۔

''شرط یہ ہے کہ تمہیں ٹوانہ صاحب کی طرف سے ملنے والے آدھے پیسے مجھے دینے ہوں گے......بطور کرایہ'' جانی نے کہا اور میری جان میں جان آئی۔ میں نے فوراً سے پہلے حامی بھر لی۔ میری طرف سے مثبت جواب ملتے ہی جانی نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور سڑک کی دوسری طرف چل پڑا۔ وہاں سے ہم لوگ ویگن میں بیٹھے اور شہر کے دوسرے سرے پر قائم کچی آبادی میں پہنچ گئے، جانی نے راستے میں کوئی بات نہیں کی اور خاموشی سے بیٹھا رہا۔ کچی آبادی کے سٹاپ پر ویگن رکی تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ صرف کچی ہی نہیں پکی آبادی بھی ہے۔ جانی غالباً میری کیفیت کو بھانپ گیا تھا اس لیے لاتعلق سا ہو کر بولا......''اس آبادی پر لوگوں نے 40 سال سے قبضہ کر رکھا ہے، اور اب یہ صرف نام ہی کی کچی آبادی رہ گئی ہے ورنہ یہاں سارے مکان پکے ہیں......''

میں خاموش رہا...... جانی کچی آبادی کی مختلف گلیوں میں گھومتا رہا اور پھر تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد ایک تنگ سی گلی میں مڑ گیا۔ گلی اتنی تنگ تھی کہ ایک ساتھ دو بندے نہیں چل سکتے تھے۔

''اس گلی میں سے جنازہ کیسے نکلتا ہوگا؟'' میں نے نیا سوال کیا۔

''یہاں سے جنازہ نہیں نکلتا......'' جانی نے اطمینان سے کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ کہ جس کو مرنا ہوتا ہے وہ گلی سے باہر جا کے مرتا ہے......''

''اور اگر اندر مر جائے؟''

''اندر مر جائے تو پھر اس کی لاش رسی سے باندھ کر دوسری طرف اصطبل والی گلی میں لٹکا دی جاتی ہے......ہاہاہاہا'' اس نے اپنی بات مکمل ہونے پر خود ہی ایک قہقہہ لگایا اور ایک نیم بوسیدہ مکان کے سامنے جا کر رک گیا۔

''یہ تمہارا گھر ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں......'' جانی نے حسبِ عادت آنکھ ماری......''یہ میری منہ بولی بیوی کا گھر ہے......'' اس نے نیا رشتہ ایجاد کیا۔

''منہ بولی بیوی؟''

''معشوقہ کو شریفانہ زبان میں یہی کہتے ہیں......''اس نے مجھے حوصلہ دیا۔

''تو کیا میں تمہاری معشوقہ کے ساتھ رہوں گا......''میں ڈر گیا۔

جانی نے اپنا آتا ہوا قہقہہ کنٹرول کیا اور نیم ہنسی کے انداز میں بولا......''ابے جب مجھے کوئی اعتراض نہیں تو تُو کس لیے گھبراتا ہے؟''

''مم......میرا مطلب ہے......اُسے تو اعتراض ہوگا ناں!!!''

''ابے نہیں کرے گی اعتراض......وہ ایم بی بی ایس ہے......اور بڑے کھلے دماغ کی ہے''

''ایم بی بی ایس......کیا ڈاکٹر ہے؟''میری آنکھیں پھیل گئیں۔

''نہیں تو......تجھے کس نے کہا......؟؟؟''

''ابھی تو نے کہا ناں کہ وہ ایم بی بی ایس ہے''

جانی کے پیٹ میں بل پڑ گئے......ہنستے ہوئے کھانسا اور کھانستے ہوئے بولا......''ابے ایم بی بی ایس کا مطلب ہے ''منہ بولی بیوی شریفاں''......اس نے واضح کیا اور میرے حلق سے طویل سانس نکل گئی۔

جانی نے آگے بڑھ کر بوسیدہ سے دروازے کو تھوڑا سا کھٹکھٹایا۔

اندر سے آواز آئی......''لنگ آ بے غیرتا......''

☆☆☆

میں جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا...... جانی سینہ تان کر آگے بڑھا اور ٹاٹ کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا، میں نے باہر ہی کھڑا رہنا مناسب سمجھا۔ جانی اندر گیا اور پھر فوراً ہی ٹاٹ کے پردے کے اوپر سے اس کی کھوپڑی نمودار ہوئی۔

''باہر کیوں کھڑا ہے......اندر آ جاناں''

میں نے جھجکتے ہوئے آہستہ سے قدم اٹھائے اور پردہ اٹھا کر دوسری طرف داخل ہو گیا۔ سامنے ایک کالی سیاہ عورت بالوں میں باریک کنگھی پھیر رہی تھی اور جوئیں نکال نکال کر انگوٹھے کے ناخن پر انہیں جہنم واصل کر رہی تھی۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ میرے سر کی طرف اشارہ کر کے بولی......!!!

''جانی...... یہ ٹِفن کہاں سے لایا ہے؟''

شریفاں کا جملہ سنتے ہی حسبِ معمول مجھے ایک سیکنڈ میں الہام ہو گیا کہ میری بے عزتی کچھ ہی لمحوں میں سٹارٹ ہوا چاہتی ہے۔ میں نے بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرا اور بے بس نظروں سے جانی کی طرف دیکھا جو قریب پڑی چارپائی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔

شریفاں کا جملہ سنتے ہی وہ پہلے ہنسا، پھر گھور کر بولا......!!!!

''خبردار...... یہ میرا یار ہے''

''اس کی شکل سے تو لگتا ہے یہ کمہار ہے''

جانی کڑک کر بولا...... ''یہ روز یہاں آیا کرے گا''

''کوئی ضرورت نہیں......اب میں نے فلش لگوا لیا ہے''

''الو کی پٹھی ...... تیرا کیا خیال ہے کہ یہ کوئی جمعدار ہے''

''تو اور کیا...... تھانیدار ہے؟''

''حرام زادی...... میں تجھے طلاق دے دوں گا''

''گدھے کے بچے! پہلے شادی تو کرلے......''

''میں تیرا گلا دبا دوں گا''

''اور میں تیرا...............''شریفاں نے میرا خیال کرتے ہوئے منہ میں آئے ہوئے لفظ کو واپس دھکیلا اور دانت پیس کر بولی......''میں بھی تیرا گلا دبا دوں گی......''

''یاد رکھ...... یہ یہاں مفت نہیں رہے گا...... تُو نہیں رکھنا چاہتی تو نہ رکھ...... میں اسے ثریا کے پاس لے جاتا ہوں......''

جانی نے تُرپ کا پتہ پھینکا اور کامیاب رہا۔ ثریا کا نام سنتے ہی شریفاں تڑپ کر چارپائی سے اٹھی اور کھلے بالوں کے ساتھ ہی جانی پر جھپٹ پڑی۔ جانی شاید اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے الٹ کر چارپائی سے نیچے گرا۔ شریفاں نے ریسلنگ کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے لانگ جمپ لگایا اور جانی کے اوپر گر گئی۔ میں اطمینان سے ساتھ پڑے سٹول پر بیٹھ گیا اور براہ راست ریسلنگ دیکھنے لگا۔ جانی نے اپنے تئیں شریفاں کے حملوں سے بچنے کی بہت کوشش کی لیکن ''شریفاں'' اس وقت ''بدمعاشاں'' بنی ہوئی تھی، اس نے اپنے لمبے لمبے ناخن جانی کے گوشت میں گاڑنا شروع کر دیے، ساتھ ہی اس کے حلق سے غراہٹیں بھی نکل رہی تھیں، کھلے بالوں کے ساتھ وہ بالکل طلاق یافتہ چڑیل لگ رہی تھی۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اتنی چیخ و پکار کے باوجود محلے کا کوئی بندہ اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا، شائد یہاں اس قسم کی لڑائیاں روزانہ کا معمول تھیں۔ شریفاں کے نیچے دبے جانی کو دیکھ کر مجھے بے اختیار ابا کا خیال آ گیا، خدا گواہ ہے جب اماں ان پر تشدد کرتی تھیں تو وہ بھی گھٹنوں اسی طرح زمین پر لیٹے درد سے آہیں بھرا کرتے تھے۔ ابا کی یاد آتے ہی میرے پیٹ میں گڑبڑ ہونے لگی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا، سامنے ایک اور ٹاٹ کا پردہ لگا ہوا تھا، میں نے اندازہ لگایا کہ یہی باتھ روم ہوسکتا ہے۔ جس طرح امیر لوگوں کو کسی اور کی کوٹھی میں داخل ہوتے ہی پتا چل جاتا ہے

کہ ٹی وی لاؤنج اگر اس طرف ہے تو ڈائننگ روم کس طرف ہوگا...... بیڈ روم کس طرف ہوگا...... بالکل اسی طرح ہم غریب لوگوں کو بھی کسی دوسرے غریب کے گھر میں داخل ہوتے ہی بشارت ہو جاتی ہے کہ باتھ روم کس طرف ہوگا...... کچن کس حصے کو بنایا گیا ہوگا...... اور جھاڑو کہاں پڑا ہوگا۔ میرا آئیڈیا درست نکلا...... وہ باتھ روم ہی تھا۔ میں نے اندر قدم رکھنے سے پہلے ان دونوں کی طرف دیکھا...... وہ خاصے ''بولڈ'' انداز میں لڑ رہے تھے جس سے اندازہ ہوا کہ وہ صرف ریسلنگ کے نہیں بلکہ ''فری سٹائل ریسلنگ'' کے بھی ماہر ہیں۔

مجھے باتھ روم میں بمشکل ساڑھے چھ منٹ لگے ہوں گے، میں جیسے ہی باہر نکلا...... ایک انقلاب میرا منتظر تھا۔ حیرت سے میرے دیدے پھیل گئے...... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ساڑھے چھ منٹ میں صورتحال ایسی ہو جائے گی۔ کہیں یہ خواب تو نہیں؟ میں نے اپنی ٹنڈ پر ایک چٹکی کاٹی، لیکن مجھے یقین کرنا ہی پڑا کہ میں ایک تلخ حقیقت کے بعد ایک اور تلخ حقیقت کا سامنا کر رہا ہوں۔

جانی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا، اس کے سر اور ماتھے پر گومڑ پڑے ہوئے تھے اور شریفاں توے سے گرم گرم کپڑا سینک سینک کر اس کے گومڑوں پر لگا رہی تھی اور ساتھ ساتھ روتی بھی جاتی تھی۔ جانی کے منہ سے ایسی تکلیف دہ آوازیں نکل رہی تھیں جنہیں سن کر لگتا تھا جیسے کسی شتر مرغ کو زبردستی سیون اپ پلائی جا رہی ہو۔ شریفاں کے چہرے پر یک لخت سارے زمانے کا پیار امڈ آیا تھا، کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ وہی شریفاں ہے جو تھوڑی دیر پہلے جانی کو نانی یاد دلا رہی تھی۔

مجھے دیکھتے ہی شریفاں نے اپنے آنسو پونچھے اور نظریں نیچی کرتے ہوئے بولی۔

''تم ناراض تو نہیں ...... میں نے تمہارے ساتھ کتے جیسا سلوک کیا...... میں معافی چاہتی ہوں......''

اب میں اسے کیا بتاتا کہ اس سے پہلے میری کس کس قسم کی بے عزتی ہو چکی تھی...... پچھلی بے عزتیوں کے مقابلے میں تو یہ اچھی خاصی عزت کے زمرے میں آتی تھی۔ میں نے سر ہلایا اور سٹول پر بیٹھ گیا۔ جانی بدستور کراہ رہا تھا۔

''اب تم میرے پاس ہی رہنا.....'' شریفاں نے مجھ سے کہا اور میں بوکھلا گیا۔ مجھے بوکھلاتا دیکھ کر شریفاں کے چہرے پر یکدم کوئی سفید سفید سی چیز نظر آئی، بعد میں پتا چلا کہ یہ اس کے دانت تھے اور وہ ہنس رہی تھی۔

''تم تو ڈر ہی گئے......یقین کرو میں دل کی بہت اچھی ہوں.....'' اس نے اپنا تعارف کرایا۔

''یہ حرامزادی ٹھیک کہہ رہی ہے کمالے.....'' جانی زور سے کراہا.....''اس کے سینے میں میرے لیے ہمیشہ ایک نرم گوشہ رہا ہے''

''ہاں.....اور اب ایک گوشہ تمہارے لیے بھی ہو گیا ہے.....'' شریفاں نے اعلان کیا۔

کسی عورت کے سینے میں دو نرم گوشوں کے تصور نے لمحہ بھر کے لیے میری سانسوں کو گڑ بڑ کیا، لیکن میں جلد ہی اوقات پر آ گیا۔

''پوچھ سکتا ہوں کہ یکدم تمہاری کایا کیسے پلٹی؟؟؟'' میں نے کھنکارتے ہوئے سوال کیا۔

میرا سوال سن کر شریفاں منہ میں دوپٹہ ٹھونس کر زور زور سے ہنسنے لگی جبکہ جانی کی کراہوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ شریفاں جواب دے گی، لیکن یہ فریضہ جانی نے سرانجام دیا اور قدرے ہمت سے بولا.....''یہ ہمیشہ مجھ سے ایسے ہی لڑتی ہے اور ثریا کے ذکر پر تو خونخوار بلی بن جاتی ہے.....''

''یہ ثریا محترمہ کون ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

جواب میں دونوں نے مل کر ایک ہیبتناک قہقہہ لگایا، جانی بولا.......!!!

''ثریا کوئی بھی نہیں ہے.....لیکن میں جب بھی اس کے سامنے ثریا کا نام لیتا ہوں، یہ سب کچھ بھول بھال کر، پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ جاتی ہے''

''اوہ.....'' میرے حلق سے طویل سانس خارج ہوئی، مجھے کافی حد تک شریفاں کی سمجھ آنے لگی تھی۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کیا میرے شریفاں کے ساتھ رہنے سے ''شرعی قباحتیں'' جنم نہیں لیں گی۔ مجھے تو اس کچی آبادی کے لوگوں کے رویوں کا بھی کوئی اندازہ نہیں تھا، اگر لوگوں کو پتا چل گیا کہ ان کی بستی میں ایک غیر عورت اور غیر مرد اکٹھے رہ رہے ہیں تو کیا وہ یہ آزاد خیالی برداشت کرلیں

گے؟؟؟ میں نے ان خدشات کا اظہار جانی سے کیا تو اس نے مجھے تسلی دی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، شریفاں یہاں کی سب سے تیز طرار عورت ہے اور اس کے خلاف آواز اٹھانے کی جرات کوئی نہیں کرتا۔

''اس بارے میں تو فکر مت کر'' ......شریفاں نے بالوں کی گُت بناتے ہوئے کہا......''یہاں کوئی تجھے کچھ نہیں کہے گا، لیکن ایک کھری بات میں جانی کے سامنے کہے دیتی ہوں کہ بھیا تین سو روپے مہینے کے لوں گی تجھے یہاں رکھنے کے، کھانا پہننا تیرا اپنا ہوگا......لیکن اگر تو میرے گھر سے کھائے گا تو اس کے لیے تجھے تین سو روپے علیحدہ سے دینے ہوں گے......اور اگر کپڑے دھلوانے ہوں تو......لیکن تجھے دھلے ہوئے کپڑوں کی کیا ضرورت؟؟؟''اس نے منہ بنا کر کہا۔

میں نے جانی کی طرف دیکھا جو میرے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

''ٹھیک ہے......مجھے منظور ہے......لیکن ایک شرط میری بھی ہے......''

''شریفاں نے جانی اور جانی نے شریفاں کی طرف دیکھا ، پھر دونوں یک آواز ہوکر بولے......''کیا؟؟؟''

''کبھی کبھار میرے والدین مجھے ملنے کے لیے یہاں آتے رہیں گے''

''تو ان کے لیے کھانے اور رہنے کا بندوبست کہاں سے ہوگا......اس گھر میں تو دو کمرے اور دو ہی چارپائیاں ہیں......''شریفاں نے تنک کر کہا۔

''وہ میرا مسئلہ ہے......ان کے کھانے کے پیسے میں الگ سے دوں گا......اور رہی بات ان کی رہائش کی تو مجھے یقین ہے کہ ایسی نوبت نہیں آئے گی''

جانی نے شریفاں کے کندھے پر ہاتھ مارا......!!

''مان جا میری جان......مجبوری ہے......اپنا یار ہے......تو نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تو کدھر جائے گا بے چارہ''

شریفاں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور جانی کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے دیا۔ میں نے جلدی سے منہ دوسری طرف کر لیا۔

مجھے شریفاں کے گھر رہتے ہوئے دو ہفتے ہوگئے تھے، روزانہ صبح جانی مجھے اپنے ساتھ لیتا اور ہم دونوں ویگن میں بیٹھ کر ٹوانہ صاحب کی کوٹھی پر آ جاتے۔ سارا سارا دن ان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر گپیں ہانکتے، تاش کھیلتے......روٹیاں کھاتے اور شام کو واپس آ جاتے۔ میرے ذہن میں ابھی تک ٹوانہ صاحب کے عورت بننے والا حادثہ چپکا ہوا تھا، میں نے ایک دن جانی سے اس کی تفصیل پوچھی تو پتا چلا کہ ٹوانہ صاحب ''خوش قسمتی سے'' مردانہ صفات سے محروم ہیں، لیکن دولت اور جاگیر اتنی زیادہ ہے کہ ان کی یہ خامی ہمیشہ چھپی رہی، والدین نے بہت علاج کروایا لیکن کوئی افاقہ نہ
ہوا، بالآخر امریکہ کے ایک مہنگے ترین ڈاکٹر سے رابطہ کیا گیا جنھوں نے مکمل طور پر تو نہیں لیکن کسی حد تک ٹوانہ صاحب کے مردانہ ہارمونز کی کمی کو آپریشن کے ذریعے کافی حد تک کم کر دیا ہے۔ اس آپریشن کے نتیجے میں ٹوانہ صاحب میں صرف اتنی سی تبدیلی آئی کہ ان کی داڑھی مونچھیں آ گئیں اور آواز بھاری ہوگئی نیز چال بھی مردوں جیسی ہوگئی۔ چونکہ آپریشن ٹوانہ صاحب کے لڑکپن میں ہی کروا لیا گیا تھا اس لیے ان کی جوانی کو ایک عام نوجوان کی طرح ظاہر کیا گیا اور کسی کو بھی احساس نہ ہونے دیا گیا کہ اصل میں ٹوانہ صاحب ایک مرد نہیں ہیں۔ پیسے کے زعم میں ان کی شادی بھی ہوگئی......لیکن شائد آپریشن میں ایک بہت بڑی خامی رہ گئی جس کی وجہ سے ٹوانہ صاحب کا یہ راز گھریلو ملازمین سے چھپا نہ رہ سکا، اور وہ کمی یہ تھی کہ کبھی کبھی ٹوانہ صاحب کو دورہ پڑنے لگا، دورے

کے دوران ان کے زنانہ ہارمونز کی تعداد اچانک بڑھ جاتی تھی اور وہ بالکل عورت بن جاتے تھے۔والدین نے دوبارہ ڈاکٹر سے رجوع کیا تو اس نے مجبوی ظاہر کی کہ وہ اس سے زیادہ ٹوانہ صاحب کے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔مجبوراً ادھورے ٹوانہ صاحب کی پرورش شروع ہوئی،اسی دوران دو باتوں کا انکشاف ہوا کہ اگر دورے کے دوران سامنے والا بندہ ٹوانہ صاحب کے سامنے عورت بن جائے تو ٹوانہ صاحب اس کا پیچھا چھوڑ دیتے ہیں......اور دوسرے یہ کہ اگر دورے کی کیفیت میں ٹوانہ صاحب پر پانی پھینک دیا جائے تو وہ فوراً اس زنانہ پن کی کیفیت سے نکل آتے ہیں۔نوکر چاکروں کی اتنی ہمت کہاں کہ وہ ٹوانہ صاحب پر پانی پھینکیں......البتہ دوسرا طریقہ سب نے یاد کرلیا تھا،لہذا جب بھی ٹوانہ صاحب کو دورہ پڑتا......سامنے آنے والا ہر ملازم عورت بن جاتا......اور یوں ٹوانہ صاحب کے ''شر'' سے محفوظ رہ جاتا۔

''اور اگر کوئی عورت نہ بنے تو پھر؟؟؟''میں نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔

جانی نے کانوں کو ہاتھ لگائے!

''ایسی صورت میں ٹوانہ صاحب ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں......کوٹھی میں کئی دفعہ یہ سین پیش آچکا ہے،ایک دفعہ کوٹھی میں نیا نیا مالی آیا تھا،اسے ٹوانہ صاحب کے دوروں کے متعلق کچھ علم نہیں تھا،اچانک ایک دن لان کی سیر کرتے کرتے ٹوانہ صاحب کو دورہ پڑ گیا......وہ تیزی سے مالی کے قریب آئے اور زنانہ آواز میں پوچھنے لگے کہ ''تم مرد ہو یا عورت؟؟؟''

مالی بے چارے نے حیران ہو کر کہا......''جناب میں مرد ہوں......''

''اف اللہ......یہ سنتے ہی ٹوانہ صاحب کا چہرہ خوشی سے بھر گیا......انہوں نے آگے بڑھ کر بوڑھے مالی کو چومنا شروع کر دیا......اُسے اپنے سینے سے لگایا اور اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اندر کی طرف جانے لگے......مالی بے چارہ گھبرا گیا اور ڈر کے مارے چلانے لگا......لیکن ٹوانہ صاحب نے اس کی ایک نہ سنی اور زبردستی گھسیٹتے ہوئے اسے اپنے بیڈروم میں لے گئے......وہاں جا کر انہوں نے مالی کے پیر پکڑ لیے اور رو رو کر التجا کرنے لگے کہ خدا کے لیے مجھے اپنے نکاح میں لے لو......مجھے اپنی بیوی بنالو۔مالی کی چیخیں سن کر نوکر دوڑے آئے،لیکن کسی میں ہمت نہ پڑی کہ وہ آگے بڑھ

کر مالی کو ٹوانہ صاحب کے شکنجے سے آزاد کرائے۔ٹوانہ صاحب چیخ چیخ کر نوکروں کو کہتے جاتے تھے......ہٹ جاؤ......ہٹ جاؤ......یہ میرا سہاگ ہے......اگر اس کو کچھ ہوا تو میں زہر کھا لوں گی۔ نوکر چاکر ڈر بھی رہے تھے اور ہنستے بھی جاتے تھے، ڈر اس لیے رہے تھے کہ کہیں کوئی آ ہی نہ جائے، اور ہنس اس لیے رہے تھے کہ مالی تھر تھر کانپ رہا تھا۔نوکروں کو پتا تھا کہ ٹوانہ صاحب کے منہ پر پانی چھینکنے سے مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن کسی نے یہ ہمت نہ کی......البتہ انہوں نے اشاروں کنایوں سے مالی کو دوسرا طریقہ سمجھانے کی کوشش کی لیکن شائد مالی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔آخر ایک نوکر نے جلدی سے ٹوانی کو بلایا......انہوں نے آ کر پانی کا گلاس ٹوانہ صاحب کے منہ پر پھینکا اور یوں بے چارے مالی کی جان بچی......!!!

جانی کی زبانی یہ سارا قصہ سن کر میرے پیروں تلے زمین نکل گئی۔میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ٹوانہ صاحب اتنے خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔میں نے جلدی سے سوال کیا......!!!

''جانی......یہ بتا کہ دورے کی کیفیت ختم ہونے کے بعد ٹوانہ صاحب کو کچھ یاد رہتا ہے؟''

جانی نے نفی میں سر ہلایا......''نہیں یار......وہ تو الٹا ملازمین کو ڈانٹنا شروع کر دیتے ہیں کہ ان کو کیوں پکڑ رکھا ہے......''

میں ایک جھرجھری سی لے کر صوفے میں دھنس گیا......خدا کا شکر ہے کہ جس وقت میرے ساتھ یہ وقوعہ ہوا، جانی موجود تھا، اگر وہ نہ ہوتا تو پتا نہیں ٹوانہ صاحب مجھ پر کیسے کیسے ''تجربات'' کرتے۔ میں نے جانی کی طرف تشکر بھری نظروں سے دیکھا لیکن وہ ازار بند سنبھالے باتھ روم کی طرف جا رہا تھا۔میں ایک طویل سانس لے کر صوفے پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ مجھے آئندہ کے لیے کیا کرنا چاہیے......!!!!

یہ بات تو طے تھی کہ فی الحال میں کسی بھی صورت گھر واپس نہیں جا سکتا تھا، لیکن شریفاں کے گھر بھی تو نہیں رہا جا سکتا تھا ناں۔اگرچہ اس نے کونے والے کمرے میں ایک چارپائی مجھے الاٹ کر دی تھی تاہم چارپائی کی حالت ایسی تھی کہ بقول مشتاق یوسفی، لیٹتے ہی انسان ''نون غنہ'' بن جاتا تھا۔چارپائی کی اونچائی اتنی کم تھی کہ رات کو چیونٹیاں با آسانی لانگ جمپ کا مظاہرہ کرتے

ہوئے اوپر چڑھ آتیں۔شریفاں کے گھر کی چیونٹیاں بھی اتنی موٹی تازی تھیں کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ رات کو چھ سات چیونٹیاں مجھ پر چڑھیں اور مجھے یوں لگا جیسے میں کسی بلڈوزر کے نیچے آ گیا ہوں۔تاہم میں نے یہ نوٹ کیا کہ جیسے ہی کوئی چیونٹی مجھے کاٹتی......تھوڑی دیر بعد اُسے خون کی الٹیاں شروع ہو جاتیں اور وہ تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی۔اس کمرے میں ایک کھڑکی بھی تھی جس کی دوسری طرف سے گندے نالے کا حسین منظر ملاحظہ کیا جا سکتا تھا۔یوں میں منی کلفٹن کے مزے لوٹ رہا تھا۔شریفاں کے ساتھ رہنے میں اور تو کوئی قباحت نہیں تھی' لیکن وہ کھانستی بہت تھی' شائد سگریٹ پیتی تھی۔رات کو جب ایک دفعہ اسے کھانسی کا دورہ پڑتا تو پورے گھر میں بھونچال آ جاتا۔کھانسی کے دوران وہ ڈاکٹر کو بھی کوستی جاتی کہ کم بخت نے 20 روپے بھی جھاڑ لیے اور دوائی بھی ٹھیک نہیں دی۔میں بڑے آرام سے شریفاں کے گھر میں رہ رہا تھا کہ اچانک ایک ایسا واقعہ رونما ہو گیا جس نے میرے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔

☆☆☆

میں اور جانی ٹوانہ صاحب کی ڈرائنگ روم میں بیٹھے تاش کی بازی لگا رہے تھے کہ اچانک ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی کہ ٹوانہ صاحب مجھے یاد کر رہے ہیں۔ میں نے گھبرا کر جانی کی طرف دیکھا' جانی نے میرے کندھے تھپتھپائے اور تسلی دیتے ہوئے بولا...... ''جاؤ......''

میں نے احتیاطاً آیت الکرسی پڑھی اور ملازم کے پیچھے ہولیا۔ وہ مجھے مختلف کمروں سے ہوتا ہوا ٹوانہ صاحب کے کمرے میں لے آیا۔ ٹوانہ صاحب اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ کرسی پر بیٹھے تھے اور دو ملازم ان کی ٹانگیں دبا رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی ٹوانہ صاحب میری طرف متوجہ ہو گئے۔

''کیوں جوان...... ہمارے ساتھ کام کر کے خوش ہوناں؟؟؟''

میں نے دل میں بڑی سی گالی دی اور نہایت سعادت مندی سے گردن جھکا کر کہا...... ''ہاں جی......''

ٹوانہ صاحب خوش ہو گئے اور زور سے تالی بجائی۔ میں سمجھا شائد میرے جواب سے خوش ہو کر بجائی ہے' لیکن سر اٹھانے پر میرے ہوش اڑ گئے' ان کی تالی کے جواب میں کمرہ ملازمین سے خالی ہونے لگا تھا۔ میں بھی چپکے سے مُڑ گیا۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟''

''وہ......مم...... میں......'' میرا سانس اٹکنے لگا۔

''تم یہیں رکو گے......'' ٹوانہ صاحب نے حکم دیا۔

میں نے جلدی سے سر جھکا دیا تاہم میں پوری طرح سے ''ریس'' لگانے کے لیے تیار تھا۔

ٹوانہ صاحب کرسی سے اٹھے'...... میں نے سانس روک لی...... وہ میرے قریب آئے کچھ دیر میرا

جائزہ لیتے رہے، پھر گہرا سانس لیا اور بولے......!!!

''میں تمہیں پانچ لاکھ دینا چاہتا ہوں......!!!''

میرا دماغ بھک سے اڑ گیا اور مجھے سارا کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا......!!!

فہمی نے بھی یہی جملہ کہا تھا...... مجھے زور سے چکر آیا، میں نے خود کو سنبھالا اور کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا!

''پپ...... پانچ...... لل...... لاکھ...... لیکن...... مم...... مجھے...... کرنا...... کیا...... ہوگا......؟؟؟''

ٹوانہ صاحب نے جو جواب دیا اُسے سن کر میں بے اختیار جل تو جلال تو پڑھنے لگا......!!!!

''تمہیں تین لفظ کہنے ہیں......''

مجھے سب یاد تھا کہ فہمی نے بھی یہی کہا تھا...... اوہ مائی گاڈ...... میں تھر تھر کانپنے لگا......ٹوانہ صاحب پر یقیناً دورہ پڑ چکا تھا۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، چیتے کی طرح چھلانگ لگائی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ کوٹھی کے ملازمین میں کھلبلی سی مچ گئی...... میں چلاتا جا رہا تھا......''ٹوانہ صاحب کو دورہ پڑ گیا ہے......ٹوانہ صاحب کو دورہ پڑ گیا ہے......''

یہ جملہ سنتے ہی سارے ملازمین پانی کی بالٹیاں لے کر ٹوانہ صاحب کی طرف دوڑے۔ ٹوانہ صاحب غصے سے گرجے !!!

''الو کے پٹھو...... مجھے کوئی دورہ نہیں پڑا...... بالٹیاں رکھ دو......''

لیکن ملازمین کسی بھی قسم کا رسک لینے کے موڈ میں نہیں تھے۔ ایک نے کچھ زیادہ ہی ہمت دکھائی اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا، اس نے پوری بالٹی ٹوانہ صاحب پر انڈیل دی اور ٹوانہ صاحب کا سفید کلف والا سوٹ اور قیمتی سگار تباہ ہوگیا۔ میں راہداری میں ایک طرف سہما ہوا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ شور کی آواز سن کر ٹوانی بھی بھاگی آئی اور ٹوانہ صاحب کو پانی میں بھیگے دیکھ کر سمجھ گئی کہ کیا وقوعہ ہوگیا ہے۔

''ٹوانہ صاحب...... آپ کو زیادہ ہی دورے نہیں پڑنے لگے''

''ہوش میں رہو ٹوانی......'' ٹوانہ صاحب گرجے......''کون سا دورہ کیسا دورہ...... میں ان سب کی

کھال کھینچوا دوں گا......کیا میں تمہیں ٹھیک ٹھاک نظر نہیں آ رہا''

ٹوانی منہ بنا کر بولی......''پانی پھینکنے کے بعد تو آپ ٹھیک ہو ہی جایا کرتے ہیں......''

''میں پانی پھینکنے سے پہلے بھی ٹھیک تھا......''ٹوانہ صاحب چلائے۔

''آپ ہمیشہ ایسا ہی کہتے ہیں......اصل میں آپ کو کچھ یاد نہیں رہتا......''ٹوانی بھی ترکی بہ ترکی جواب دے رہی تھی۔

''یاد نہیں رہتا......لیکن مجھے تو سب یاد ہے......''ٹوانہ صاحب نے دانت پیسے۔

''کیا یاد ہے......؟؟؟''ٹوانی چونکی

ٹوانہ صاحب ملازمین کی طرف مڑے......!!!

''کیا تم سب لوگ میرے کمرے میں موجود نہیں تھے......دتو اور فضل میرے پاؤں دبا رہے تھے......وہ سامنے والا نیا ملازم کمرے میں آیا تھا......میں نے تالی بجا کر تم سب کو نکلنے کے لیے کہا تھا...... بتاؤ کہا تھا کہ نہیں......''

ملازمین ہکا بکا رہ گئے......ٹوانہ صاحب کو تو سب یاد تھا۔ میں بھی پریشان ہو گیا......تو کیا ٹوانہ صاحب ہوش کی حالت میں یہ سب باتیں کر رہے تھے' لیکن......لیکن انہوں نے مجھے یہ کیوں کہا کہ تین لفظ کہنے ہیں......اگر وہ شادی کی فرمائش کر دیتے تو؟؟؟......لیکن......لیکن......ہوش کے عالم میں وہ ایسی دورے والی فرمائش کیوں کرتے......؟؟؟''میں گڑبڑا سا گیا۔

''بولو منحوسو!!! کیا میں غلط کہہ رہا ہوں......؟؟؟''ٹوانہ صاحب کا غصہ عروج پر پہنچا ہوا تھا' اور جس ملازم نے ان پر پانی کی بالٹی پھینکی تھی وہ ان کے پاؤں میں گرا ہو گڑگڑا رہا تھا۔ ٹوانی بھی سمجھ گئی کہ ملازمین سے غلطی ہو گئی ہے' اس نے جلدی سے بات کو سنبھالا اور بولی!

''ٹوانہ صاحب اس میں ملازمین کا کیا قصور ہے......انہوں نے تو میرے حکم پر پانی پھینکا تھا' خطا کار تو میں ہوں......آپ جو چاہیں مجھے سزا دے سکتے ہیں......''

یہ سنتے ہی ٹوانہ صاحب جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ اور پیار پھیل گیا اور وہ بڑی محبت سے بولے۔

''آپ تو ہمیں گولی بھی مار دینے کا حکم دیں تو ہم اُف نہیں کریں گے...... چلو اوئے دفع ہو جاؤ سارے......'' انہوں نے پاؤں پڑے ملازم کو ٹھوکر ماری اور ٹوانی کی طرف محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے...... ''براہ کرم پانی پھینکوانے سے پہلے مکمل تصدیق کر لیا کریں کہ کیا ہم واقعی دورے کی کیفیت میں ہیں......''

ٹوانی نے سپاٹ لہجے میں کہا...... ''معاف کرنے کا شکریہ' آئندہ خیال رکھوں گی......'' یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گئی۔ ملازمین دم دبا کر بھاگ گئے تھے اور اب کمرے میں اکیلے بھیگے ہوئے ٹوانہ صاحب کھڑے تھے اور سامنے راہداری میں' میں بھیگی بلی بنا کھڑا تھا۔

ٹوانہ صاحب نے قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھا...... اپنے چہرے سے پانی صاف کیا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے میری طرف بڑھے۔ میں شرمندگی اور خوف سے زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ ٹوانہ صاحب کے قدموں کی آہٹ آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھی۔ مجھے پتا تھا کہ اب نہ صرف گالیاں پڑیں گی بلکہ عین ممکن ہے تھپڑوں کی بارش بھی ہو جائے۔ ٹوانہ صاحب کے بارے میں سنا تھا کہ وہ گستاخ ملازمین کو بہت خوفناک سزائیں دیا کرتے تھے۔

وہ میرے قریب آئے' شہادت کی انگلی سے میرا منہ اوپر کیا اور بولے!!!

''آنکھیں غزل ہیں آپ کی' اور ہونٹ ہیں گلاب...... سارے جہاں میں آپ کا کوئی نہیں جواب''

''امی جی......'' میں نے فلک شگاف چیخ ماری اور جمپ لگا کر بھاگا۔

ملازمین پھر سے اکٹھے ہو گئے۔

''پانی پھینکو...... ٹوانہ صاحب کو دورہ پڑ گیا ہے......'' میں چلایا۔ لیکن کوئی بھی میری بات ماننے کو تیار نہ ہوا' وہ پہلے ہی میرے جھوٹ کے نتیجے میں مرتے مرتے بچے تھے۔ میں قسمیں کھا کھا کر انہیں یقین دلا رہا تھا کہ ٹوانہ صاحب کو دورہ پڑ چکا ہے' لیکن وہ کیسے یقین کر لیتے' کیونکہ ٹوانہ صاحب تو وہیں پر کھڑے مجھے گھور رہے تھے۔

''اسے پکڑ لو......'' ٹوانہ صاحب گرجے اور ملازمین تیر کی طرح میری طرف لپکے اور ایک منٹ میں مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔

ٹوانہ صاحب کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ انہوں نے خونخوار لہجے میں میری طرف قدم بڑھائے اور پاس آ کر غرائے!

''آج میں تمہیں اس بدتمیزی کی ایسی سزا دوں گا کہ جس جس کو پتا چلے گا وہ خوف کے مارے ساری زندگی سو نہیں سکے گا......اوئے شیرے......میری زنجیر لاؤ......''شیرا اندر کی طرف دوڑا......مجھ پر تشنج طاری ہوگیا......''معاف کر دیں......ٹوانہ صاحب معاف کر دیں......مجھ سے بھول ہوگئی......''

''بھول تم سے نہیں مجھ سے ہوئی جو تم پر اعتماد کر لیا......آج کی تاریخ ٹوانے کا انوکھا انتقام دیکھے گی......''

میری آنکھوں کے آگے موت کے سائے رقص کرنے لگے......ٹوانہ صاحب کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر عمل بھی کر گزریں گے۔ میں کانپتے ہوئے ان کے قدموں میں گر گیا۔

''خدا کے لیے......مجھے بخش دیں......میں آئندہ یہاں نظر بھی نہیں آؤں گا......آج کی دیہاڑی بھی نہیں لوں گا......خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں......''

ٹوانہ صاحب نے میری بات سنی ان سنی کرتے ہوئے دوبارہ دھاڑ لگائی......''شیرے......زنجیر کیوں نہیں لائے ابھی تک......؟؟؟''

شیرا پھولے ہوئے سانس کے ساتھ برآمد ہوا......اس کے ہاتھ میں لوہے کی موٹی سی زنجیر تھی۔ میرا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔ میں نے سیاستدانوں کے انتقام کے کئی قصے سن رکھے تھے اور یقیناً اب میں بھی ان میں سے کسی ایک کا شکار ہونے والا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ میری اتنی چیخوں کے باوجود جانی اندر نہیں آیا تھا' غالباً ٹوانہ صاحب کے حکم کے بغیر کسی ورکر کو اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ شیرے نے زنجیر ٹوانہ صاحب کے سامنے کر دی۔ ٹوانہ صاحب نے ایک نظر زنجیر کو دیکھا' پھر خوفناک لہجے میں بولے!

''اس زنجیر کا ایک سرا میرے پاؤں سے باندھ دو اور دوسرا میرے ہاتھ میں دے دو......''

میں غشی کے قریب پہنچ گیا......مجھے صاف لگ رہا تھا کہ میرے سارے خواب موت کا شکار ہونے والے ہیں......ابھی تو میں نے زندگی میں بہت سے اہم کام کرنے تھے......ابھی تو ہمسائیوں کی لڑکی

کے رقعے کا جواب بھی دینا تھا......ابھی تو موچی سے ہوائی چپل بھی واپس لینی تھی......ابھی تو صحن والے نلکے کی بوکی بھی بدلوانی تھی......ابھی تو پچھلے ہفتے والے خواب کا بقیہ حصہ بھی دیکھنا تھا......ابھی تو بسنت بھی منانی تھی......ابھی تو خواجوں کے لڑکوں کے ساتھ باندر کلا بھی کھیلنا تھا......ابھی تو اپنے ہاتھ بھی پیلے کرنے تھے......ابھی تو......ابھی تو بہت کچھ کرنا تھا...... بہت کچھ......!!! میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

''تمہاری کوئی آخری خواہش......؟؟؟'' کمرے میں ٹوانہ صاحب کی آواز گونجی۔

''ہاں جی......'' میں منمنایا

''کیا......؟؟؟'' وہ بولے

''مجھے چھوڑ دیں......'' میں نے ہاتھ جوڑے۔

ٹوانہ صاحب نے نفی میں سر ہلایا اور ملازمین کی طرف دیکھتے ہوئے بولے...... ''صرف دو بندے اس کو پکڑے رکھیں...... باقی پیچھے پیچھے ہٹ جائیں......''

سب ملازمین پیچھے ہٹ گئے......وہ سہمے ہوئے تھے کہ ٹوانہ صاحب کس قسم کی انوکھی سزا دینا چاہ رہے ہیں۔

میری گھگھی بندھ گئی......میں نے بولنا چاہا لیکن مجھے لگا جیسے میری آواز حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئی ہے۔

''جیسے ہی میں ایک دو تین کہوں......تم لوگ اسے چھوڑ کر پرے ہو جانا......'' ٹوانہ صاحب نے اُن دو ملازمین سے کہا جو مجھے جکڑے ہوئے تھے۔

میں ساکت ہو چکا تھا......سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں ختم ہو گئی تھیں......میں نے ڈبڈبائی آنکھوں اور بڑی حسرت سے آخری دفعہ اردگرد کھڑے ملازمین کو دیکھا......''

''ایک......'' ٹوانہ صاحب شروع ہو گئے' زنجیر کا دوسرا سرا انہوں نے اپنے دائیں بازو میں پکڑ لیا تھا۔میں نے ملازمین کی گرفت سے نکلنا چاہا لیکن ایسا لگا جیسے مجھ میں جان ہی نہیں......!!!

''دو......''

کمرے کا منظر میرے سامنے سے دھندلانے لگا......زندگی کے تمام لمحات ایک لمحے میں میری آنکھوں کے سامنے سے گذر گئے......میں نے بلند آواز کلمہ پڑھا۔

''تین......'' ٹوانہ صاحب کے حلق سے نکلا اور دونوں ملازمین ایک جھٹکے سے مجھے چھوڑ کر پرے ہو گئے۔

ٹوانہ صاحب نے ایک جمپ لگایا اور شروع ہو گئے!!!

''رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے......''

میں سکتے کے عالم میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ سارے ملازمین کے منہ کھلے رہ گئے۔

ٹوانہ صاحب پوری دلجمعی کے ساتھ ثریا بھوپالی کی مٹی پلید کر رہے تھے اور لہک لہک کر گاتے جا رہے تھے۔ وہ بار بار اپنے پاؤں کو زنجیر میں الجھاتے اور بھرپور والیوم میں کہتے...... ''رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے''

میں نے غیر محسوسانہ طور پر پیچھے ہٹنا شروع کیا اور پھر تیزی سے واپس بھاگا۔ کسی بھی ملازم نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میں بھاگتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ جانی بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا' مجھے دیکھتے ہی وہ میری طرف لپکا۔

''کمالے......سب ٹھیک تو ہے ناں؟''

میں نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اُسے سارا وقوعہ بتایا' ساری بات سن کر جانی کے چہرے پر پریشانی عود آئی' میں نے محسوس کیا کہ وہ یکدم بے چین سا ہو گیا تھا۔

''کمالے......یہ تو نے اچھا نہیں کیا......''

میں حیران رہ گیا...... ''یعنی تیرا مطلب ہے کہ میں وہاں ٹوانہ صاحب کی خوراک بن جاتا''

''اے نہیں یار......لیکن یہ جو تو وہاں سے بھاگ آیا ہے یہ تُو نے بہت برا کیا......اگر ٹوانہ صاحب کو تیرا بھاگنا یاد رہ گیا تو وہ تجھے اس کی بہت سخت سزا دیں گے''

میں ڈر گیا...... ''کیا مطلب......تُو نے ہی تو کہا تھا کہ دورے کی حالت میں انہیں کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا اور نہ ہی بعد میں کوئی چیز یاد رہتی ہے''

''ہوتا تو ایسا ہی ہے' لیکن کبھی کبھی انہیں سب کچھ یاد بھی رہتا ہے'' جانی نے سر کھجایا۔

''تیرا بیڑہ غرق......'' میں کانپ گیا۔ ''تو نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی''

''بس...... یاد ہی نہیں رہی......''

''تیری یاداشت نے مجھے مروا دیا...... جانی...... مجھے اگر پتا ہوتا کہ ٹوانے کو سب یاد رہتا ہے تو میں کبھی نہ بھاگتا...... اب تو......''

میری بات ادھوری ہی تھی کہ اندر سے خانساماں بھاگتا ہوا آیا۔

''چل اوئے تجھے ٹوانہ صاحب بلا رہے ہیں'' اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔

''میں نہیں جاؤں گا......'' میں نے اپنے قدم مضبوطی سے زمین پر جما دیے

''اوئے ٹوانہ صاحب کی حکم عدولی کرے گا'' خانساماں غصے میں آ گیا۔

''بس کہہ جو دیا میں نہیں جاؤں گا...... اور میں یہ ملازمت بھی ابھی اور اسی وقت چھوڑ رہا ہوں......''

میں نے تیزی سے کہا اور سامنے نظر پڑتے ہی میرے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ ٹوانہ صاحب اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہے تھے اور ان کا رخ سیدھا میری طرف تھا۔

میرے قدم نو نو من کے ہو گئے۔ ٹوانہ صاحب نے انتہائی دھیمی آواز میں کہا...... ''سب لوگ باہر چلے جائیں' مجھے کما لے سے ضروری بات کرنی ہے''

مجھے غصہ آ گیا...... یہ کیا تماشا تھا...... ہر دو منٹ بعد ضروری بات اور ہر تین منٹ بعد ڈانس...... لیکن میری ہمت اور اوقات ایسی نہیں تھی کہ میں اپنے غصے کا برملا اظہار کر سکتا' لہذا بہت جلد میرا غصہ خوف میں بدل گیا۔ تاہم اب کی بار میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر ٹوانہ صاحب نے پھر کوئی زنانہ ایکشن بنایا تو میں کھڑکی سے چھلانگ لگا کر فرار ہو جاؤں گا۔ ٹوانہ صاحب بھی شاید میرا ارادہ بھانپ گئے تھے اس لیے کھڑکی کے قریب کھڑے ہو گئے اور پھر ایک حیرت انگیز جملہ کہا جسے سن کر میری آنکھیں پھیل گئیں۔

''کما لے...... مجھے دورے نہیں پڑتے...... میں بالکل ٹھیک ہوں''

میں سمجھ گیا کہ اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ ٹوانے کو پھر دورہ پڑا ہے۔

''میری بات کا یقین کرو......اگر تم تسلی سے میری بات سنو گے تو اس میں خود تمہارا بہت بڑا فائدہ ہے''

''آپ......آپ وہیں کھڑے رہیں......تو......میں بات سنوں گا......''میں نے اپنی شرط بتائی۔

ٹوانہ صاحب کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی' اور وہ بولے......''مجھے منظور ہے......لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں پانچ لاکھ نہیں چاہئیں''

میری شکل رونے والی ہوگئی......''ٹوانہ صاحب......چاہئیں تو سہی......لیکن......عزت دارانہ طریقے سے......''

''ہاں تو میں کب تمہیں بے عزت کر کے پانچ لاکھ دینا چاہتا ہوں......میں نے تو بتایا بھی تھا کہ تمہیں صرف تین لفظ بولنے ہیں......''

''اور یقیناً وہ تین لفظ ہوں گے......قبول ہے......قبول ہے......قبول ہے......؟؟؟؟''

''ہاہاہاہاہاہا......''ٹوانہ بھینسے کی طرح ڈکرایا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔ دل تو چاہتا تھا کہ اس کی ہنسی کا اعتبار کروں لیکن دماغ کہتا تھا کوئی رسک مت لینا' ہوسکتا ہے یہ بھی دورے کی کوئی کیفیت ہو۔ لہٰذا میں اُسی طرح محتاط کھڑا رہا۔ تین منٹ 11 سیکنڈ تک ہنسنے کے بعد ٹوانہ صاحب بولے......''بھئی خوب......میں اب سمجھا کہ تم کیوں بھاگے تھے......بیوقوف انسان ایسی کوئی بات نہیں' پہلے تو یہ بات ذہن نشین کرلو کہ مجھے دورے وغیرہ کچھ نہیں پڑتے' بلکہ یہ ڈھونگ میں نے اپنے بھائی لطیف سے بچنے کے لیے رچا رکھا ہے۔ میرے باپ کی وصیت کے مطابق جب تک میرے دورے ٹھیک نہیں ہو جاتے' لطیف ان کی جائداد میں سے حصہ نہیں لے سکتا۔''

میں چونک گیا......ٹوانے کا یہ روپ میرے لیے بالکل نیا تھا۔ میرے تنے ہوئے عضلات ڈھیلے پڑ گئے اور میں کچھ کچھ بات سمجھنے لگا۔ ٹوانے نے اپنی بات جاری رکھی اور کہا......!!!

''میرا بھائی میری موت چاہتا ہے اور میں اپنے بھائی کی......میری خواہش ہے کہ میں اپنے بھائی کو قتل کر دوں اور جب پولیس پوچھے کہ قاتل کون ہے تو تم تین لفظوں میں صرف اتنا کہو کہ......''میں

قاتل ہوں ......’’اس بات کے تمہیں پانچ لاکھ ملیں گے......‘‘

’’قق......قاتل......‘‘مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ایسا لگ رہا تھا کہ میں زیادہ دیر تک کھڑا رہا تو دھڑام سے گر جاؤں گا۔پانچ لاکھ میں پھانسی کا پھندا......!!!!

’’گھبراؤ مت......تمہیں پھانسی نہیں ہوگی......‘‘ ٹوانے نے غالباً میرا ذہن پڑھ لیا تھا۔

’’پھانسی تو واقع نہیں ہوگی لیکن سزائے موت ضرور ہوجائے گی......‘‘میں نے ہاتھ جوڑے......’’خدا کے لیے مجھ پر رحم کیجئے......مجھے جانے دیجئے......مجھے نہیں چاہئیں پانچ لاکھ‘‘

’’تھوڑے ہیں تو دس لاکھ کر دیتے ہیں......چلو دس بھی چھوڑو......پندرہ لاکھ لے لینا......میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں جیل سے چھڑوالوں گا......‘‘اس نے دھماکا کیا۔

’’اور اگر نہ چھڑوایا تو......‘‘میں نے بے چارگی سے کہا۔

’’کیسی باتیں کرتے ہو......اس سے پہلے بھی تو تمہیں جیل سے رہا کروایا ہے......حالانکہ میں تمہیں جانتا تک نہیں تھا......‘‘

بات تو اس کی ٹھیک تھی لیکن اس بات کی کیا گارنٹی تھی کہ وہ مجھے پندرہ لاکھ دے گا۔یہی بات میں نے ٹوانہ سے کی تو اس نے مجھے یقین دلایا کہ جیل سے چھوٹتے ہی وہ مجھے پوری رقم ادا کر دے گا۔تاہم میں نے سوچنے کے لیے ایک دن کی مہلت مانگی جو اس نے بخوشی قبول کر لی لیکن ساتھ ہی یہ بھی باور کرادیا کہ اگر یہ بات آؤٹ ہوئی تو وہ مجھے گولی مارنے میں ایک منٹ کی دیر نہیں لگائے گا اور لاش وہاں پھینکے گا جہاں جانور بھی نہ جاتے ہوں۔میں نے پوری توجہ سے اس کی بات سنی اور پھر اجازت لے کر کچی بستی میں شریفاں کے گھر آ گیا۔

جانی مجھ سے بات کرنے کے لیے بے تاب تھا‘ وہ جاننا چاہتا تھا کہ میرے اور ٹوانہ کے درمیان کون سی خفیہ بات ہوئی ہے جس کے لیے سارے نوکروں کو ڈرائنگ روم سے باہر بھیج دیا گیا تھا۔میں جانی کو اپنے راز میں شریک کرنا چاہتا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ ڈر بھی رہا تھا کہ کہیں وہ مروا ہی نہ دے۔شریفاں ناک بھوں چڑھائے ہوئے تھی‘ غالباً میری عدم موجودگی میں اس کی پھر جانی سے تو تو میں میں ہوگئی تھی۔ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا‘ جانی سے جب بھی اس کی لڑائی ہوتی‘ وہ اکثر

اپنا غصہ مجھے زہریلا کھانا دے کر پورا کرتی۔

یہ شریفاں بھی عجیب عورت تھی......؟ شہر کی کسی کوٹھی میں کام کرتی تھی لیکن ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی......میں نے ایک دو دفعہ کھانے میں نقص نکالنے کی کوشش کی تو اس نے پلیٹ میرے آگے سے اٹھا کر زور سے دیوار پر دے ماری اور بولی...... ''جا......جا کے ماں کے گھر سے کھا......''

سچی بات تو یہ ہے کہ میں اس سے شدید خوفزدہ رہنے لگا تھا......اب تو میں نے اس سے کھانے کا شکوہ ہی چھوڑ دیا تھا۔تاہم ہر روز میری خواہش ہوتی کہ کم ازکم یہ تو پتا چلے کہ آج جو میں نے کھایا ہے وہ تھا کیا' لیکن کبھی یہ راز فاش نہ ہوسکا......وہ چیزیں ہی بڑی عجیب وغریب بناتی تھی......کبھی چکن میں بڑے گوشت کا قیمہ ڈال دیتی......کبھی دال میں حلوہ ڈال دیتی......کبھی مرچوں والی سویاں تیار کرتی اور کبھی میرے آگے میٹھا اچار رکھ دیتی۔یہ کھانے کھا کھا کر میں روز نئے نئے ذائقوں سے روشناس ہو رہا تھا۔

ہاں تو میں بات کر رہا تھا کہ جانی کرید کرید کر مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ ٹوانہ صاحب نے مجھ سے کیا بات کی۔ میں نے حتمی فیصلہ کر لیا کہ جانی کو اس راز میں شریک کیا جائے' لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ شریفاں کی عدم موجودگی میں بات کی جائے۔لہذا میں نے جانی کو اشارہ کیا کہ اس وقت کوئی بات نہ چھیڑے اور رات ہونے کا انتظار کرے۔

☆☆☆

رات ہوتے ہی جانی میرے کمرے میں گھس آیا۔اس سے پہلے کہ وہ مجھے کچھ کہتا' پیچھے سے شریفاں بھی آ پہنچی۔

''چل جا کے سر درد کی گولی لے کر آ ......سارا دن کام کر کر کے میرا دماغ گِھس جاتا ہے''

جانی نے منہ بنایا...... ''اس وقت کہاں میڈیکل سٹور کھلا ہوگا......''

شریفاں نے بڑی مشکل سے غصہ کنٹرول کیا اور بولی...... ''بک بک نہ کر......تیرے نشے کے لیے تو ساری رات میڈیکل سٹور کھلے رہتے ہیں''

جانی بھی ضد میں آ گیا...... ’’اس وقت دل نہیں چاہ رہا...... میں تھکا ہوا ہوں......‘‘

’’جانی...... جا چلا جا...... مجھے غصہ نہ دلا......‘‘ شریفاں آہستہ آہستہ اپنی جون بدل رہی تھی۔ مجھے آنے والے وقت کی خوفناکی کا احساس ہو رہا تھا‘ لہٰذا میں نے جانی سے کہا کہ وہ جائے اور گولی لے آئے...... لیکن جانی بھی ڈھیٹ ہڈی تھا‘ مزید پکا ہو کر بیٹھ گیا۔

’’لاؤ میں لا دیتا ہوں......‘‘ میں نے جھگڑا ختم کرنا چاہا۔

میری بات سنتے ہی اچانک شریفاں نے پوری طاقت سے میرے منہ پر گھونسا دے مارا۔

یہ افتاد اتنی اچانک تھی کہ مجھے سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا...... میں بلبلاتا ہوا دور جا گرا...... ساری دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی...... ایسا لگ رہا تھا جیسے مجھے جلتی ہوئی بھٹی میں ڈالا جا رہا ہے...... میں زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

جانی تیزی سے اٹھا اور اٹھتے ہی شریفاں کے بال پکڑ لیے۔

’’تیری تو ایسی کی تیسی...... تو نے میرے دوست پر ہاتھ اٹھایا......‘‘

شریفاں نے فوراً جوابی حملہ کیا اور پوری قوت سے جانی کے ہاتھ پر ’’دندی‘‘ کاٹ لی۔ جانی کے حلق سے ایک ہولناک چیخ نکلی اور وہ شریفاں کے بال چھوڑ کر اپنا ہاتھ دبائے فرش پر گر گیا۔ عجیب منظر تھا...... فرش پر ایک طرف میں درد کے مارے لوٹنیاں کھا رہا تھا‘ دوسری طرف جانی بلبلاتا پھر رہا تھا...... اور شریفاں ٹھن کر کھڑی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آ گیا...... اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھتا...... سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہو گیا......!!!

☆☆☆

میں کتنی دیر بے ہوش رہا...... یہ تو مجھے معلوم نہیں ...... لیکن جیسے ہی مجھے ہوش آیا' میں نے محسوس کیا کہ یہ شریفاں کا گھر نہیں ہے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور حیران رہ گیا...... یہ تو کوئی بہت ہی اچھا سا گھر لگ رہا تھا...... لیکن میں تو شریفاں کے گھر بے ہوش ہوا تھا' مجھے یہاں کون لایا...... میرے ذہن میں سوالات گردش کرنے لگے...... لیکن ظاہری بات ہے کہ جواب ملنا اُس وقت تک ناممکن تھا جب تک کہ میں اُٹھ کر پتا نہ کرتا کہ وہ کون مہربان ہے جو مجھے وحشی شریفاں کے چنگل سے چھڑا کر یہاں تک لایا ہے۔ شریفاں کے بارے میں' میری حتمی رائے یہ تھی کہ وہ یقیناً کسی جنم میں چڑیل رہی ہوگی...... خدا گواہ ہے کہ اس کا مکا اتنا طاقتور تھا کہ میرا جبڑا تک ہل کر رہ گیا تھا...... میں یکدم اٹھ کر بیٹھ گیا...... درد کی تیز لہر نے مجھے شریفاں یاد دلائی ...... اور میں نے سر پکڑ لیا۔ تھوڑی دیر تک یونہی رہا...... پھر جیسے ہی آنکھیں سامنے کی طرف کیں...... میرا پورا وجود برف کا ہوگیا...... یوں لگا جیسے میں پھر بے ہوش ہو جاؤں گا...... یہ...... یہ سب کیا تھا...... میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا...... سامنے انتہائی حیرت انگیز اور ناقابل یقین منظر تھا......!!!

میرے بالکل سامنے کرسی پر فہمی بیٹھی خاموشی سے مجھے گھور رہی تھی۔ میں تھر تھر کانپنے لگا۔ کمرے میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ دروازہ بھی لاک نہیں تھا...... پہلے میں نے سوچا کہ دوڑ لگا دوں' پھر ذہن میں آیا کہ جو اتنے اطمینان سے بیٹھی ہوئی ہے اس نے یقیناً کوئی نہ کوئی انتظام کیا ہوگا۔

''فہمی...... تم...... تم یہاں......'' میں نے بڑی مشکل سے کہا۔

اس نے ایک طویل سانس لی اور جواب دینے کی بجائے دوبارہ مجھے گھورنے لگی۔ میں مزید بوکھلا گیا
''فہمی......تم......تم کہاں چلی گئی تھیں......''
میں نے الٹا اُس سے سوال کر دیا۔ مجھے پکا یقین تھا کہ میرا یہ بونگا سوال سن کر فہمی کم از کم ایک آدھی جوتی تو میری طرف ضرور اچھالے گی' لیکن حیرت کی بات ہے کہ وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ پتا نہیں کیوں وہ میرے کسی سوال کا جواب ہی نہیں دے رہی تھی' یا تو اسے کسی نے منع کیا تھا' یا وہ کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ میرا دوسرا خیال زیادہ درست ثابت ہوا' وہ واقعی کسی کا انتظار کر رہی تھی' اسی اثناء میں دروازہ کھلا اور جو صورت نظر آئی اسے دیکھ کر میرا دماغ پھر بھک سے اڑ گیا۔ پتا نہیں وہ کیسا منحوس دن تھا کہ دل و دماغ پر جھٹکے پہ جھٹکے لگ رہے تھے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ کر دروازے کی طرف دیکھا...... وہاں سے شریفاں اندر داخل ہو رہی تھی۔ میری طرف دیکھتے ہی اس نے عجیب سا برا منہ بنایا' پھر تیزی سے فہمی کی طرف بڑھ گئی اور اس کے کان میں کچھ کہنے لگی۔ میں نے پوری توجہ اس کی بات سننے کی طرف لگا دی لیکن کچھ نہ سن سکا۔ اگرچہ اس کا یہ عمل اسلامی شعائر کے خلاف تھا کہ وہ ایک تیسرے بندے کی موجودگی میں دوسرے بندے سے کان میں باتیں کر رہی تھی' تاہم میں مجبور تھا' ورنہ اسے ضرور سمجھاتا۔ بات کرنے کے بعد وہ مڑی اور اطمینان سے کھڑی ہو کر مجھے گھورنے لگی۔ میں بدحواس سا ہو رہا تھا' فہمی بھی مجھے گھور رہی تھی اور شریفاں بھی۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ شریفاں کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے۔
''یہ میری ملازمہ ہے'' فہمی نے لب کھولے۔
''اوہ......................'' میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ میں سب سمجھ گیا تھا' قسمت نے پھر مجھے پھنسوا دیا تھا' شریفاں شہر کی جس کوٹھی میں کام کرتی تھی وہ فہمی کی ہی تھی۔ اب کی بار میں نے خاموشی اختیار کی۔
''آگے تو تم سمجھ ہی گئے ہوگے' یقیناً آج تم نئی نئی شکلیں اچانک دیکھ کر بہت حیران ہو رہے ہوگے......میرے پاس تمہارے حیران ہونے کے لیے ایک اور بہت اچھی صورت موجود ہے......ذرا بوجھو تو کس کی ہے؟''
میں چونک گیا...... گویا کوئی اور بھی موجود تھا......کون ہو سکتا ہے؟ میں نے طبیعت کے برخلاف ذہن

پر زور دیا...... یقیناً جانی ہی ہوسکتا ہے' شریفاں کے ساتھ مل کر وہی میرا صحیح کباڑا کرسکتا تھا۔تاہم میں نے اپنا راز فہمی پر ظاہر نہیں کیا۔

''اگر کہو تو بلاؤں......؟'' فہمی نے میری رائے لی۔

میں بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا' پتا نہیں اب وہ کس کو بلانے لگی تھی۔

''آ جائیں'' اس نے اطمینان سے کہا اور دروازہ آہستہ سے کھلا...... میں نے آنے والے کو دیکھا اور فوری طور پر بے ہوش ہونے کی تیاری کرنے لگا......دروازے میں سے تھانیدار اندر داخل ہو رہا تھا۔

''یہ لیجئے...... یہ رہا آپ کا ملزم...... بڑی مشکل سے قابو آیا ہے......'' فہمی کھڑی ہوگئی۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی تھانیدار کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی' اس نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور میری طرف بڑھا۔

''گرفتاری مبارک ہو کمینے......'' اس نے ڈنڈے سے میری ٹھوڑی اوپر کرتے ہوئے کہا۔

'' Same to you'' میں نے مہذب انداز میں کہا۔

میری بات سنتے ہی تھانیدار کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔

''میڈم......اب میں اس کے ساتھ جو مرضی سلوک کروں...... آپ نے درمیان میں نہیں بولنا......''

فہمی ہنسی......''ہاں ہاں...... جو چاہے کیجئے......بس اتنا ذہن میں رہے کہ اسے مرنا نہیں چاہیے......''

''نہیں مرتا......نہیں مرتا...... یہ مرگیا تو کیا مزا آئے گا......کیوں اوئے الو کے پٹھے......اُس دن ٹوانہ صاحب کا ورکر بن کر رہائی پا گیا تھا' اب دیکھنا میں تجھے کیسا ورکر بناتا ہوں' تیرے ٹوٹے نہ کر دیے تو پھر کہنا......تجھ پر پانچ ڈکیتیاں ڈالوں گا......''

میں ہاتھ جوڑ کر رونے لگا ''تھانیدار صاحب......تھانیدار صاحب...... بے شک مجھ پر پورے ملک کی ڈکیتیاں ڈال دیں' سارے قتل بھی مجھ پر ڈال دیں......ساری چوریاں اور اغواء کی وارداتیں بھی مجھ پر ڈال دیں' لیکن میری صرف ایک گذارش مان لیں......''

تھانیدار حیرت سے بولا......''وہ کیا اوئے......''

میں نے ہاتھ جوڑے...... ''مجھے چھوڑ دیں......''

تھانیدار میری بات سنتے ہی غصے سے پاگل ہوگیا۔اس نے مجھے ''کھتی'' سے پکڑا اور ایک ہی جھٹکے میں سیدھا کھڑا کر دیا۔''اوئے چھوڑوں گا تو سہی' لیکن ایسا کر کے چھوڑوں گا کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے......''

''آپ کیا کریں گے جی اس کے ساتھ......'' شریفاں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

تھانیدار نے چونک کر شریفاں کی طرف دیکھا...... ''یہ کون ہے؟''

''یہ...... یہ شریفاں ہے...... ہمارے گھر کام کرتی ہے' اسی کے گھر تو یہ رہتا تھا......شریفاں نے ہی مجھے اطلاع دی تھی کہ یہ اس کے گھر میں چھپا ہوا ہے'' فہمی بولی۔

''اوہ......تو اس کا مطلب ہے شریفاں بھی اس کی ساتھی ہے......''

''نہیں نہیں انسپکٹر صاحب......یہ ساتھی ہوتی تو کبھی اسے نہ پکڑواتی......یہ تو میری اور آپ کی محسن ہے......''

انسپکٹر نے کھا جانے والی نظروں سے شریفاں کی طرف دیکھا لیکن کچھ کہنے سے گریز کیا۔فہمی کی وجہ سے وہ اپنے اختیارات کے لامحدود استعمال سے معذور تھا' لہذا شریفاں والا غصہ بھی اس نے مجھ پر اتارا اور تین چار کرارے ہاتھ جڑنے کے بعد آواز دے کر سپاہیوں کو بلا لیا۔

میری چیخنے چلانے کی صلاحیت اچانک دم توڑ گئی......کیا فائدہ تھا...... جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا۔شریفاں حسبِ روایت ''بدمعاشاں'' لگ رہی تھی۔ میں نے سر جھکایا اور بڑے آرام سے سپاہیوں سے ہتھکڑی لگوالی۔فہمی لاتعلقی سے سیٹی بجا رہی تھی۔ وہ میری بیوی تھی' میں اس کا شوہر تھا' کیا جب کسی کا شوہر گرفتار ہوتا ہے تو بیوی اس طرح سیٹی بجاتی ہے' میرا دل چاہا کہ اسے کھڑے کھڑے طلاق دے دوں......!!!

☆ ☆ ☆

جس وقت مجھے تھانے کی حوالات میں بند کیا گیا' رات کا وقت تھا۔سارے حوالاتی سوئے ہوئے تھے۔میں نے گنتی کی' وہ تعداد میں چار تھے۔حوالات بہت تنگ تھی' ایک قیدی آڑھا

ترچھا ہو کر سویا ہوا تھا‘ اگر اسے سیدھا کرایا جاتا تو کافی ساری جگہ خالی ہو سکتی تھی۔ میں نے اسے کافی پاؤں مارے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ میں نے اس کے کان کے قریب ہوتے ہوئے کہا...... ’’مجھے بھی لیٹنے دو......‘‘

’’کیا کہا...... کھیلنے دوں...... ابے یہ حوالات ہے...... کوئی ہا کی کا میدان نہیں......‘‘ جواب میں ایک مانوس سی آواز آئی۔ میں چونک اٹھا اور غور کرنے لگا کہ یہ آواز میں نے کہاں سنی ہے............ اور اسی لمحے میرے دماغ میں ایک جھپا کا سا ہوا اور میں حوالاتی سے لپٹ گیا۔

’’ابے...... ابے...... یہ...... یہ کیا کر رہا ہے...... کک...... کون ہے تو...... ابے چھوڑ......‘‘ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

’’ابا...... یہ میں ہوں...... کمالا...... تیرا کمالا......‘‘ میں فرط جذبات سے ابا کے گلے لگ گیا۔

’’میرا گھر والا...... ابے کیا بک رہا ہے...... میں کوئی تیری زنانی ہوں......‘‘ ابا نے حیرانی سے کہا‘ وہ ابھی تک مجھے نہیں پہچان پائے تھے۔ میں نے روشنی میں آتے ہوئے ان کی طرف چہرہ کیا اور ابا یوں اچھلے جیسے انہیں کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہو۔

’’کک...... کمالے...... تُو......‘‘

’’ہاں ابا...... میں...... تیرا کمالا...... جسے سارے کھوتے کا پُتر کہتے ہیں......‘‘

’’اوئے کمالیا......‘‘ ابا بھی مجھ سے لپٹ گئے۔ ہماری آوازیں سن کر پہرے دار تیزی سے ادھر لپکا

’’اوئے کون شور کر رہا ہے؟‘‘

میں اور ابا تیزی سے دبک گئے اور نیچے لیٹ گئے۔ پہرے دار کچھ دیر تک چوکنی نگاہوں سے حوالات کا جائزہ لیتا رہا‘ پھر سمجھا شائد کوئی خواب میں بڑبڑا رہا ہوگا...... اور چلا گیا۔

ابا نے لیٹے لیٹے سرگوشی کی...... ’’ابے میں نے تو تیرے قل بھی پڑھ دیے تھے...... تو کہاں چلا گیا تھا‘‘

میں نے دبی دبی آواز میں کہا...... ’’ابا میری چھوڑ...... یہ بتا تو کیسے یہاں آیا؟‘‘

ابا کو میری بات پھر ادھوری سنائی دی‘ تاہم انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں لہذا

دانت پیس کر بولے......''وہ لڑکی گھر پر پولیس لے آئی تھی اور مجھے پکڑ کر یہاں ڈال دیا......ایک مہینہ ہونے کو آیا ہے......قسم سے اب تو یہاں دل لگ گیا ہے''

مجھے غصہ آ گیا......فہمی مسلسل زیادتیاں کر رہی تھی، لیکن میں کر بھی کیا سکتا تھا، اچانک مجھے کوئی خیال آیا اور میں نے ابا سے پوچھا......''اماں تو ٹھیک ہے ناں؟''

ابا نے برا سا منہ بنایا......''ہاں......ہاں ٹھیک ہی ہے......وہ کم بخت تو کبھی بیمار ہی نہیں پڑتی......''

''ابا......تجھ پر تشدد تو نہیں کیا گیا؟''

''کیا کہا......تہجد......ابے تھانے میں کہاں سے تہجد پڑھ سکتا ہوں......کچھ عقل کی بات کیا کر......''

میں نے دانت پیسے اور خاموش ہو گیا۔فہمی نے طاقتور ہونے کا ثبوت دے دیا تھا اور میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اب نہ صرف مجھے اسے طلاق دینا پڑنی تھی بلکہ پتا نہیں وہ بعد میں انتقام بھی کس طریقے سے لے۔مجھے خود پر غصہ آنے لگا۔خوامخواہ بیٹھے بٹھائے مصیبتیں مول لیے جا رہا تھا۔کیا حرج تھا اگر فہمی کو طلاق دے دیتا اور اطمینان سے اپنے گھر چلا جاتا۔بعض اوقات انسان اپنے تئیں جتنے بھی اچھے فیصلے کرتا ہے وہ اس کے لیے مصیبت بن جاتے ہیں۔

''کمالے......پانچ لاکھ کہاں ہیں؟''ابا نے مکمل رازداری سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا......اور بے اختیار میری آہ نکل گئی......ابا سارے واقعے سے بے خبر تھے اور اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ میں فہمی سے پانچ لاکھ وصول کر چکا ہوں۔

''ابے بتاتا نہیں......رقم کدھر ہے......؟؟؟''انہوں نے بے چینی سے پوچھا۔

''ابا......رقم نہیں ملی......''میں نے اپنے آتے ہوئے آنسو ضبط کیے۔

حیرت انگیز طور پر ابا کو میرا پورا جملہ سمجھ آ گیا......وہ بُری طرح چونکے......''کیا مطلب......ابے رقم......وہ......وہ پانچ لاکھ......''

''ہاں ابا......وہ نہیں ملے......''

''کیوں......کیوں......کیوں؟؟؟''انہوں نے دائیاں کان بالکل میرے منہ کے قریب کر لیا۔

''وہ اس لیے......کہ......میں نے ابھی تک فہمی کو طلاق نہیں دی......''

''ہیں......؟؟؟ ابے......یعنی......یعنی کہ تونے اس سے نکاح پڑھوالیا تھا......اور......اور وہ تیری بیوی ہے......ابے......ابے سچ کہہ رہا ہے......'' ابا کا چہرہ چمکنے لگا تھا اور میں مزید بجھنے لگا تھا۔ایسی بیوی سے تو بہتر ہے بندہ گھر میں بکری لے آئے......کم از کم دودھ تو ملتا رہتا ہے۔

''ہاں ابا......وہ میری بیوی ہے......'' میں نے کروٹ بدلی اور پھر گذرے ہوئے تمام واقعات ابا کو من و عن بیان کر دیے۔ابا نے کان میرے قریب کر رکھے تھے اور آنکھیں پھاڑے میری کہانی سن رہے تھے۔پوری بات سنتے ہی ان کی آنکھوں میں شعلے رقص کرنے لگے۔

''ابے اُس کی کیا مجال کہ وہ تجھے خاوند نہ تسلیم کرے......میں کل ہی تھانیدار سے بات کرتا ہوں......'' ابا نے ایسے کہا جیسے تھانیدار ان کا ماتحت ہو۔

''نہیں ابا......ابھی یہ بات کسی سے بھی نہیں کرنی ورنہ رہی سہی بازی بھی ہاتھ سے نکل جائے گی......اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے......''

''ہاں ملتے رہ جائیں گے......لیکن کیوں......یہ بال درمیان میں کہاں سے آ گئے؟'' وہ چونکے اور میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

☆ ☆ ☆

صبح ہوتے ہی تھانیدار کے کمرے میں میری پیشی ہوگئی۔وہ کرسی پر اکڑ کر بیٹھا تھا اور خونخوار نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔جیسے ہی سپاہی مجھے لے کر اندر آئے' وہ کھڑا ہو گیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

''لگاؤ اب نعرے......ٹوانہ صاحب زندہ باد......ٹوانہ صاحب زندہ باد......''

''ٹوانہ صاحب زندہ باد......'' میں سمجھا شائد واقعی نعرہ لگانے کے لیے کہہ رہا ہے۔

یہ سنتے ہی اس پر وحشت سوار ہوگئی' اس نے میری انگلیوں میں ڈنڈا پھنسا کر زور سے دبانا شروع کر دیا۔میری چیخیں نکل گئیں۔

''یہ کیا کر رہے ہو......'' اچانک تھانے میں ایک گرجدار آواز گونجی اور میرے سمیت تھانیدار بھی چونک اٹھا۔

میں نے گردن گھمائی اور مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا......سیٹھ خوبصورت غصے سے تھانیدار کو گھور رہا تھا۔ سیٹھ کو دیکھتے ہی تھانیدار کی سٹی گم ہوگئی......اس نے جلدی سے ڈنڈا میری انگلیوں سے نکالا اور چہرے پر زبردستی مسکراہٹ سجاتے ہوئے سیٹھ سے ہاتھ ملانے لگا۔ سیٹھ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

''یہ کیا کر رہے تھے تم......؟؟؟'' سیٹھ نے دوبارہ پوچھا۔

''سیٹھ صاحب...... یہ الو کا پٹھا آپ کی بیٹی کو تنگ کر رہا تھا......میں نے پکڑ لیا......''

'' Dont Move......بکواس مت کرو......ہم تمہیں لائن حاضر کروا دیں گے......تمہیں پتا ہے یہ کون ہے...... یہ ہمارا داماد ہے' تمہاری جرات کیسے ہوئی کہ تم ہمارے داماد کو تھانے میں لاؤ......'' سیٹھ کی آنکھیں انگارے برسا رہی تھیں۔

سیٹھ کا جملہ سنتے ہی تھانیدار کو چکر سا آ گیا......اس نے میز کا سہارا لیا اور غور کرنے لگا کہ کیا جو اس نے سنا ہے' وہی سیٹھ نے کہا ہے......!!!

''یہ...... یہ......آپ کا داماد...... یہ فراڈیا......''

'' Congratulation......زبان کو لگام دو......ورنہ کھڑے کھڑے ڈس مس کروا دوں گا......'' سیٹھ غرایا۔

''لیکن سیٹھ صاحب...... یہ...... یہ تو......''

''بس بس......صفائی پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں......ہم اسے لے جانے آئے ہیں......''

تھانیدار اچھل پڑا......''نہیں سیٹھ صاحب......خدا کے لیے میری بات سمجھنے کی کوشش کیجیے......یہ جھوٹ بول رہا ہے......یہ آپ کا داماد نہیں ہے......''

میں سمجھ گیا کہ اب مجھے بولنا چاہیے......لہذا رو دینے والے انداز میں سیٹھ سے کہا......''انکل......خدا کے لیے مجھے بچا لیجیے......ورنہ یہ مجھے مار ڈالیں گے......''

سیٹھ کی آنکھوں میں دنیا بھر کا پیار سمٹ آیا......'' Shut up فکر نہ کرو میرے بچے......میں آ گیا ہوں......''

تھانیدار ادھر ادھر بل کھاتا پھر رہا تھا...... ''سیٹھ صاحب...... ایک دفعہ...... صرف ایک دفعہ...... میری بات سن لیجئے......''

اس کی بات ادھوری ہی تھی کہ کمرے میں فہمی داخل ہوئی۔ اور سیٹھ کو دیکھتے ہی بوکھلا گئی۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ سیٹھ یوں تھانے میں بھی آ سکتا ہے اور یہاں اس کی ملاقات مجھ سے بھی ہوسکتی ہے۔

''ڈیڈی...... آ...... آ...... آپ...... یہاں......؟؟؟''

تھانیدار خوش ہوگیا...... ''لیجئے سیٹھ صاحب...... میڈم بھی آ گئی ہیں...... آپ ان سے پوچھ لیجئے...... میڈم یہ...... یہ الو کا پٹھا اپنے آپ کو آپ کا خاوند بتا رہا ہے''

فہمی کے چھکے چھوٹ گئے...... وہ بری طرح پھنس گئی تھی۔

سیٹھ کی آواز آئی...... ''بتاؤ فہمی...... بتاؤ اس جاہل انسپکٹر کو کہ حقیقت کیا ہے......''

فہمی کا گلا خشک ہوگیا...... اس نے گھبرا کر اشارے سے پانی مانگا۔ ایک سپاہی دوڑا گیا اور فہمی کے لیے پانی لے آیا۔ میں بخوبی سمجھ گیا کہ گیند 80 فی صد میرے کورٹ میں آ چکی ہے۔ پانی پیتے پیتے فہمی کو غوطہ لگ گیا اور وہ کھانستی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں اس کی ساری چالاکیاں سمجھ رہا تھا...... آخر خاوند تھا اس کا...... مجھے پتا تھا کہ وہ کوئی جواب سوچ رہی ہے۔ لیکن شائد حالات ایسے بن چکے تھے کہ اس سے کوئی بھی جواب سوچا نہیں جا رہا تھا۔ وہ زیادہ دیر تک باہر بھی نہیں رہ سکتی تھی لہذا پسینے میں شرابور دوبارہ اندر آ گئی۔

''میڈم...... بتایئے ناں حقیقت......'' تھانیدار نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

فہمی نے ایک نظر اپنے باپ پر ڈالی اور ایک نظر مجھ پر...... پھر آہستہ سے بولی!!!

''انسپکٹر صاحب...... آپ اسے چھوڑ دیجئے''

تھانیدار حیرت سے فہمی کو دیکھنے لگا...... ''چھوڑ دوں...... لیکن میڈم اسے تو آپ نے خود......''

''اسے حقیقت بتاؤ...... حقیقت...... تاکہ اسے پتا چل سکے کہ اس نے کیا حرکت کی ہے'' سیٹھ نے فہمی کو ڈانٹا۔

میں اس وقت زندگی کا مزیدار ترین لمحہ انجوائے کر رہا تھا۔فہی کے گرد جال اتنا مضبوط بن چکا تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود بھی نہیں نکل سکتی تھی۔اور پھر میری توقع کے عین مطابق اور تھانیدار کی توقع کے برخلاف فہمی کا جواب موصول ہوگیا۔اس نے پورے اعتماد کے ساتھ چہرہ اٹھایا اور تھانیدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی......''یہ میرے شوہر ہیں......تمہیں جرات کیسے ہوئی کہ میرے شوہر کو جھوٹے الزام میں پکڑ کر تھانے لاؤ......''فہمی یکدم الٹا پڑ گئی' یہ اس کا پرانا سٹائل تھا۔

تھانیدار ہکا بکا رہ گیا۔لڑکی باپ کی موجودگی میں خود اقرار کر رہی تھی کہ میں اس کا خاوند تھا۔اب تو کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔تھانیدار حیرانی کی اتنی شدید کیفیت میں تھا کہ اس سے بات ہی نہیں ہو پا رہی تھی۔وہ بندہ جسے وہ ایک تھرڈ کلاس محلے کی فورتھ کلاس گلی سے مارتے پیٹتے تھانے میں لایا تھا وہ اتنی خوبصورت لڑکی کا خاوند تھا۔کچھ دیر خاموشی رہی' پھر تھانیدار نے سر ہلایا......''ٹھیک ہے میڈیم......ہم سے غلطی ہوگئی......آپ اسے لے جاسکتی ہیں''

اب حیران ہونے کی باری میری تھی کیونکہ جو کچھ ہوا تھا اس پر تھانے دار کو کچھ نہ کچھ تو باز پرس کرنا چاہیے تھی' لیکن وہ بڑے آرام سے مان گیا تھا۔میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فہمی بات کرنے کے دوران تھانیدار کو اپنی خوبصورت آنکھ مار چکی ہے۔اور آنکھ مارنے کا ایک ہی مطلب ہوا کرتا ہے کہ فی الحال جو کہا جا رہا ہے اسی کی ہاں میں ہاں ملاؤ۔میں بیچارہ خوش ہوگیا کہ اب فہمی واقعی میری بیوی کہلائے گی۔

سیٹھ نے معاملہ سدھرتے دیکھا تو ایک دم اس کی باچھیں کھل گئیں۔......''بھئی واہ واہ......مزا آگیا......یعنی کہ شکر ہے میں ٹھیک وقت پر پہنچ گیا ورنہ اس نکمے تھانیدار نے تو میرے داماد کا قیمہ بنا دینا تھا۔چلو بھئی فہمی اب گھر چلتے ہیں۔میں اپنا داماد واپس ملنے کی خوشی میں اسے کچھ نئے شعر سنانا چاہتا ہوں......''

''ڈیڈی......آ......آپ چلیں......میں......میں آتی ہوں......'' فہمی نے کہا اور مجھے خطرے کی بُو محسوس ہوئی......وہ یقیناً کچھ بدلنے کے چکر میں تھی۔میں نے جلدی سے کہا۔

''فہمی......تم نہیں جاؤ گی تو میں بھی نہیں جاؤں گا......تمہیں کون سا اتنا ضروری کام ہے......چلو

میرے ساتھ......چلو چلو......جلدی کرو......'' میں نے پوری ذمہ داری سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔فہمی کے دانت بھنچ گئے......لیکن میں تو ہواؤں میں اڑ رہا تھا......کون الو کا پٹھا مجھے اس کا ہاتھ پکڑنے سے روک سکتا تھا۔ میں نے اسے اپنی طرف گھسیٹا......سیٹھ نے داماد اور بیٹی کا یہ پیار دیکھا تو خوشی سے سر دھننے لگا......''بھئی کیا محبت ہے آپس کی......اسی موقع پر ایک فی البدیہہ شعر ہوا ہے......عرض کیا ہے کہ!''

محبت کرنے والے کم نہ ہوں گے
اگر ہاتھوں میں اپنے بم نہ ہوں گے

میں نے کھل کر اسے داد دی اور فہمی کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔فہمی غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔اس کا انگ انگ بھڑک رہا تھا لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی۔اللہ سلامت رکھے میرا سُسر میرے ساتھ تھا۔

''ہاتھ چھوڑ دو کمینے......''فہمی نے بھیانک سرگوشی کی۔

میں نے مزید سختی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ ہاتھ کہاں تھا......یہ تو کوئی مکھن کی ٹکیا تھی......آج اگر کوئی مجھے پہاڑ سے نیچے چھلانگ لگانے کو کہتا تو میں بلا تامل لگا دیتا۔

''آئی لو یو فہمی......میں تم سے سچا پیار کرتا ہوں......''میں نے جوابی سرگوشی کی۔

''تم انسان نہیں گدھے ہو......گدھے......''

''تو کیا گدھے کے سینے میں دل نہیں ہوتا......؟؟؟''

''ہوتا ہے' لیکن وہ صرف گدھی کی امانت ہوتا ہے......جاؤ' تمہیں اس وقت کسی گدھی کے پاس ہونا چاہیے''

''تمہارا اندازہ کتنا درست ہے......''میں خوش ہو گیا اور فہمی دانت پیس کر رہ گئی۔

''پانچ لاکھ والی بات دوبارہ بھی ہو سکتی ہے......''اس نے سرگوشی کی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے رک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا......سیٹھ آگے آگے جا رہا تھا......''فہمی! اب مجھے تمہارے سوا کچھ نہیں چاہیے......تم میری بیوی ہو......بس میری بن

جاؤ...... میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں ......"

"کیا کر سکتے ہو......" فہمی نے غور سے میری طرف دیکھا۔

"میں تمہاری خاطر چار پانچ خوبصورت لڑکیاں پھنسا سکتا ہوں...... پورا امرود کھا سکتا ہوں...... دو دن مسلسل سو سکتا ہوں......ایشوریا کی فلم دیکھ سکتا ہوں...... باتھ روم کا دروازہ بند کیے بغیر نہا سکتا ہوں......امجد اسلام امجد کے سر پر چڑھ کر "گھیسیاں" لے سکتا ہوں......"

"اوہ شٹ اپ...... جیسے تم گھٹیا...... ویسے تمہارے کام گھٹیا......"

"دیکھو دیکھو...... مجھے گھٹیا مت کہنا...... میں گھٹیا لگتا ضرور ہوں...... لیکن ہوں نہیں......"

"تم سو فی صد گھٹیا ہو...... یہ مت سمجھنا کہ تم نے میدان مار لیا ہے......فی الحال تو تم بچ نکلے ہو لیکن بہت جلد تمہارا وہ حشر ہوگا جو تمہارے سر کا ہوا ہے"

میں نے چونک کر سر پر ہاتھ پھیرا......" بال کافی اگ آئے ہوئے تھے......ٹنڈ کروائی جا سکتی تھی...... مجھے خیال آیا کہ فہمی نے کہا تھا کہ اس کے پہلے خاوند کی اگر ٹنڈ کروا دی جائے تو وہ بالکل میری شکل کا نکل آئے گا......تو کیا اگر میں بال رکھ لوں تو اُس جیسا لگنے لگوں گا...... یہ خیال آتے ہی میں نے دوبارہ سر پر ہاتھ پھیر کر بالوں کی لمبائی ناپی۔ اصولی طور پر جس سپیڈ سے بال بڑھ رہے تھے...... میں بہت جلد اس کے پہلے خاوند کی شکل اختیار کرنے والا تھا۔ ویری گڈ...... میں نے خود کو داد دی۔

سیٹھ خوبصورت گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا' ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی اور پچھلا دروازہ ہمارے لیے کھلا تھا۔ ہم دونوں گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے سرگوشی کی۔

"تمہارے باپ کی وجہ سے آج اللہ نے بہت سارے کرم کر دیے ہیں......"

وہ تنک کر بولی......" ظاہری بات ہے میرا باپ ہے......تمہارا بھی کوئی باپ ہوتا تو تمہیں احساس ہوتا......" اس نے گالی دی۔

مجھے کرنٹ سا لگا......ابا کا تو میں نے سوچا ہی نہیں...... وہ اندر حوالات میں پڑے تھے اور میں دوبارہ انہیں چھوڑ کر سیٹھ کی کوٹھی میں جا رہا تھا۔ میں نے گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے فہمی کے کان میں

کہا...... ’’پلیز......میرے ابا اندر ہیں......حوالات میں......انہیں تو رہا کروادو......‘‘

وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔غور سے میری بات پر دھیان دیا......پھر کچھ سوچا......اور اچانک ہی اتنا زوردار قہقہہ لگایا کہ میں کانپ کر رہ گیا۔

سیٹھ نے جلدی سے پلٹ کر دیکھا......فہمی ہنستی جارہی تھی......سیٹھ بات کو سمجھے بغیر اس کے ساتھ زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔میں سمجھنے سے قاصر تھا کہ فہمی کس بات پر قہقہے لگا رہی ہے......کہیں پھر سے ایکٹنگ تو نہیں کر رہی۔

سیٹھ قہقہے لگا لگا کر تھک گیا تو گاڑی سے اتر کر فہمی کے قریب آیا اور بولا......!!!

’’بھئی آج تو بڑا ہنسایا تم نے......لیکن یہ تو بتاؤ کہ کس بات پر ہنس رہی ہو......‘‘

فہمی جواب سوچ چکی تھی......فوراً بولی......!!!

’’ڈیڈی......شاہ رخ تھانے میں کتنے پریشان لگ رہے تھے......بس یہی سوچ کر ہنسی آ گئی......‘‘

سیٹھ دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا۔

لیکن میں کھٹک رہا تھا......ضرور کوئی اور بات تھی جس نے فہمی کو یکدم خوش کر دیا تھا۔

’’ارے......میں اپنا موبائل تو اندر ہی بھول آئی......آپ لوگ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں......‘‘ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور بڑے بڑے قدم اٹھاتی ہوئی تھانے کے اندر چلی گئی۔میرا دل دھک دھک کرنے لگا......کچھ ایسا ضرور تھا جو مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا۔میں شرط لگا کر کہہ سکتا تھا کہ فہمی کا موبائل اس کے پرس میں تھا۔تو پھر وہ اندر کیا لینے گئی تھی؟؟؟میں گاڑی سے ٹیک لگائے خاموش کھڑا تھا۔سیٹھ ہنستے ہنستے دوبارہ فرنٹ سیٹ پر براجمان ہو چکا تھا۔

دو منٹ بعد ہی فہمی دمکتے چہرے کے ساتھ برآمد ہوئی......موبائل اس کے ہاتھ میں تھا۔قریب آتے ہی اس نے میرے گال پر ایک چٹکی لی اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے مجھے بھی کھینچ کر ساتھ بٹھا لیا......اور ڈرائیور سے بولی......’’چلو......‘‘

☆☆☆

مجھے الہام ہوگیا کہ بہت جلد ''ذلت پیرڈ'' شروع ہوا چاہتا ہے۔سارے رستے وہ گنگناتی رہی۔ میں جو کچھ دیر پہلے اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا' بے چینی سے اپنی انگلیاں مروڑ رہا تھا۔میرا تجربہ تھا کہ فہمی جب بھی اس طرح خوش ہوتی تھی' میرا کباڑا قریب ہوتا تھا۔مصیبت تو یہ تھی کہ میں اس سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتا تھا۔

کوٹھی پر پہنچتے ہی سیٹھ گاڑی سے نکل کر سیدھا اندر چل گیا......میں اور فہمی اس کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ پٹھان چوکیدار مجھ پر نظر پڑتے ہی سکتے میں آ گیا۔ پتا نہیں میرے بارے میں بعد میں اسے کیا بتایا گیا تھا' تاہم اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی ہوئی تھیں......میں فہمی کے ساتھ چل رہا تھا اور ہر لحاظ سے گھر کا ایک اہم فرد دکھائی دے رہا تھا۔اندر جاتے ہی سیٹھ تیزی سے باتھ روم میں گھس گیا جبکہ فہمی صوفے پر براجمان ہوگئی۔

''شوہر صاحب......کچھ کھائیں گے؟'' اس نے بڑے پیار سے پوچھا۔

پتا نہیں کیوں میرا دل چاہ رہا تھا کہ جتنی جلدی ہوسکتا ہے اس کے پاؤں پڑ جاؤں اور معافیاں مانگنا شروع کردوں......وہ مسلسل مجھے زچ کررہی تھی۔

''بات کیا ہے......بڑی خوش نظر آرہی ہو......'' میں نے پوچھا۔

''صرف خوش......نہیں نہیں......یار میں آج بہت ہی خوش ہوں......اور تمہاری مشکور ہوں کہ تم نے میرا اتنا بڑا مسئلہ حل کردیا......''

میں اچنبھے میں پڑ گیا......''کون سا مسئلہ......؟؟؟''

وہ ہنسی...... ''تمہارا نام ہی کمال نہیں، تم خود بھی کمال ہی ہو...... بھئی میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی کہ اب تم سے کیسے جان چھڑا سکوں گی...... اسی لیے تمہیں دوبارہ پانچ لاکھ کی پیشکش کی...... لیکن تم نے اپنے باپ کے حوالات میں رہنے کا ذکر کر کے تو سارا مسئلہ ہی حل کر دیا......''

''کیا مطلب......'' میں زور سے چونکا۔

''مطلب یہ کمالے جی...... کہ میں نے انسپکٹر کو کہہ دیا ہے، اب تک وہ تمہارے باپ کی ہڈی پسلی ایک کرنے کے تمام انتظامات مکمل کر چکے ہوں گے......''

''بھئی کس کی ہڈیوں کی بات ہو رہی ہے......'' سیٹھ خوبصورت باتھ روم سے نکل آیا۔

فہمی جلدی سے بولی...... ''وہ...... ڈیڈی...... شاہ رخ کو اصل میں بڑی ہڈی والا گوشت پسند نہیں، اسی پر بات ہو رہی تھی......''

سیٹھ نے سر ہلایا...... ''بھئی I love mutton...... مجھے تو چکن بہت پسند ہے...... ارے چکن سے یاد آیا...... کھانے کا کیا انتظام کیا ہے...... بھئی بڑی بھوک لگی ہے......''

فہمی نے خانساماں کو آواز لگائی...... میرے دماغ میں جھکڑ سے چلنے شروع ہو گئے۔ یعنی فہمی اب میرے باپ کو بطور ہتھیار استعمال کر کے مجھے بلیک میل کرے گی۔ قصور میرا ہی تھا، وہ تو ابا کو حوالات میں بند کروا کے بھول چکی تھی، میں نے ہی اسے یاد دلایا تھا کہ ابا ابھی تک حوالات میں ہیں۔ یقیناً موبائل لینے کے بہانے جب وہ اندر گئی تھی تو تھانیدار کو بہت کچھ سمجھا آئی ہو گی۔

خانساماں کھانا لگانے لگا تھا۔ میں چپ چاپ اوپر ''اپنے'' بیڈ روم میں آ گیا۔ یہ وہی بیڈ روم تھا جہاں سے میں مولوی صاحب کو کرسی پر پلٹ کر نکاح نامے سمیت فرار ہوا تھا۔ نکاح نامہ یاد آتے ہی میں نے جلدی سے جیب میں ہاتھ مارا...... نکاح نامہ موجود تھا۔ ویسے یہ بڑی خطرناک بات تھی کہ میں نکاح نامہ جیب میں لیے پھرتا تھا، اگر کہیں گم ہو جاتا یا تھانیدار میری تلاشی کے دوران برآمد کروا لیتا تو میرے پلے تو کچھ نہیں رہنا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد فہمی بھی اندر آ گئی۔ اس نے ہاتھ میں موبائل پکڑا ہوا تھا، میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی...... ''لو...... تمہارا فون ہے......''

''میرا فون......'' میں سر کھجانے لگا اور آگے بڑھ کر موبائل اس کے ہاتھ سے لے لیا.....ہیلو کے بعد دوسری طرف کی آواز سنتے ہی میرے فرشتے کوچ کر گئے۔

''ابے کمالے...... مجھے بچالے.....ورنہ یہ مجھے پولیس مقابلے میں پار کر دیں گے.....'' ابا گڑگڑائے۔

''ابا.....ابا تو فکر نہ کر.....کچھ نہیں ہوگا..... میں ابھی کچھ کرتا ہوں......''

''کیا کہا.....نہاتا ہوں......ابے شرم نہیں آتی......باپ پولیس مقابلے میں مرنے کو ہے اور تجھے نہانے کی پڑی ہے.....ابے نہانے وہانے کو گولی مار.....میری فکر کر میری......''

''او ہو ابا...... یہ......یہ لڑکی.....میری بیوی.....کہتی ہے مجھے طلاق دو' ورنہ تمہارے باپ کی بربادی کروں گی......''

''کیا کہا.....مجھ سے شادی کرے گی.....ابے کمالے.....کس موقع پر کون سی خوشخبریاں سنا رہا ہے.....ابے دے دے اسے طلاق......بچالے اپنے باپ کو''

میں غصہ کھا گیا......''ابا.....وہ تجھ سے شادی نہیں تیری بربادی چاہتی ہے......''

''اوئے گنجے منحوس.....ایک گھنٹے کے اندر اندر اگر تو نے میڈم کو طلاق نہ دی تو اپنے باپ کے قل پڑھ لینا......'' تھانیدار ابا کے ہاتھ سے فون چھینتے ہوئے چلایا اور فون بند کر دیا۔ میں ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا۔

''لاؤ فون مجھے دے دو......''فہمی نے ہاتھ آگے کیا اور میں نے بے دلی سے فون اسے تھما دیا۔

''کیا پروگرام ہے......؟؟؟''اس نے ایک ادا سے پوچھا۔

''کچھ نہیں' کھانا کھا کر کچھ دیر ریسٹ کرنا چاہتا ہوں......''میں سمجھا شائد وہ واقعی میرا پروگرام پوچھ رہی ہے۔

وہ دانت پیستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی...... ''بس کمالے بس......بہت ہو چکا.....اب کی بار اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی یا مسئلہ کھڑا کیا تو تمہیں یتیم ہونے سے کوئی نہیں بچا سکے گا.....اور اپنے باپ کی موت تمہارے سر ہوگی...... بولو طلاق دیتے ہو یا نہیں......''

’’فہمی……میری بات تو سنو……‘‘

’’کوئی بات نہیں سنی جائے گی……تمہیں ابھی مجھے سادہ کاغذ پر طلاق لکھ کر دینا ہوگی اور انگوٹھا بھی لگانا ہوگا……‘‘

’’میں تم سے پیار کرتا ہوں……میرا یقین کرو……‘‘

’’گنجے……گنجے بکواس بند کرو……وقت بہت تیزی سے گذر رہا ہے……تمہارا باپ موت کے قریب ہوتا جارہا ہے……‘‘

اچانک میرے دماغ میں ایک خیال آیا کہ سیٹھ کو جا کر درخواست کرنی چاہیے کہ وہ ابا کو حوالات سے نکلوالے……لیکن پھر بے بسی سے یہ سوچ کر رک گیا کہ سیٹھ کو تو فہمی پہلے ہی بتا چکی ہے کہ میرے والدین فوت ہو چکے ہیں۔اسی لمحے مجھے ایک عجیب سا خیال آیا اور میں چونک اٹھا……سیٹھ کو کس نے بتایا کہ میں حوالات میں تھا……؟؟؟……میں نے خود کو کوسا……یہ سوال تو مجھے فوراً سیٹھ سے کرنا چاہیے تھا……‘‘

’’لگتا ہے کچھ سوچ رہے ہو……نہ سوچو……گر پڑو گے……‘‘

’’جو میں سوچ رہا ہوں وہ تمہیں بھی سوچنا چاہیے……‘‘

’’کیا مطلب……‘‘

’’مطلب یہ کہ تمہارے باپ کو کس نے بتایا کہ میں حوالات میں ہوں……وہ وہاں کیسے پہنچا……؟؟؟‘‘

میری بات سنتے ہی فہمی اچھل کر کھڑی ہوگئی……’’اوہ مائی گاڈ……یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں……تم……تم فوراً ڈیڈی سے پوچھو……‘‘

’’کیسے پوچھوں……میرے باپ کی زندگی کی گھڑیاں کم ہو رہی ہیں……میں تو شدید پریشانی کے عالم میں ہوں……‘‘

’’ڈونٹ وری……تمہارے باپ کو کل تک کچھ نہیں ہوگا……میں انسپکٹر کو فون کر دیتی ہوں……تم جاؤ……نیچے جاؤ اور ڈیڈی سے پوچھو کہ وہ حوالات کیسے پہنچے؟‘‘

میں نے بے یقینی کے عالم میں فہمی کی طرف دیکھا......اس نے سر ہلایا اور میں تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا نیچے آ گیا۔ سیٹھ خوبصورت ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا خلاؤں میں گھور رہا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ والی کرسی سنبھال لی۔

''الو کا پٹھا......'' سیٹھ بڑبڑایا اور میں ہڑبڑا گیا......!!!

''جی......کک......کیا کہا......''

''الو کا پٹھا......'' اس نے دوبارہ زور دے کر کہا۔

میں نے جلدی سے اپنا جائزہ لیا کہ شائد مجھ میں کوئی ایسی خامی نمودار ہوگئی ہو......لیکن میں ویسا ہی تھا جیسا ہونا چاہیے تھا۔

''الو کا پٹھا......'' سیٹھ کی آواز آئی۔

''یہ......آپ مجھے سنا رہے ہیں یا بتا رہے ہیں......؟؟؟'' میں نے احتیاطاً پوچھا۔

سیٹھ نے ایک دم میری طرف دیکھا......پھر مکمل رازداری سے بولا...... ''کان ادھر لاؤ''

میں متجسس ہو گیا اور کان سیٹھ کے منہ کے قریب کر لیے۔

سیٹھ پوری قوت سے چیخا...... ''الو کا پٹھا......''

پھر وہ لہک لہک کر گانے لگا

الو کا پٹھا

کھاتا تھا کھچڑی

پیتا تھا پانی

گاتا تھا گانے

میرے سرہانے

اک دن اکیلا

بیٹھا ہوا تھا

میں نے اڑایا

الو کا پٹھا

کیسی نظم ہے داماد......؟؟؟

''مقطع خوب ہے'' میں نے بے دھیانی سے کہا۔

سیٹھ نے چند لمحے میری بات پر غور کیا پھر اچھل پڑا......''کیا مطلب؟ مقطع تو اس آخری شعر کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنا نام استعمال کرتا ہے''

میں بوکھلا گیا...... مجھے کیا پتا تھا کہ میرا جملہ بالکل فٹ بیٹھے گا۔ میں نے جلدی سے کہا......''میرا مطلب ہے انکل......ساری نظم خوب ہے' شروع سے لے کر مقطع تک......''

سیٹھ کی باچھیں کھل گئیں اور وہ آداب کرنے لگا۔

''انکل ایک بات تو بتائیں......آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں تھانے میں ہوں؟''

سیٹھ نے یکدم گھور کر مجھے دیکھا' پھر رازداری سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولا......''اس گھر میں تمہارا ایک ہمدرد رہتا ہے اس نے بتایا تھا''

''میرا ہمدرد......''میں چکرا گیا۔

''ہاں......تمہارا ایک ہمدرد......اس نے مجھے بتایا کہ تم تھانے میں ہو''

''کیا نام ہے اس ہمدرد کا؟''

''اس نے نام بتانے سے منع کیا ہے......''

میں حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا' اس گھر میں تو کوئی ایسا نہیں تھا جو میری حمایت میں لبیک کہہ سکتا۔ میں سوچنے لگا کہ اس گھر میں کون کون مجھے جانتا ہے......ایک تو ہو گیا سیٹھ خوبصورت......دوسری ہو گئی فہمی......تیسرا کون ہو سکتا ہے؟؟؟

''ذہن پر زور مت دو......ٹنڈ متاثر ہو جائے گی'' سیٹھ نے مجھے پچکارا۔

اور عین اسی لمحے میرے دماغ میں ایک دھماکا ہوا......پٹھان چوکیدار کو تو میں بھول ہی گیا تھا۔ اوہ مائی گاڈ......تو کیا چوکیدار میرا ہمدرد ہے......؟؟؟ یا اللہ خیر!!!

اتنے میں دروازہ کھلا اور چوکیدا اندر داخل ہوا......مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں اپنائیت پھیل گئی‘ اس نے نظریں میری طرف اور رخ سیٹھ کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

’’آپکا بھائی آئی ہے......‘‘

میری سمجھ میں نہ آیا کہ کوئی خاتون آئی ہے یا مرد......

سیٹھ نے چونک کر چوکیدار کی طرف دیکھا اور کچھ سوچتے ہوئے بولا......’’ I am going ......میں آ رہا ہوں......‘‘

خانساماں نے کھانا لگا دیا تھا‘ لیکن سیٹھ نے سگار سلگایا اور کھانا وہیں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ میں نے تیزی سے ادھر ادھر دیکھا‘ کمرے میں اور کوئی بھی نہیں تھا۔ میں نے بجلی کی سی تیزی سے بریانی اور قورمے پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ ابا اکثر فرماتے تھے کہ اچھا کھانا اور اچھا نہانا قسمت سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ کھانے کے حوالے سے ابا کے ندیدے پن کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اماں بتاتی ہیں جوانی میں ایک دفعہ ابا کو ان کے ایک دشمن نے بیچ سڑک بہت مارا......ابا ٹھیک ہوتے ہی دشمن کو قتل کرنے لمبی سی چھری بغل میں لیے اُس کے گھر پہنچ گئے۔ دشمن مہمان دار بندہ تھا‘ اس نے ابا کو نہ صرف بٹھایا بلکہ ڈٹ کے کریلے گوشت بھی کھلائے۔ ابا نے سارا کھانا ہضم کرنے کے بعد ڈکار مارتے ہوئے چھری واپس بغل میں رکھی اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ’’کوئی بات نہیں‘ انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے‘‘ ....اس حساب سے میری تو سیٹھ سے کوئی دشمنی بھی نہیں تھی‘ پھر میں کیوں نہ ڈٹ کے کھاتا۔ میں کھانا کھاتے ہوئے مسلسل سوچ رہا تھا کہ ابا کو حوالات سے کیسے رہا کرایا جا سکتا ہے۔ فہمی اوپر انتظار کر رہی تھی کہ میں کب اسے آ کر بتاتا ہوں کہ اس کے باپ کو کس نے میرے بارے میں مخبری کی تھی۔ موقع اچھا تھا......کھانا کھاتے ہی میرا ذہن مزید تیز ہو گیا۔ سیٹھ اپنے بھائی سے ملاقات کر رہا تھا اور میں کچھ ایسا سوچ رہا تھا کہ اب کی بار ناگن بھی بچ جائے‘ ناگ بھی بچ جائے لیکن لاٹھی کا ستیاناس ہو جائے......اور پھر اللہ نے کرم کر دیا۔ میرے دماغ نے ایک ایسا پلان بتایا کہ میں عش عش کر اٹھا‘ میرا دل چاہا کہ اپنی چھ سات چمیاں لوں......لیکن پھر یہ سوچ کر باز رہا کہ کہیں رواج ہی نہ پڑ جائے۔ پلان اتنا زبردست تھا کہ ساری گیم الٹ ہو سکتی

تھی۔ میں نے پانی کا لمبا سا گھونٹ بھرا اور ایک ''نیم کلاسیکل ڈکار'' مارتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔اس سے پہلے کہ میں اوپر بیڈروم کا رخ کرتا' اچانک دروازہ کھلا اور چوکیدار اندر داخل ہوا۔

''خوچہ کچھ اور چاہیے تو بتاؤ......؟''

میں نے قہر آلود نظروں سے اس کی طرف دیکھا...... ''نہیں......شکریہ......میں نے کھانا کھا لیا ہے''

''خوچہ شکریہ کی کیا بات ہے......تمہارا خیال رکھنا امارا فرض ہے' ابھی بولو تو تمہارے لیے میٹھا پان لائے......؟؟؟'' اس کے لہجے میں حلاوت بھر آئی۔ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا کہ اس وقت یہ خان نہیں......بلکہ وہ مہربان ہے جس کی وجہ سے آج میں دوبارہ اس گھر میں ہوں۔یہ خیال آتے ہی میرا لہجہ بدل گیا۔

''خان......ویسے تم ہو بہت اچھے......''

خان کے کانوں کی لوئیں سرخ ہو گئیں......اس نے جلدی سے شلوار کی جیب میں ہاتھ مار کر نسوار نکالی اور میری خدمت میں راڈو گھڑی کی طرح پیش کی۔

''یہ کیا ہے؟'' میں نے آنکھیں پھیلائیں۔

''یہ پیار کا تحفہ ہے......اماری طرف سے......سپیشل نسوار!!!''

میرا دل چاہا کہ خان کو کھری کھری سناؤں......لیکن اس کی مہربانی یاد آتے ہی نسبتاً نرم لہجے میں کہا۔

''خان......تم اتنی نسوار کیوں کھاتے ہو؟''

خان نے آہ بھری...... ''کیا بتاؤں خوچہ......ام نسوار نہ کھائے تو امارا خون رکنے لگتا ہے''

''کمال ہے......ویسے یہ جو تم روز اتنے پیسے نسوار پر خرچ کرتے ہو' ایک ہی دفعہ کوئی اچھا سا گھوڑا کیوں نہیں خرید لیتے؟؟؟'' میں نے تجویز دی۔

خان نے پہلے تو بے دھیانی میں سر ہلا دیا لیکن بات سمجھ میں آتے ہی چونک اٹھا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا' باہر سے سیٹھ کی آواز آئی اور وہ سب کچھ بھول بھال کر باہر کی طرف لپکا۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور خراماں خراماں چلتا ہوا اوپر بیڈروم میں جا پہنچا۔

فہمی بے چینی سے پہلو پہ پہلو بدل رہی تھی' مجھے دیکھتے ہی غرائی!

''اتنی دیر کیوں لگائی؟''

''کھانا کھا رہا تھا......''

''میں نے تمہیں کھانا کھانے نہیں بھیجا تھا......''

''میں اپنی نہیں تمہارے باپ کی بات کر رہا ہوں''

''بکواس مت کرو......کچھ پتا چلا؟''

''ہاں...... پتا چل گیا ہے کہ میرے بارے میں تمہارے باپ کو کس نے بتایا تھا!''

''کون ہے وہ؟''

''تمہیں یقین نہیں آئے گا''

''یہ تمہارا مسئلہ نہیں......تم صرف نام بتاؤ''

میں نے ایک گہری سانس لی اور صوفے پر بیٹھ گیا۔فہمی کی پوری توجہ میری طرف تھی۔میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''تمہارے باپ کا مخبر......تھانیدار ہے''

''کیا کہا......'' میرا جملہ سنتے ہی وہ اتنے زور سے اچھلی جیسے اس کے سر پر عدنان سمیع آ گرا ہو۔

''یہ بکواس ہے......سراسر بکواس ہے''

''یہ بکواس تمہارے باپ نے کی ہے......''

''شٹ اپ......''

''میری پوری بات سنو گی تو بہت فائدے میں رہو گی' کیونکہ تمہارے باپ نے مجھے بہت سی اور بھی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں''

اُس نے اپنی مٹھیاں بھینچیں اور زور سے بیڈ پر مکا دے مارا۔میں اطمینان سے بیٹھا اس کی بے چینی سے پیار کشید کر رہا تھا۔خوبصورتی بھی عجیب چیز ہوتی ہے' جتنا آگ میں جلتی ہے' کندن بنتی جاتی ہے......یہ لڑکی میرے حواس پر چھاتی جا رہی تھی' اب تک تو میں اس سے چھٹکارے کی ترکیبیں سوچتا آیا تھا' لیکن پتا نہیں مجھے محسوس ہونے لگا تھا کہ میں اس سے کسی قیمت پر علیحدہ نہیں ہو سکوں

گا۔شرعی لحاظ سے وہ میری بیوی تھی اور مجھے اپنی بیوی کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھنے کا پورا پورا حق تھا۔

''بولو......میں سن رہی ہوں''

''ایسے نہیں......اب گیند میرے کورٹ میں ہے...... پہلے میرے باپ کو رہا کراؤ...... پھر بتاؤں گا......''

''تم بھول رہے ہو کہ میرے ایک اشارے پر تمہارے باپ کی ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی''

''اور تم بھی بھول رہی ہو کہ جو انسپکٹر تمہارے اشاروں پر ناچ رہا ہے' اس کی اصل ڈور تمہارے باپ کے ہاتھوں میں ہے''

''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی''

''میں تو پہلے دن سے ہی تم پر مر چکا ہوں......''

''او کے......میں تمہارے باپ کو رہا کروا دیتی ہوں......لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہو گی کہ تم مجھے طلاق دے دو گے؟''

''باپ کو رہا کروانے کے عوض میں تمہیں طلاق نہیں بلکہ وہ معلومات دوں گا جو تمہارے باپ نے تھانیدار کے حوالے سے مجھے دی ہیں''

''میں ابھی تھانیدار سے کنفرم کرتی ہوں......''اس نے دھمکی دی۔

مجھے پتا تھا کہ وہ ایسا رسک ہرگز نہیں لے گی لہذا اطمینان سے پاؤں ہلاتا رہا۔

اُس نے ایک لمحے کے لیے میری طرف دیکھا' پھر پرس سے فون نکال کر تھانے کا نمبر ملانے لگی۔

میں بظاہر خاموش بیٹھا تھا لیکن میرے ہاتھوں پیروں سے جان نکلنا شروع ہو گئی تھی۔اگر اس نے تھانیدار سے بات کر لی تو جتنے جوتے مجھے پڑنے تھے ان کی تعداد کا اندازہ صرف فرشتے ہی لگا سکتے تھے۔میں اطمینان سے پاؤں ہلا رہا تھا' لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ جو میرے پاؤں ہل رہے تھے ......وہ اب اطمینان کی وجہ سے نہیں......خوف کی وجہ سے ہل رہے تھے......میں نے نوٹ کیا کہ میرے سر کے بال بھی کانپنے لگے تھے۔

''ہیلو......انسپکٹر صاحب......میں فہمی بات کر رہی ہوں''

میں آہستہ آہستہ صوفے سے رینگتا ہوا زمین پر آنے لگا...... مجھے پتا تھا اب میرا صوفے پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ سارا پلان کھوہ کھاتے چلا گیا تھا۔ پتا نہیں وہ کون خوش نصیب ہوتے ہیں جن کے جھوٹ برسوں بعد کھلتے ہیں......میں نے تو جب بھی جھوٹ بولا...... بولنے سے پہلے ہی کھل گیا۔ فہمی کی آواز مجھے آنا بند ہو گئی تھی اور کانوں میں مسلسل چھتروں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ شکر ہے میں نے پیٹ بھر کر اچھا کھانا کھا لیا تھا...... مجھے پتا ہوتا کہ یہ میری زندگی کا آخری اچھا کھانا ہے تو میں ساری جیبیں قورمے سے بھر لیتا۔ ویسے بھی اتنے عرصے سے یہی سوٹ پہنا ہوا تھا......اب تو یہ واقعی میرا لگنے لگا تھا۔

''تمہارا باپ رہا ہو گیا ہے'' اس نے اتنی اہم بات اتنے عام سے انداز میں کہی کہ چار منٹ مجھے سمجھنے میں لگے۔ پھر جیسے ہی پورا جملہ میرے دماغ میں اترا' میں ہکا بکا رہ گیا۔

''کک......کیا کہا......؟؟؟''

''تمہارا باپ رہا ہو گیا ہے......'' اس نے سپاٹ لہجے میں دہرایا۔

''لل......لیکن کیسے......تم......تم نے تو تھانیدار کو فون کیا تھا''

''ہاں......میں نے ہی اسے فون کر کے کہا کہ تمہارے باپ کو رہا کر دے......اب تم اپنا وعدہ پورا کرو اور بتاؤ کہ ڈیڈی نے انسپکٹر کے بارے میں کیا بتایا؟؟؟''

میرا دل چاہا کہ اٹھ کر خوشی سے ناچنا شروع کر دوں...... میری کامیاب تدبیر کی بدولت ابا جیل سے رہا ہو گئے تھے......میں جلدی سے اٹھ کر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا......اب میں اس پر بیٹھنے کا مکمل طور پر حق دار تھا۔ فہمی تو بڑی جلدی پھنس گئی تھی۔ میں تصور ہی تصور میں دیکھ رہا تھا کہ ابا رہا ہوتے ہی کسی کھوتا ریڑھی والے سے لفٹ لے کر گھر پہنچ رہے ہیں۔ میں نے بیٹا ہونے کا صحیح حق ادا کیا تھا۔ مجھے اپنی فہم و فراست پر ناز محسوس ہونے لگا۔ عقلمندی کا احساس مجھے عجیب سا نشہ دے رہا تھا۔

''بتاؤ بھی......'' فہمی نے مجھے خیالات سے نکالا۔

''کیسے بتاؤں کہ میرے لیے تم کون ہو......تم پیار ہو......تم گیت ہو......تم......'' میں نے......نانا

...... پوٹی ...... کر ...... کے ڈائیلاگ شروع کر دیے۔

وہ بھی شروع ہو گئی ...... ''تم خبیث ہو ...... کمینے ہو ...... جلدی سے ساری بات بتاؤ ورنہ مجھے غصہ آ گیا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے'' میں نے جلدی سے اپنے آپ کو سنبھالا اور پہلے سے طے شدہ کہانی اسے سنانا شروع کر دی۔

''تمہارے باپ نے بتایا ہے کہ انسپکٹر اس کا خاص مخبر ہے اور اسی نے فون کر کے اسے بتایا تھا کہ آپ کا داماد تھانے میں ہے' تمہارا باپ بتا رہا تھا کہ انسپکٹر اس سے منتھلی دس ہزار روپے لیتا ہے اور اس کے مخالفین کو دھمکانے کا کام بھی سرانجام دیتا ہے۔ یہ بھی پتا چلا ہے کہ انسپکٹر عنقریب تمہارے باپ کو کوئی خفیہ بات بتانے کی کوشش کر رہا ہے جس کا معاوضہ اس نے پانچ لاکھ طلب کیا ہے''

''وہ خفیہ بات کیا ہو گی؟'' فہمی نے پہلو بدلا۔

''پتا نہیں ...... یہ تو تمہیں اور انسپکٹر کو ہی پتا ہو کہ تم نے آپس میں کیا خفیہ بات کی ہے''

''شٹ اپ گدھے ...... اپنے طرف سے اندازے نہ لگا لیا کرو ...... اور کوئی بات''

''نہیں ......''

''ہوں ...... اس کا مطلب ہے انسپکٹر بلیک میلنگ پر اتر آیا ہے ......' ویسے یہ تو بتاؤ کہ انسپکٹر کو تمہارے بارے میں یہ کیسے پتا چلا کہ تم میرے ڈیڈی کے داماد ہو؟''

میں گڑبڑا گیا ...... اس سوال کا جواب تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا ...... میں نے جلدی سے کہا ...... ''انسپکٹر نے اپنے طور پر معلوم کرایا ہو گا ......''

''کس سے؟''

''ہو سکتا ہے شرافت نے اسے ساری بات بتا دی ہو''

''شرافت کون؟'' فہمی چونکی۔

''وہی شرافت ...... شرافت وکیل ...... تمہیں تو پتا ہے کہ وکیل اور پولیس کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے ......'' میں نے لگے ہاتھوں شرافت کو بھی ملوث کرنا جائز سمجھا۔

فہمی نے ایک ہنکارہ بھرا اور خاموشی سے کچھ سوچنے لگی۔

میں نے آہستہ سے کہا...... "فہمی...... کیوں ان چکروں میں پڑ رہی ہو......ایک دفعہ میرے دل میں تو جھانک کر دیکھو......تمہارے لیے کتنا پیار بھرا ہوا ہے......آؤ ایک نئی دنیا بسائیں......اپنا گھر...... جہاں صرف ہم اور ہمارے دو درجن بچے ہوں......"

اُس نے میری بات پوری ہونے سے پہلے مجھے زور سے دھکا دیا اور میں سیدھا صوفے کی پشت سے جاٹکرایا۔ اُس نے ایک جھٹکے سے اپنے سینڈل اتار لیے۔ میری روح فنا ہوگئی......میں ان کی کارکردگی سے اچھی طرح واقف تھا......میں نے سر پر ہاتھ رکھا اور نیچے کی طرف دوڑ لگا دی۔ فہمی میرے پیچھے بھاگی۔ نیچے اترتے ہی میں یکدم خاموش ہوگیا' سیٹھ خوبصورت سامنے صوفے پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔فہمی غصے سے پاگل ہورہی تھی' تاہم اس نے بھی خود پر کنٹرول کیا اور کوئی آواز پیدا کیے بغیر سینڈل دوبارہ پیروں میں پہن لیے۔

ہمارا خیال تھا کہ سیٹھ ہماری طرف دیکھے گا' لیکن شائد وہ کوئی شعر قابو کرنے کے چکر میں تھا' اس نے ہماری طرف بالکل بھی دھیان نہیں دیا اور خاموشی سے سامنے والی دیوار کو تکتا رہا۔ بالآخر میں نے ہمت کی اور سیٹھ کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں میں فہمی کی دست و برد سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ سیٹھ اب بھی خاموش تھا۔ میں دو تین دفعہ کھنکارا لیکن سیٹھ نے میری طرف توجہ نہ دی۔ کافی دیر اسی طرح گذر گئی۔ مجھے کچھ عجیب عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ فہمی کونے والے صوفے پر بیٹھی تھی۔ اچانک سیٹھ نے ایک گہرا سانس لیا اور گھمبیر لہجے میں بولا...... "مجھے سب پتا چل گیا ہے......"

میں جہاں تھا وہیں جم گیا۔ فہمی کے بھی پیروں تلے زمین نکل گئی۔ یقیناً سیٹھ نے ہماری گفتگو سن لی تھی۔ مجھے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا' یقیناً میری آواز ہی سیٹھ تک پہنچی ہوگی' ابا اکثر کہا کرتے تھے کہ تو اتنا اونچا بولتا ہے کہ روزِ محشر صورِ اسرافیل کے لیے بھی تیری خدمات نہ مانگ لی جائیں۔ ابا اپنی جگہ ٹھیک کہتے تھے لیکن کم از کم ابا کے معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں تھا' میں آہستہ بولتا تھا تو ان کے کانوں تک آواز نہیں پہنچتی تھی' اور اگر اونچا بولتا تھا تو وہ غصہ کر جاتے تھے کہ باپ کے سامنے اونچی زبان میں بات کرتا ہے۔

سیٹھ دوبارہ بولا...... "مجھے سب پتا چل گیا ہے"

''کس بات کا پتا چل گیا ہے ڈیڈی؟''فہمی نے پریشانی سے پوچھا۔

''میرا چھوٹا بھائی......یعنی کہ تمہارا چاچا مجھے قتل کروانا چاہتا ہے''

سیٹھ کا جملہ سنتے ہی میرا اور فہمی کا رکا ہوا سانس ایک دم بحال ہوگیا۔سیٹھ اکثر ایسے جملے بولتا رہتا تھا جس سے سننے والے کو خوامخواہ ہارٹ اٹیک ہونے کا خدشہ ہو۔

''لل......لیکن ڈیڈی......آپ کو......کس نے بتایا''

''وہ آیا تھا یہاں......اس نے خود دھمکی دی ہے'' سیٹھ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''ان کی یہ جرات......میں ان کا خون پی جاؤں گی......''فہمی غصے سے بولی اور میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ یہ لڑکی خون کی بڑی پیاسی تھی' پتا نہیں ڈریکولا کے خاندان سے تھی یا پارٹ ٹائم بلڈ بینک چلاتی تھی۔سیٹھ خاموش رہا' لیکن فہمی اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔

''میں چاچو کو گولی ماردوں گی''

''نہیں بیٹے...... He is your Nephew......وہ تمہارا چاچا ہے' ایسا نہیں کہتے......''

''کیا چاچو ایسے ہوتے ہیں......ساری زندگی ہمیں تنگ کرتے آئے ہیں' اب میں بالکل بھی برداشت نہیں کروں گی......''وہ اٹھ کر باپ کے پاس آ گئی۔

''وہ آپ کو کیوں مارنا چاہتے ہیں؟''میں نے جلدی سے پوچھا۔

''تم خاموش رہو......''فہمی تیز لہجے میں بولی......''تم کون ہوتے ہو ہمارے گھریلو معاملے میں دخل دینے والے......؟؟؟؟''

سیٹھ نے بڑا شاندار جواب دیا...... ''بھئی یہ میرا داماد اور تمہارا شوہر ہے......اب اسے ہمارے گھریلو معاملات میں دخل دینے کا پورا حق ہے......''

میرا سینہ فخر سے پھول گیا......اب تو فہمی کے باپ کی بھی مجال نہیں تھی کہ وہ مجھے کچھ کہہ سکتا۔ میں ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر سیٹھ کے قریب بیٹھ گیا اور فہمی کو آنکھ مار کر بولا......''انکل آپ فکر نہ کریں......میرے ہوتے ہوئے کوئی آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا......'' (حالانکہ مجھے کہنا چاہیے تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی مجھے کچھ نہیں کہہ سکتا)

'' Welcome Welcome ......شکریہ......شکریہ میرے بہادر داماد......تمہاری بات سن کر مجھے اپنے اندر ایک توانائی کا احساس ہوا ہے'' سیٹھ کھل اٹھا۔

میں نے اپنے اندر ''دمہ'' ہوتے ہوئے محسوس کیا' مجھے یوں لگا جیسے میں کسی بھی سمت گرنے والا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار مجھے کسی نے بہادر کہا تھا' میرا دل چاہ رہا تھا کہ فوراً فہمی کو اپنے ڈولے دکھاؤں...... مینار پاکستان سے چھلانگ لگاؤں......زندہ سانپ کھا جاؤں......ٹارزن کو ماں بہن کی گالیاں دوں......آرنلڈ کو چیونٹی کی طرح مسل دوں......ریمبو کی گردن مروڑ دوں......!!!!

''داماد بیٹے......میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اصل کہانی کیا ہے......'' سیٹھ نے پوری قوت سے ایک کش لیا اور دھواں میری طرف پھینکتے ہوئے سیدھا ہو گیا۔

میں نے فہمی کی طرف دیکھا......حسبِ معمول اس کا منہ ایسے بن گیا تھا جیسے خالی پیٹ کولن پاؤل کو دیکھ لیا ہو۔ میں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ہمہ تن گوش ہو گیا۔ سیٹھ نے لب کھولے!!!

'' My sister یعنی کہ میرا بھائی مجھ سے چار سال چھوٹا ہے......ہم دونوں کے علاوہ ہمارے ماں باپ کی کوئی اولاد نہیں تھی......میرا بھائی علمدار شروع سے ہی مار دھاڑ' اور Good peoples یعنی کہ غلط لوگوں کی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا تھا۔ یہیں سے اس کی زندگی جرائم پیشہ لوگوں میں بسر ہونے لگی اور آہستہ آہستہ وہ انہی کے ماحول میں ڈھلتا چلا گیا۔ میرے باپ کو اس بات کا بہت دکھ تھا' وہ شہر کے اچھے خاصے کھاتے پیتے اور عزت دار سیٹھ تھے' انہوں نے علمدار کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ آگے سے اور بھی ضدی نکل آیا۔ ایک دن علمدار بینک ڈکیتی میں پکڑا گیا......میرے باپ

کو اس بات کا پتا چلا تو انہیں بہت دکھ ہوا' انہوں نے اسی دن سے علمدار سے قطع تعلق کر لیا اور ساری جائیداد اس شرط پر مجھے سونپ دی کہ اس جائیداد کا کوئی حصہ علمدار کو نہ دیا جائے تاہم اگر علمدار کبھی بیمار ہو جائے یا علاج معالجے کی ضرورت ہو تو اس صورت میں کوتاہی نہ کی جائے اور اس کو علاج کے ہر ممکن پیسے دیے جائیں۔ انہوں نے اپنی وصیت میں یہ لکھوایا تھا کہ اگر میرے بڑے بیٹے لطیف کی Birth' یعنی کہ موت ہو جائے تو اس صورت میں ساری جائیداد چھوٹے بیٹے علمدار کو ٹرانسفر ہو جائے گی۔''

''یہ لطیف کون ہے؟'' میں نے پوچھا

سیٹھ نے چونک کر میری طرف دیکھا...... پھر بولا...... ''آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے''

میں بغلیں جھانکنے لگا...... پتا نہیں سیٹھ نے کیا کہا تھا اور کیوں کہا تھا' شائد وہ بھی میری کیفیت سمجھ گیا تھا اس لیے ایک آہ بھر کر بولا...... ''خاکسار کو لطیف کہتے ہیں''

''یہ خاکسار کون گدھا ہے؟'' میں نے منہ بنایا۔

سیٹھ کو جیسے کرنٹ سا لگا...... وہ صوفے سے پھسل کر نیچے قالین پر جا گرا اور اس کا سگار ہاتھ سے اچھل کر سیدھا فہمی کی گود میں جا گرا...... فہمی بدحواس ہو گئی اور چیختی چلاتی' کپڑے جھاڑنے لگی...... ذرا سی دیر میں عجیب سا منظر ہو گیا تھا۔ سیٹھ جلدی سے کھڑا ہونے کی کوشش میں پھر گر گیا...... فہمی سگار کو ایسے پیروں تلے مسل رہی تھی جیسے وہ سگار نہیں' میں ہوں۔ اور میں ہونق بنا صوفے پر بیٹھا باری باری ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا...... چیخ و پکار کی آواز سن کر چوکیدار تیزی سے اندر داخل ہوا اور حیران رہ گیا۔

''کیا ہوا صاب...... کیا ہوا......''

''یہ...... یہ اس نے کیا ہے......'' فہمی نے چلاتے ہوئے میری طرف اشارہ کیا۔

چوکیدار نے میری طرف دیکھا' پھر یکدم شرما کر بولا...... ''نہیں...... یہ ایسا نہیں کر سکتی......''

فہمی یکدم رک گئی...... ''کون...... کون نہیں ایسا کر سکتی......؟؟؟''

چوکیدار نے مزید شرماتے ہوئے میری طرف اشارہ کیا اور میں شرم سے کیچڑ کیچڑ ہو گیا...... اور اسی

لمحے مجھے احساس ہوا کہ میں اتنے بڑے سیٹھ کا داماد ہوں‘ مجھے ایک چوکیدار سے ذرا سخت لہجے میں بات کرنی چاہیے۔ میں نے گرج کر کہا۔

’’خان......تم واپس جاؤ......‘‘ اپنی طرف سے تو میں گرجا تھا‘ تاہم یہ میری زندگی کی پہلی گرج تھی اور اسے سن کر مجھے ایسا لگا جیسے میرے گلے کے اندر سے کوئی فاقہ زدہ چوہا بولا ہے۔ چوکیدار نے میرا حکم سر آنکھوں پر رکھا اور جیسے آیا تھا ویسے ہی پلٹ گیا۔ اتنی دیر میں سیٹھ جم کر کھڑا ہو چکا تھا اور غصیلی نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

’’یہ...... یہ تم نے گدھا کس کو کہا تھا؟‘‘

’’آپ کو تو نہیں کہا انکل......‘‘ میں نے صفائی پیش کی۔

’’ابے خاکسار میں ہی ہوں......تو نے مجھے ہی گدھا کہا ہے‘‘

میری جان نکل گئی...... مجھے اب سمجھ آئی تھی کہ مجھ سے کیا غلطی ہوگئی تھی۔ میں نے جلدی سے بات سنبھالتے ہوئے کہا......’’انکل......مم......میرا مطلب یہ تھا کہ آپ خاکسار کیسے ہو سکتے ہیں‘ آپ تو سیٹھ ہیں......سیٹھ خوبصورت......‘‘

’’سیٹھ جھانسے میں آ گیا......اور اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولا......’’اوہ آئی سی...... I was right......میں غلط تھا......سوری......!!!‘‘

میں نے شکر کا سانس لیا۔ سیٹھ دوبارہ سے صوفے پر براجمان ہو گیا۔ فہمی جلد از جلد مجھ سے بات کرنا چاہتی تھی اس لیے اس نے مجھے کن اکھیوں سے اشارے شروع کر دیے تھے۔ مجھ سب سمجھ آ رہی تھی لیکن میں جان بوجھ کر انجان بنا رہا اور نظریں دوسری طرف جما دیں۔ اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر فہمی کو تاؤ آ گیا۔ اس نے گھور کر میری طرف دیکھا‘ پھر اطمینان سے کھڑی ہوئی اور اوپر جاتے ہوئے مڑ کر بولی!

’’شاہ رخ......میں بیڈ روم میں جا رہی ہوں......ذرا تھانے فون کرنا ہے......تمہیں ٹائم ملے تو آ جانا‘‘

میرا خون خشک ہو گیا......خدا نے اسے ’’تراہ‘‘ نکالنے کی خداداد صلاحیتوں سے نوازا تھا‘ الو کی پٹھی

ایک جملہ کہتی تھی اور میرے ہوش وحواس گم کر دیتی تھی۔ میں نے سیٹھ کی طرف دیکھا' وہ نیا سگار سلگا رہا تھا۔فہمی کھٹ کھٹ سینڈل کھٹکاتی اوپر چلی گئی۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔

''Stand up......تشریف رکھو...... مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں'' سیٹھ نے مجھے اشارہ کیا اور میں جلدی سے دوبارہ بیٹھ گیا۔فہمی نے آخری سیڑھی سے ایک بار پھر پلٹ کر میری طرف دیکھا......اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ شدید غصے میں ہے۔لیکن میں مجبور تھا' بیٹی کی بات مانتا تو باپ نے ناراض ہو جانا تھا' لہذا خاموشی سے سیٹھ کے جملے کا انتظار کرنے لگا۔

''Tomorrow......یعنی کہ آج' میرا بھائی میرے گھر آیا تھا''

''آپ کو قتل کرنے؟''میں نے فوراً اندازہ لگایا۔

سیٹھ نے گھور کر میری طرف دیکھا' پھر بولا......''نہیں......وہ اگر مجھے قتل کرے گا تو خود نہیں کرے گا' یہ کام وہ کسی اور سے بھی لے سکتا ہے''

''تو پھر وہ کیوں آیا؟''

''وہ ہر مہینے آتا ہے......تین لاکھ روپے لینے کے لیے......''

''تین لاکھ......ہر مہینے......کک......کیوں......???''

''وہ کہتا ہے کہ اسے کوئی بیماری ہے جس کے علاج پر ہر ماہ تین لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں......''

''بیماری پر تین لاکھ..........''میری آنکھیں پھیل گئیں......میں نے تو آج تک محلے کے ڈاکٹر کو ہر بیماری کے علاج کے عوض بیس روپے ہی دیے تھے۔ یہ ڈاکٹر ہمارے محلے میں سب سے مہنگا ڈاکٹر کہلاتا تھا اور پارٹ ٹائم قلفیاں بیچتا تھا۔ مجھے جب بھی نزلہ زکام ہوتا تھا' یہی ڈاکٹر کام آتا تھا۔ویسے بھی ہم غریبوں کو کبھی اعلیٰ درجے کی بیماری نہیں لگتی' آپ کبھی نوٹ کیجئے گا' غریبوں کی زیادہ تر بیماریاں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوتی ہیں......مثلاً پھوڑے پھنسیاں نکل آنا......ایک آنکھ خراب ہو جانا......ٹی بی......کالی کھانسی......کھٹے ڈکار......کان بہنا......اور تو اور ابا کہتے تھے کہ اگر زیادہ بھوک لگے تو یہ بھی بیماری ہوتی ہے' لہذا اگر کسی دن میں دو کی بجائے تین روٹیاں کھا لیتا تو ابا فوراً مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے تھے۔قلفیاں بیچنے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کی زیادہ تر اصطلاحیں

بھی اپنے پارٹ ٹائم پیشے سے متعلق ہوتی تھیں۔ یہ ہمارے محلے کا واحد بندہ تھا جس نے باقاعدہ حج کیا ہوا تھا لہذا پورے محلے میں اسے اللہ کا شدید نیک بندہ سمجھا جاتا تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہمارے محلے کی مسجد کے مولوی صاحب انتقال فرما گئے' جمعہ کا دن آیا تو خطبے کے لیے کسی مولوی کا بندوبست نہ ہوسکا' اس موقع پر محلے والوں کی نظر اچانک ڈاکٹر صاحب پر پڑی اور انہیں یاد آیا کہ کیوں نہ ''ڈاکٹر حاجی'' کی خدمات سے استفادہ کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب سے گذارش کی گئی' جسے ڈاکٹر صاحب نے تھوڑی سی پس و پیش کے بعد قبول فرمایا اور قلفیوں کی ریڑھی ایک سائڈ پر لگا کر مولوی کے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیتے ہوئے بولے......!!!''اے لوگو! نماز پڑھو......نیک عمل کرو......روزے رکھو......زکوٰۃ دو......اللہ کی عبادت کروگے تو تمہیں جنت ملے گی...... جنت میں حوریں ہوں گی......پیاری پیاری......سفید سفید......خوبصورت......کھوئے والیاں......ملائی والیاں!!!''

معافی چاہتا ہوں' بات کہاں سے کہاں نکل گئی......اصل میں سیٹھ کا جملہ ہی ایسا تھا کہ مجھے ڈاکٹر حاجی یاد آ گیا۔ میری حیرت دیکھ کر سیٹھ نے ایک ہنکارہ بھرا اور بولا!

''جیسا کہ میرے باپ نے وصیت میں لکھا تھا کہ علمدار کو صرف اس کے علاج کے لیے پیسے مل سکتے ہیں' اس لیے وہ اپنے ساتھ پورے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ لے کر آتا ہے جن کی رُو سے مجھے اسے مجبوراً ہر ماہ تین لاکھ روپے دینا پڑتے ہیں۔ آج بھی وہ مجھ سے تین لاکھ لینے آیا تھا۔''

''آپ نے دے دیے؟''

''نہیں......ملازم کو بینک سے لانے کے لیے بھیجا ہے......علمدار دوبارہ آئے گا......میں نے اسے ایک گھنٹے تک دوبارہ آنے کے لیے کہا تھا''

''لیکن آپ نے تو بتایا تھا کہ اسے جیل ہوگئی تھی''

''ہاں......لیکن یہ بہت پرانی بات ہے' وہ جیل سے چھوٹ کر آیا تو اور بھی پختہ مجرم بن چکا تھا......اس نے سیاسی لوگوں سے اپنی وابستگیاں قائم کرلی ہیں''

''اس نے آج آپ کو کیا دھمکی دی......'' میں تفتیش کے موڈ میں آ گیا۔

سیٹھ نے پہلو بدلا اور ایک گہرا کش لیتے ہوئے بولا...... ''اُس نے کہا ہے کہ مجھے باپ کی جائیداد میں سے برابر کا حصہ دے دو ورنہ فہمی یتیم ہو جائے گی......''

''نہیں......'' میں نے ایک ہاتھ اپنے دل پر اور دوسرا سیٹھ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا...... ''میرے ہوتے ہوئے فہمی یتیم نہیں ہو سکتی......''

سیٹھ نے منہ بنایا اور میرا ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا...... ''تم اس کے شوہر ہو...... باپ نہیں......''

اُس وقت مجھ پر کھلا کہ یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ نہ ہو۔ حالانکہ میں آج تک یتیم اُسے سمجھتا آیا تھا جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو۔ اتنے میں اوپر سے فہمی کی آواز آئی۔

''شاہ رخ......امریکہ سے تمہارا فون ہے''

فہمی کی آواز سنتے ہی میں ہکا بکا رہ گیا۔ خدا کی پناہ...... اتنا بڑا جھوٹ...... مجھ سے تو کبھی ٹیلی فون کی ٹیپ نے بات کرنے کی زحمت نہیں کی تھی...... میں نے کئی دفعہ رانگ نمبر بھی ملا کر دیکھا تھا...... آگے سے ٹیپ کی آواز آتی...... ''اے بے غیرت...... اس وقت تمام لائنز مصروف ہیں' کچھ دیر بعد بکواس کرنا''

فہمی دوبارہ چلائی...... ''شاہ رخ...... تمہارا فون ہے...... شائد امریکہ سے کوئی سائنسدان تم سے بات کرنا چاہتا ہے''

میری شکل رونے والی ہوگئی...... وہ نہایت عزت سے مجھے ذلیل کر رہی تھی......!!!

''امریکہ سے سائنسدان ......'' سیٹھ چونک اٹھا...... ''بھئی واہ...... داماد...... تم تو بہت پہنچے ہوئے ہو''

''ہاں جی......ہاں جی......'' میں نے آنے والے آنسو ضبط کرتے ہوئے سر ہلایا۔

''تمہارے خیال میں یہ کس سائنسدان کا فون ہو سکتا ہے؟''

میں گڑبڑا گیا...... فہمی خود تو اوپر بھاگ گئی تھی اور میری جان کو عذاب دیا تھا...... اب میں کیا جواب دیتا...... مجھے امریکہ کے سائنسدانوں کا کیا پتا' مجھے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ امریکہ جہاز سے جاتے ہیں یا بس سے......!!! تاہم میں نے جلدی ذہن پر زور ڈال کر میٹرک کے حافظے کو کھنگالا اور

کہا...... ''میرا خیال ہے...... نیوٹن کا ہوگا......''

''نیوٹن کا فون...... اوہ مائی گاڈ...... لیکن وہ تو فوت نہیں ہو چکا......؟'' سیٹھ نے سر کھجایا اور میں اپنی بات پر مزید پکا ہوگیا۔

''نہیں نہیں سیٹھ صاحب...... نیوٹن تو زندہ ہے...... ابھی پچھلے ہفتے تو اس نے اپنے چھوٹے بیٹے کا عقیقہ کیا ہے''

''عقیقہ......'' سیٹھ بے چین ہوگیا...... ''تو کیا نیوٹن مسلمان ہے......؟؟؟''

سب کچھ گڑ بڑ ہوگیا تھا...... لیکن میں پھنس چکا تھا' اپنی بات سے پھرتا تو سارا راز کھل جانا تھا' لہذا جی کڑا کے کہا...... ''الحمدللہ جی...... وہ تو بڑا راسخ العقیدہ مسلمان ہے''

سیٹھ نے الجھے ہوئے انداز میں گردن ہلائی...... ''حیرت ہے...... ویسے اس کا نام تو مسلمانوں والا نہیں......''

میں نے جل تو جلال تو پڑھا اور کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''وہ...... اصل میں یہ اس کا نک نیم ہے...... اس کا اصل نام...... ہے...... نعمان تنویر...... بس بچپن سے ہی سارے اسے ''نوٹن'' کہتے تھے جو بگڑ کر نیوٹن بن گیا ہے''

''اوہ...... تو یہ بات ہے......'' سیٹھ نے دم بخود ہوتے ہوئے سر ہلایا۔فہمی اوپر سے ساری گفتگو سن رہی تھی لہذا تیسری بار چلائی۔

''شاہ رخ...... نیوٹن کہہ رہا ہے کہ کال لمبی پڑ رہی ہے اور کارڈ ختم ہونے والا ہے...... جلدی آجاؤ......''

اچانک سیٹھ کو کوئی خیال آیا اور وہ پراسرار لہجے میں میرے کان کے قریب ہوتے ہوئے بولا...... ''یہ نیوٹن وہی ہے ناں...... ایٹم بم کا خالق......''

میں نے ذہن کو تکلیف دینے کی بجائے جھٹ سے کہا...... ''جی جی...... وہی ہے''

سیٹھ نے محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھا' پھر سرگوشی کی...... ''کہیں تم نیوکلیئر ٹیکنالوجی دوسرے ملکوں کو تو نہیں بیچ رہے......؟؟؟''

''ٹیکنالوجی'' کا لفظ تو میری سمجھ میں آ گیا' لیکن نیوکلئیر میرے سر سے گذر گیا......تاہم میں نے پروقار لہجے میں کہا......''سیٹھ صاحب! میں ایسا سائنسدان نہیں ہوں......''

میں نے محسوس کیا کہ جیسے ہی میں نے یہ جملہ کہا' کمرے کی ہر چیز کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

'' Very bad بہت اچھے...... I hate you ......مجھے تم پر فخر ہے...... جاؤ فون سنو......پتا نہیں نیوٹن نے کیا ضروری بات کرنی ہے''سیٹھ نے میرا کندھا تھپتھپایا۔

میں عاجزانہ انداز میں اٹھا اور اوپر کی طرف قدم اٹھائے ہی تھے کہ چوکیدار تیزی سے کمرے میں داخل ہوا اور بولا۔

''سیٹھ صاحب......تمہارا بڑا بھائی پھر آئی ہے......''

سیٹھ نے چونک کر گھڑی کی طرف دیکھا اور سپاٹ لہجے میں کہا......ٹھیک ہے' اسے ادھر ہی بھیج دو۔

چوکیدار واپس مڑا اور کمرے سے نکل گیا۔میں کافی ساری سیڑھیاں طے کر چکا تھا' لیکن چوکیدار کے جملے نے میرے بڑھتے ہوئے قدم روک دیے۔میں دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر وہ کون خوش قسمت ہے جو ہر ماہ اپنی بیماری کے نام پر سیٹھ سے تین لاکھ وصول کر جاتا ہے۔

''اوپر آؤ......''فہمی ادھ کھلے دروازے سے غرائی

''آتا ہوں......''

''ابھی آؤ''

''ابھی آتا ہوں......''میں نے اسے تسلی دی اور واپس نیچے اتر آیا۔فہمی کے دانت پیسنے کی آواز مجھے پہلی سیڑھی تک آتی ہوئی محسوس ہوئی۔سیٹھ صوفے سے اٹھ چکا تھا اور بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں......کھڑا رہوں......بیٹھ جاؤں یا سیٹھ کو تسلی دوں۔ ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔میں دروازے کی طرف گھوما......اور پتھر کا ہو گیا!!!

دروازے میں سے ٹوانہ صاحب اندر داخل ہو رہے تھے۔

میرا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا...... مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے‘ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ٹوانہ صاحب ہی سیٹھ خوبصورت کے بڑے بھائی ہوں گے۔ میرا وجود حیرت اور خوف کی تصویر بنا ہوا تھا‘ خوف اس لیے کہ ٹوانہ نے جو فرمائش مجھ سے کی تھی اس کی عملی تصویر مجھے اب سمجھ میں آ رہی تھی‘ یقیناً وہ اپنے بھائی‘ یعنی سیٹھ خوبصورت کو قتل کروانا چاہتا تھا اور وہ بھی میرے ہاتھوں سے......اوہ مائی گاڈ......ٹوانہ تو ساری اصلیت جانتا ہے‘ اگر سیٹھ نے اس کے سامنے مجھے اپنا داماد کہا تو یقیناً ٹوانہ سارا منصوبہ ایک منٹ میں چوپٹ کر کے رکھ دے گا۔ یہ خیال آتے ہی میں نے فوراً اپنا رخ دوسری طرف موڑا اور دبے پاؤں اوپر کی طرف بڑھا۔لیکن شائد قسمت مجھے جوتے مارنے کے موڈ میں تھی۔ جیسے ہی میں اوپر کی طرف لپکا‘ ٹوانہ صاحب کی گرجتی ہوئی آواز میرے کانوں میں پڑی!!!

’’تم یہاں کیا کر رہے ہو؟‘‘

میں سمجھ گیا کہ اب سب کچھ کھلنے کے قریب ہے‘ حسبِ معمول مجھے الہام ہوا کہ میری بے عزتی 3 کلومیٹر دور رہ گئی ہے۔ مجھ میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ واپس مڑ کر سیدھا کھڑا ہو سکتا لہٰذا وہیں کھڑے کھڑے مری مری آواز میں کہا......!!!

’’ج ج......جی......جی......آپ نے مجھ سے کچھ کہا......‘‘

’’اوئے گنجے......تُو میرے بھائی کے گھر میں کیا کر رہا ہے‘‘ ٹوانہ دو قدم آگے بڑھا۔

’’علمدار......تمیز سے بات کرو......یہ......میرا داماد ہے‘‘ سیٹھ نے رہی سہی کسر بھی نکال دی اور

میرا دل چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر روؤں' سارا راز سوئیٹر کی طرح ادھڑتا جا رہا تھا۔

سیٹھ کا جملہ سنتے ہی ٹوانہ کو جیسے تشنج کا جھٹکا لگا...... وہ بے اختیار گرتے گرتے بچا اور آنکھیں پھاڑ کر چلایا۔

''داما............... د...... داماد...... یہ...... یہ تمہارا داماد ہے''

''ہاں ...... یہ میرا داماد ہے...... لیکن تم میرے بھائی ہو' تم چاہو تو تم بھی اسے اپنا داماد بنا سکتے ہو'' سیٹھ نے آفر کی۔

علمدار کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

''میں سب سمجھ گیا ہوں تمہارا منصوبہ...... تم اپنے اس داماد کے ذریعے مجھے قتل کروانا چاہتے تھے...... اسی لیے تم نے اسے بھیس بدلوا کر میرے گھر بھجوایا ہوگا...... لیکن یاد رکھو میرا نام علمدار ہے...... میں نے تمہاری ساری چالیں تم پر ہی نہ پلٹ دیں تو نام بدل دینا......''

غصے سے سیٹھ کی رگیں پھول گئیں اور وہ چلایا...... '' I will kiss you میں تمہیں الٹا لٹکا دوں گا...... تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو...... جو تمہارے منہ میں آتا ہے بکواس کر دیتے ہو...... نکل جاؤ میرے گھر سے...... اس سے پہلے کہ میں تم پر اپنا چوکیدار چھوڑ دوں......''

ٹوانے نے میری طرف رخ کیا اور دانت پیس کر بولا...... ''گنجے...... یا تو تُو میرے ساتھ دھوکا کر رہا ہے' یا میرے اس احمق بھائی کے ساتھ...... لیکن یاد رکھ دونوں صورتوں میں تیرا حشر وہ ہوگا کہ ساری زندگی تیرے سر پر بال نہیں آ سکیں گے......''

''آپ...... آپ کیا کہہ رہے ہیں...... میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا......'' میں یکدم انجان بن گیا۔

''الو کے پٹھے...... کیا تیرا نام کمالا نہیں......؟؟؟''

''کمالا...... نن...... نہیں جی...... میرا نام تو شاہ رخ ہے......'' میں نے دل ہی دل میں اتنے بڑے جھوٹ پر اللہ سے معافی مانگی۔

''شاہ رخ'' ٹوانہ پھر گرتے گرتے بچا...... ''تو کیا تم جیل میں نہیں تھے' میں نے تمہیں چھڑوایا نہیں تھا...... اور تم نے میرے ہاں ملازمت اختیار نہیں کی تھی؟؟؟''

''میں اور جیل میں......کیسی باتیں کر رہے ہیں جی......میں تو سیٹھ صاحب کا داماد ہوں اور سائنسدان ہوں......''

ٹوانہ تھوڑا سا سنبھلا......''تو پھر وہ کون تھا جو میرے پاس ملازمت کرتا رہا......''

''ہوسکتا ہے جی وہ میرا کوئی ہم شکل ہو......آج کل کلوننگ کا دور ہے......کوئی بھی کسی کا ہم شکل ہوسکتا ہے......''

''لیکن میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں''ٹوانہ نرم پڑ گیا۔

''ہوسکتا ہے آپ کا ذہن دھوکا کھا گیا ہو......''میں نے بات بنتی دیکھ کر جلدی سے دلیل دی۔

سیٹھ خوبصورت نے دخل اندازی کی......''علمدار......!!! جس مقصد کے لیے آئے ہو وہ بیان کرو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ......میرے گھر کے معاملات میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں......''

ٹوانہ یکدم سیٹھ کی طرف مڑ گیا......اس کے چہرے پر مکارانہ مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔

''تمہیں اچھی طرح سے پتا ہے کہ میرے آنے کا کیا مقصد ہے......تم ہی نے تو مجھے کچھ دیر بعد آنے کے لیے کہا تھا......بھئی ظاہری بات ہے میں اپنا''میڈیکل کا بل''لینے آیا ہوں''

سیٹھ نے ایک ہنکارا بھرا......سگار کا لمبا سا کش لگایا اور دھواں ٹوانے کے منہ پر پھینکتے ہوئے بولا......''بہت جلد......بہت جلد تمہاری یہ جھوٹی دورے کی بیماری بھی سب کے سامنے کھل جائے گی......پھر کیا کرو گے......کس سے پیسے مانگو گے......؟؟؟''

ٹوانے نے یتیم کچھوے کی طرح قہقہہ لگایا اور پھر مسلسل ہنسنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ ہنستے ہوئے اس کی مونچھیں بھی اس کے ساتھ ہی ہنسنے لگی تھیں۔ ٹوانے کی مونچھیں اتنی بڑی اور گھنی اس لیے بھی تھیں کہ ٹوانہ بعض اوقات اپنے حصے کا کھانا بھی اپنی مونچھوں کو کھلا دیتا تھا......میں شرط لگا کر کہہ سکتا تھا کہ ٹوانہ جتنی محنت اور غزا اپنی مونچھوں کو مہیا کرتا تھا......بس ایک دو سال میں ان مونچھوں پر کوئی نہ کوئی پھل لگنے والا تھا......میں نے تو خواب میں کئی دفعہ ٹوانے کی مونچھوں پر کینو......سیب......اور امرود لٹکتے ہوئے دیکھے تھے......خدا شاہد ہے کہ یہ خواب اکثر مجھے صبح کے وقت آئے تھے اور سیانے کہتے ہیں کہ صبح کے وقت آنے والے اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔

''بڑے بھائی......تم ہو تو بڑے لیکن تمہارا دماغ بہت چھوٹا ہے......میرے دورے نقلی ہونے کا پتا چل بھی گیا تو ایک سو ایک ایسی بیماریاں ابھی دنیا میں موجود ہیں جو میں خود پر طاری کر سکتا ہوں......اور ایک سے ایک اچھا ڈاکٹر موجود ہے جو میرے حق میں میڈیکل سرٹیفکیٹ بنا کر دے سکتا ہے......اسی لیے تو کہتا ہوں کہ اس مصیبت سے ایک ہی دفعہ چھٹکارا حاصل کر لو......''

''کیا مطلب......'' سیٹھ چونکا۔

''مطلب واضح ہے...... مجھے بھی جائیداد میں سے حصہ دے دو......آخر میں بھی اسی باپ کی اولاد ہوں جس کے تم بیٹے ہو......نافرمان ہوا تو کیا ہوا......اولاد نافرمان ہو تو اسے اس کے حق سے تو محروم نہیں کر دیا جاتا ناں......''

'' Welcome ......بکواس مت کرو......تمہیں جائیداد سے محروم کرنے کا فیصلہ میرا نہیں......ہمارے باپ کا تھا......''

''اوہ......واقعی یہ تو سچ ہے......لیکن بڑے بھائی...... یہ فیصلہ بھی تو ہمارے باپ ہی کا تھا ناں کہ چھوٹے بھائی کو اگر کوئی بیماری ہو تو اس کے علاج کے لیے پیسے دینے میں کوئی تامل نہ کیا جائے۔''

''ہاں لیکن تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے......''

''ہاہاہاہاہا......تم ڈاکٹر کب سے ہو گئے...... مجھے تو بڑی خطرناک بیماری ہے......اور ایک طویل عرصے سے ہے......تمہیں نہیں پتا کہ مجھے دورہ پڑے تو میں عورت بن جاتا ہوں...... بھئی یہ بات تو بچہ بچہ جانتا ہے......''

'' I dont know......میں اچھی طرح جانتا ہوں......کہ یہ تمہارا ڈھونگ ہے''

میں حیران و پریشان ان کی باتیں سن رہا تھا......اگرچہ ٹوانے نے آخری ملاقات میں مجھ پر یہ راز افشا کر دیا تھا کہ اس کے دورے نقلی ہوتے ہیں تاہم مجھے اس کا یہ انداز بھی نقلی لگا تھا......لیکن اب تو وہ بقائمی ہوش و حواس یہ اقرار کر رہا تھا کہ اس کے دورے نقلی ہیں۔تو کیا......وہ سب......ناچ گانا......سرخی پاؤڈر......ٹھمکے......سب نقلی تھا......میں نے اپنا سر تھام لیا۔ٹوانہ سیاستدان ہی نہیں بہت بڑا اداکار بھی تھا......ویسے تو سیاستدان ہونا ہی اس کی اداکاری کی بہت بڑی دلیل تھی، لیکن وہ

اتنی کامیابی سے سب کو بے وقوف بناتا ہوگا' یہ بات میرے تصور میں بھی نہیں آ سکتی تھی۔ بے اختیار میرے منہ سے نکلا!!!

''تو کیا پانی پھینکنے والے سارے حربے بھی نقلی ہوتے ہیں......؟؟؟؟''

میری بات سنتے ہی ٹوانے کو کرنٹ سا لگا......وہ تلملا کر کھڑا ہو گیا اور غصے سے چلایا...... ''گنجے......تُو وہی ہے......وہی ہے تُو......تجھے کیسے پتا چلا کہ میرے اوپر پانی پھینکنے سے میرے دورے ختم ہو جاتے ہیں......''

میں بے اختیار کنپٹی کھجانے لگا......ابا ٹھیک ہی کہتے تھے' میں دنیا کا سب سے پہلا اور آخری بے وقوف تھا۔ بھلا ایسے کڑے وقت میں ٹوانے سے یہ بات کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ موقع ایسا بن گیا تھا کہ مجھے فوری طور پر کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔ ایسے میں اللہ کی طرف سے ایک غیبی امداد آئی۔ فہمی اوپر سے بولی!!!

''شاہ رخ......تم آتے ہو یا پھر میں آؤں......اور یہ کون اتنی اونچی آواز میں بول رہا ہے؟''

مجھے فوری طور پر جواب سوجھ گیا......میں سیدھا کھڑا ہوا اور اطمینان سے کہا...... ''چاچا جی! میری بیوی یعنی کہ فہمی نے مجھے آپ کے اور آپ کے دوروں کے بارے میں سب کچھ بتایا ہوا ہے......''

ٹوانے کی مونچھیں گڑبڑ ہونے لگیں...... ''خبردار مجھے چاچا مت کہنا......''

''ماما کہہ لوں......''میں نے رائے مانگی۔

''لطیف!......اسے سمجھا لے......یہ ایک بلا سے الجھ رہا ہے' میں اسے کچا چبا جاؤں گا......''

'' He is my servent ......یہ میرا داماد ہے......اور اس کا پورا حق ہے کہ یہ ہر معاملے میں بولے......تم نے اس کی طرف میلی نظروں سے دیکھا تو میں تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں گا......''سیٹھ گرجا۔

ٹوانہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن غصے سے صرف مونچھیں پھڑکا کر رہ گیا۔

سیٹھ اندر گیا اور تین لاکھ روپے سے بھرا شاپنگ بیگ لا کر ٹوانے کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ ٹوانے کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''شکریہ چھوٹے بھائی......امید ہے اگلی بار بھی آپ میری بیماری کا اسی طرح خیال رکھیں گے......''

ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ فہمی اوپر سے برآمد ہوئی.....ٹوانے کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں نفرت کے شعلے جل اٹھے۔

''آپ......آپ کیوں آئے ہیں یہاں......؟؟؟''

ٹوانے نے فہمی کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا......''بیٹے......اور کہاں جاؤں......میرا اور کون ہے بھائی جان اور تمہارے سوا......''

''شٹ اپ......آپ کو خیرات مل گئی ہے تو جائیں یہاں سے......''

''میں تو چلا جاتا ہوں لیکن......ایک بات تو سچی سچی بتاؤ......کیا واقعی یہ تمہارا خاوند ہے؟''

فہمی بری طرح چونکی......اور پھر کن اکھیوں سے سیٹھ کی طرف دیکھتے ہوئے گڑبڑا کر بولی......''ہاں......آں......کیوں......کیا بات ہے؟؟؟''

''کچھ نہیں......ویسے اس کی شکل کا ایک خبیث بھی اسی شہر میں پھر رہا ہے......دھیان رکھنا......کہیں ادل بدل نہ ہو جائے......''

میرا دل چاہا کہ ٹوانے کی ناک پر دندی کاٹ کھاؤں، لیکن پھر خیال آیا کہ ابھی تو ڈٹ کے کھانا کھایا ہے۔لہذا صرف اسے گھورنے پر ہی اکتفا کیا۔ میری حمایت میں فہمی نے آواز اٹھائی......''آپ چلے جائیں......ورنہ میں اخلاق کی ساری حدود پار کر جاؤں گی......پھر نہ کہئے گا کہ آپ کی بے عزتی ہوئی ہے......''

''میں جا رہا ہوں......لیکن بھائی جان......دو ہفتے کے اندر اندر اگر جائیداد کی تقسیم کا ارادہ نہ کیا تو اگلے ماہ سے میری بیماری کا خرچہ آٹھ لاکھ روپے ماہانہ اٹھانے کے لیے تیار رہنا کیونکہ مجھے لگ رہا ہے اگلے ماہ سے مجھے کوئی چھوٹا موٹا کینسر بھی ہو سکتا ہے......''ٹوانے نے آنکھ ماری اور شاپر اٹھائے باہر نکل گیا۔

اس کے جاتے ہی سیٹھ تھکے تھکے انداز میں صوفے پر گر گیا......فہمی تیزی سے باپ کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ میں داماد تھا......میں کیسے پیچھے رہتا......میں بھی جلدی سے فہمی کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔فہمی

نے گھور کر مجھے دیکھا، پھر سرگوشی میں غرائی!!!

''گدھے...... پیچھے ہو کر بیٹھو...... دوسرے صوفے پر......''

''نہیں شکریہ...... میں یہیں ٹھیک ہوں......'' میں نے اطمینان سے کہا۔

وہ حسب معمول مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔ سیٹھ برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔ فہمی نے باپ کا ہاتھ دبایا اور بولی ''ڈیڈی...... آپ بالکل فکر نہ کریں...... تایا جو دھمکی دے کر گئے ہیں ایسی دھمکیوں کا علاج ہے میرے پاس......''

میں خوش ہو گیا کہ میری بیوی ڈاکٹر بھی ہے...... ''کیا علاج ہے تمہارے پاس......؟''

فہمی کا دل یقیناً چاہا کہ وہ میرا منہ نوچ لے...... لیکن کیا کرتی، باپ کے سامنے خود کو میری بیوی مانتی تھی لہذا آنکھوں میں انگارے اور زبان میں شہد بھرتے ہوئے بولی...... ''شاہ رخ...... تم جیسا بہادر اور ذہین شوہر موجود ہو تو کوئی بھی علاج سوچا جا سکتا ہے......''

میں یکدم خوش ہو گیا...... اور گردن اکڑا لی۔ فہمی باقاعدہ الو کی پٹھی تھی...... ایک منٹ میں آسمان پر چڑھا دیتی تھی اور ایک منٹ میں نیچے سے سیڑھی کھینچ لیتی تھی۔ بے عزتی کرتی تھی تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے مجھ سے گھٹیا بندہ پوری دنیا میں نہیں...... اور تعریف کا ایک جملہ کہتی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے میں ''ٹرمینیٹر'' ہوں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی، میرا خیال تھا کہ اس کی آنکھیں پیار سے بھری ہوئی ہوں گی، تاہم وہاں مجھے صرف اور صرف گالیاں لکھی ہوئی نظر آئیں۔ میرے لیے یہی کافی تھا، اب تو اس کی ڈانٹ سننے کی عادت سی ہو گئی تھی، میں نے بھی سیٹھ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''انکل...... فہمی ٹھیک کہہ رہی ہے...... میں سائنسدان ہوں، ایک ایسی دوائی ایجاد کر دوں گا کہ ٹوانہ کو اصلی دورے پڑنے شروع ہو جائیں گے...... اس کی یادداشت گم ہو جائے گی اور وہ یہ بھول جائے گا کہ وہ انسان تھا یا ٹوانہ......''

آخری جملے پر سیٹھ نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں...... ''کیا مطلب......؟؟؟''

میں سہم گیا...... یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ سیٹھ ٹوانے کا بڑا بھائی ہے...... ظاہری بات ہے وہ

بھی ٹوانہ ہی ہوگا۔میں نے جلدی سے بات کو نیا رنگ دینے کی کوشش کی...... ''مم......میرا مطلب ہے کہ اس کو سب بھول جائے گا کہ وہ کبھی ٹوانہ بھی تھا یا نہیں......وہ خود کو بٹ سمجھے گا اور شیخ لکھے گا......انشاءاللہ''

سیٹھ خوبصورت کی آنکھیں چمکنے لگیں...... ''کیا واقعی ایسا ہوسکتا ہے......؟؟؟''

فہمی کی دبی دبی آواز میرے کانوں میں ابھری...... ''لومڑ کی اولاد......وہ دعویٰ کرو جو کر سکتے ہو......پھنس گئے تو مزید ذلیل ہو جاؤ گے''

میں نے فوراً فہمی کی سرگوشی پر لبیک کہا...... ''سیٹھ صاحب......ہونے کو کیا نہیں ہوسکتا......لیکن میں سوچتا ہوں کہ اگر ایسا کچھ کر دیا تو کہیں واقعی ٹوانے کے علاج کے لیے ڈبل رقم نہ خرچ کرنی پڑ جائے......کیونکہ نہ کوئی ایسا کام کیا جائے کہ سانپ بھی نہ مرے اور لاٹھی بھی ٹوٹ جائے......'' میں جلدی میں محاورہ الٹ پلٹ کر گیا۔

سیٹھ بھی آخر سیٹھ خوبصورت تھا......اس نے محاورے کی صحت پر توجہ دیے بغیر پوری سنجیدگی سے کہا...... ''تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرے بھائی کو کوئی نقصان پہنچے......کام غیر قانونی نہیں ہونا چاہیے...... its my promise ......یہ میری خواہش ہے......!!!''

فہمی تیزی سے بولی............ ''ڈیڈی......آپ تھک گئے ہوں گے' تھوڑا آرام کرلیں......''

''Yes......نہیں......میں ٹھیک ہوں......''

''شاہ رخ......آپ ہی تھوڑا آرام کرلیں......''اس نے چالاکی سے کہا۔

میں سب سمجھ رہا تھا کہ وہ بہانے سے مجھے بیڈروم میں لے جا کر سینڈلوں سے پیٹنا چاہتی ہے' میں اس کی ساری رمزیں سمجھنے لگا تھا اس لیے جلدی سے کہا...... ''نہیں جان......تم زیادہ تھکی ہوئی لگ رہی ہو......جاؤ تم سو جاؤ......میں نے انکل کے ساتھ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں......''

''کون سی ضروری باتیں......''اس نے گھور کر میری طرف دیکھا۔

''بس کچھ ہیں......تم جاؤ...... یہ مردوں کی باتیں ہیں......''میں نے اسے مزید غصہ دلایا۔

''شاہ رخ......آپ......آپ تھکے ہوئے ہیں......پلیز تھوڑا ریسٹ کرلیں......چلیں ریسٹ نہ

کریں، ڈریس ہی تبدیل کرلیں......'' وہ پوری طرح مجھے اوپر لے جانے پر تلی ہوئی تھی، اور میں نے قسم کھالی تھی کہ اوپر نہیں جاؤں گا......مجھ میں مزید مار کھانے کی ہمت نہیں تھی۔

''جان...... کپڑے میں آ کر بدلتا ہوں......''

''اوکے......'' اس نے کھا جانے والی نظروں سے مجھے دیکھا اور ایک بار پھر پیر پٹختی اوپر چلی گئی۔

میں نے شکر ادا کیا اور سیٹھ کی طرف منہ کرلیا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا......اچانک دروازہ کھلا اور میرے چودہ طبق روشن ہوگئے۔ میری آواز حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ دروازے سے تھانیدار اپنے چار سپاہیوں کے ساتھ غضب ناک تیور لیے داخل ہو رہا تھا۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا۔

☆☆☆

تھانیدار کو دیکھتے ہی فہمی تیزی سے واپس اتر آئی، سیٹھ بھی چونک کر کھڑا ہوگیا، تھانیدار جس طرح سے بغیر اجازت اندر داخل ہوا تھا اس سے صاف لگ رہا تھا کہ بالکل بھی خیریت نہیں۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے......'' سیٹھ گرجا

''معافی چاہتا ہوں سیٹھ صاحب......لیکن بات ہی کچھ ایسی تھی کہ اگر ہم آپ کو اطلاع دے کر آتے تو مجرم فرار بھی ہوسکتا تھا''

''مجرم...... What are you doing? کیا مطلب ہے تمہارا؟''

تھانیدار نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے تیزی سے اپنی بندوقیں میری طرف سیدھی کر لیں۔ میرے ہوش اڑ گئے۔ فہمی بھی شش و پنج میں تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے، جو کچھ میں نے اسے بتایا تھا اس لحاظ سے تو تھانیدار کے تیور کچھ اور ہی ہونے چاہیے تھے۔ وہ غصے سے بولی!

''آپ ہوش میں تو ہیں......کیا جرم کیا ہے اس نے؟''

تھانیدار نے کینہ توز نظروں سے میری طرف دیکھا، پھر اپنی جیب میں سے ایک تصویر نکال کر فہمی کے سامنے کر دی۔

پتا نہیں وہ کس چیز کی تصویر تھی، تاہم فہمی کی آنکھیں یکدم حیرت سے پھیل گئیں۔

سیٹھ تیزی سے آگے بڑھا اور تھانیدار کے ہاتھ سے تصویر جھپٹ لی، تصویر پر نظر پڑتے ہی سیٹھ کا چہرہ

دھواں دھواں ہوگیا...... وہ کبھی تصویر کی طرف اور کبھی میری طرف دیکھ رہا تھا' میری جان نکلی جا رہی تھی' پتا نہیں یہ کیسی تصویر تھی' آخر میں نے پوچھ ہی لیا۔

''انکل...... کس کی تصویر ہے یہ؟''

سیٹھ نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا...... ''یہ تصویر...... تم...... تم دیکھو گے تو شرم سے پانی پانی ہو جاؤ گے......''

میں ڈر گیا اور چونک کر غور سے تصویر کی پشت دیکھی کہ کہیں ''تاش کا پتا'' تو نہیں' لیکن دوسری طرف بالکل صاف تھی۔ میری جان میں جان آئی' اور میں نے حوصلہ کر کے کہا...... ''انکل...... پلیز مجھے بھی دکھایئے......''

سیٹھ کچھ لمحے مجھے گھورتا رہا' پھر تصویر میرے سامنے کر دی۔ اور تصویر دیکھتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پہلے تو میں نے اپنی آنکھیں زور زور سے ملیں...... پھر بازو پر چٹکی کاٹی...... پھر زبان دانتوں تلے کاٹی...... پھر سر میں خارش کی...... پھر دل پر ہاتھ رکھا...... پھر انگلیاں مروڑیں...... پھر گال پر تھپڑ مارے...... پھر نبض چیک کی...... پھر سر جھٹکا...... پھر چونکا...... اور پھر یکدم ڈھیلا پڑ گیا۔ تصویر نے مجھ سے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ میں نے بغور جائزہ لیا...... تصویر میری تھی' اور میں نے ایک شخص کی کنپٹی پر ریوالور رکھا ہوا تھا۔

''یہ...... یہ...... کیا ہے......؟؟؟'' میرا رواں رواں کانپ اٹھا۔

تھانیدار نے دانت پیسے...... ''یہ...... تمہاری تصویر ہے' تم نے کل جس بینک میں ڈاکا ڈالا ہے وہاں خفیہ کیمرے بھی لگے ہوئے تھے' یہ تصویر اسی کیمرے نے اتاری ہے......''

''لل...... لیکن...... میں...... تو......''

''بکواس بند کرا وئے...... میں تیری رگ رگ سے واقف ہوں...... اس سے پہلے تو تُو بچتا رہا ہے' لیکن اب تیرا وہ حشر کروں گا کہ قیامت تک یاد رکھے گا......''

''انسپکٹر...... اپنا لہجہ ٹھیک کرو...... تم کسی پر بلاوجہ الزام نہیں لگا سکتے......'' فہمی ابھی تک انسپکٹر کی طرف سے اپنا دل صاف نہیں کر پائی تھی اور میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ میں نے ٹھیک وقت پر اسے

انسپکٹر کے خلاف بھڑکا دیا تھا۔

''میڈم ......میں بلاوجہ الزام نہیں لگا رہا......آپ خود ہی بتائیے......کیا تصویر میں یہ نہیں ہے......؟؟؟''

''میں نے ڈاکا نہیں ڈالا......انکل آپ ہی انہیں کچھ سمجھائیں......'' میں نے رونی صورت بنا کر سیٹھ سے کہا۔

سیٹھ نے ایک گہرا سانس لیا اور میرے قریب آ کر بولا...... ''مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اچھے خاصے سائنسدان ہوتے ہوئے بھی تمہیں اس حرکت کی کیا ضرورت تھی......''

''سائنسدان......!!!'' انسپکٹر نے ایک جھرجھری سی لی اور کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ فہمی پہل کر گئی۔

''انسپکٹر صاحب......یہ بھی تو ہو سکتا ہے کسی نے یہ جعلی تصویر بنا دی ہو' آج کل کمپیوٹر کا دور ہے' کچھ بھی ہو سکتا ہے......پھر بھی اگر آپ کو تفتیش کرنی ہے تو چلئے میں شاہ رخ کے ساتھ آپ کے تھانے چلتی ہوں' جو بھی تفتیش ہو گی' میرے سامنے ہو گی......''

''ٹھیک ہے......آپ شاہ رخ صاحب کے ساتھ تھانے پہنچئے......میں اسے پولیس کی گاڑی میں لے کر جا رہا ہوں......''

فہمی محتاط انداز میں چلائی...... ''کیا مطلب ہے آپ کا......یہی تو شاہ رخ ہے......''

فہمی کا جملہ سنتے ہی تھانے دار ہکا بکا رہ گیا......میں دل ہی دل میں فہمی کو گالیاں دینے لگا' اُس الو کی پٹھی نے میرا نام ہی ایسا رکھ دیا تھا کہ جو بھی سنتا تھا' یا حیران رہ جاتا تھا' یا ہنسنے لگتا تھا۔ دنیا میں اور بھی ہزاروں نام تھے جو مجھ پر فٹ آ سکتے تھے......خوامخواہ میری شخصیت کے برخلاف نام رکھ دیا تھا۔

''یہ شاہ رخ......میڈم یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں'' تھانیدار اُچھلا۔

فہمی سمجھ گئی کہ اب اگر اس نے تھوڑی سی بھی تاخیر کی تو ساری بات کھل جائے گی۔ اس نے تیزی سے مجھے پکڑا اور باہر گھسیٹتے ہوئے بولی...... ''آؤ شاہ رخ......دیکھتے ہیں تمہیں کون کچھ کہتا ہے......چلئے انسپکٹر صاحب......میں آپ کے ساتھ چل رہی ہوں''

''فہمی...... بیٹے...... بات تو سنو......'' سیٹھ نے آواز لگائی۔

''ڈیڈی...... آپ فکر نہ کیجئے...... جب میں ساتھ ہوں تو کوئی شاہ رخ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا......''

''لیکن میڈم...... یہ مجرم ہے اور اسے ہتھکڑی لگا کر ہی لے جایا جائے گا......'' تھانیدار نے جرح کی۔

''تم حد سے بڑھ رہے ہو تھانیدار......'' فہمی کو غصہ آ گیا۔

''میڈم پلیز...... آپ......''

''بھئی میں کہہ جو رہی ہوں کہ میں اسے لے کر آپ کے ساتھ ہی تھانے جا رہی ہوں' پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اسے ہتھکڑی لگا کر لے جایا جائے یا بغیر ہتھکڑی کے......''

میں غوطے پہ غوطہ لگا رہا تھا...... فہمی اس قدر میری حمایت کر رہی تھی کہ مجھے الہام ہونے لگا تھا کہ بس اب بہت جلد کچھ ایسا ہونے والا ہے جو بہت ہی بدتر ہوگا۔ تھانیدار بے بسی سے بولا ''ٹھیک ہے میڈم...... جیسے آپ کی مرضی...... لیکن یاد رکھیئے گا...... یہ......''

''او کے او کے...... زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت نہیں...... چلئے......'' فہمی نے اسے ٹوکا اور میرا بازو پکڑ کر باہر نکل گئی۔ میں نے کن اکھیوں سے دیکھا' سیٹھ سگار کے کش پہ کش لیے جا رہا تھا۔

باہر آتے ہی میں مزید سکتے میں آ گیا...... کم از کم 2 درجن پولیس والے سارے گھر کو گھیرے ہوئے کھڑے تھے...... ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی نامی گرامی سمگلر کو گرفتار کرنے آئے ہیں۔ مجھے باہر آتے دیکھ کر انہوں نے تیزی سے اپنی بندوقیں سیدھی کیں لیکن پھر تھانیدار کے اشارے پر نیچی کر لیں۔ فہمی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے تھانیدار کی طرف نظر ڈالی...... اُف خدایا...... اس کی آنکھوں سے موسلادھار گالیاں ٹپک رہی تھیں۔ میرا سارا جسم بے جان ہو رہا تھا۔ پتا نہیں اب کیا ہونے والا تھا۔ زیادہ حیرت تو مجھے اس بات پر تھی کہ میری جعلی تصویر کتنی کامیابی سے اتاری گئی تھی' کیا یہ بھی فہمی کی کوئی چال تھی یا تھانیدار مجھے پھنسوانے کے چکر میں تھا۔ ''یہ تم نے کیا حرکت کی......'' فہمی نے گاڑی میں بیٹھتے ہی دانت پیسے۔

''کون سی...... مم...... میرے ہاتھ تو تمہارے سامنے ہیں......'' میں نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ

لہرائے۔

''الو کے پٹھے میں اُس حرکت کی بات کر رہی ہوں جو تم تصویر میں کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے......''

اس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''وہ......وہ تصویر جعلی تھی......جانو یقین کرو میں بینک کیسے لوٹ سکتا ہوں' میں تو آج تک پتنگ نہیں لوٹ سکا......''

''تم تو شکل سے ہی چور ڈاکو لگتے ہو......تمہارے جیسے لوگ دولت کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں......سچ سچ بتاؤ تم نے ایسا کیوں کیا؟''

میں سٹپٹا گیا...... ''فہمی یقین کرو میں نے کچھ نہیں کیا......''

''نان سنس...... میں تمہارے بھلے کے لیے پوچھ رہی ہوں......تھانیدار کے پاس پکا ثبوت ہے' اگر اس نے تمہیں الٹا لٹکا دیا تو ساری زندگی سیدھے نہیں ہو سکو گے......''

''فہمی......خدا کے لیے مجھے اس تھانیدار سے بچا لو...... پتا نہیں کیوں اسے دیکھتے ہی مجھے غش پڑنے لگتا ہے......جو تصویر اس نے تمہیں دکھائی ہے وہ بالکل جھوٹ ہے......تم خود سوچو میں تو جب سے تھانے سے رہا ہوا ہوں تمہارے پاس ہی ہوں' پھر میں بینک کیسے لوٹ سکتا ہوں......''

فہمی نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے میری طرف دیکھا......پھر اس کی پیشانی پر فکر کی لکیریں نمودار ہو گئیں۔

''اگر وہ تصویر تمہاری نہیں تو پھر کس کی ہے......؟؟؟''

''ہو سکتا ہے میرا کوئی جڑواں بھائی ہو......ابا بتاتے ہیں کہ وہ جوانی میں بڑے رنگین مزاج تھے......''

فہمی نے کھا جانے والی نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر سامنے سڑک کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگی۔ ہماری گاڑی کے آگے اور پیچھے پولیس کی گاڑیاں تھیں' اور دیکھنے والوں کو بالکل یہی لگ رہا تھا جیسے ہم کوئی وی آئی پی شخصیت ہیں اور پولیس ہمیں پورے پروٹوکول کے ساتھ رہائش گاہ پر لیے جا رہی ہے۔

تھانے پہنچتے ہی پولیس کی گاڑیوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ میں چوتھی دفعہ اس

تھانے میں آ رہا تھا' اب تو مجھے اس کے در و دیوار زبانی یاد ہو گئے تھے۔ تھانے کا عملہ میرے گرد اتنی بھاری نفری کھڑی دیکھ کر رعب میں آ گیا۔ میں گاڑی سے نیچے اترا اور جلدی سے فہمی کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔ تھانیدار نے گھور کر میری طرف دیکھا اور پھر آگے چلنے کا اشارہ کیا' میں نے بے بسی سے فہمی کی طرف دیکھا' اس نے سر ہلا کر مجھے دلاسہ دیا۔ اور میں کانپتے قدموں کے ساتھ تھانیدار کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کمرے سے میری بہت سی یادیں وابستہ تھیں' اسی کمرے میں پہلی بار میں اور ابا بنچ پر بیٹھے تھے...... اسی کمرے میں فہمی نے مجھ سے علیحدگی میں ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھے...... اسی کمرے سے مجھے الٹا لٹکانے کے احکامات صادر ہوئے تھے۔ آج قسمت پھر مجھے اس کمرے میں لے آئی تھی۔ میں ڈرتے ڈرتے تھانے دار کی میز کے سامنے جا کھڑا ہوا' فہمی آرام سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ سارا کمرہ سپاہیوں سے بھرا ہوا تھا' تھانے دار نے سپاہیوں کو کمرے سے باہر محتاط انداز میں کھڑا رہنے کا حکم دیا اور فہمی کی طرف منہ کرتے ہوئے بولا!

''میڈم...... کیا واقعی یہ آپ کا شوہر ہے؟''

فہمی نے کچھ دیر تھانیدار کی آنکھوں میں جھانکا' شائد وہ جھوٹ سچ کا فیصلہ کر رہی تھی۔ میں یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہوا جا رہا تھا کہ اگر فہمی نے تھانیدار کو اپنے باپ کا مخبر قرار دے دیا تو تھانیدار میری حلوہ پوری بنا کر رکھ دے گا۔ وہ کھنکار کر بولی...... ''اس بات کا اِس کیس سے کیا تعلق ہے؟''

''بہت گہرا تعلق ہے میڈم...... اگر تو یہ آپ کا شوہر نہیں ہے تو پھر واقعی یہ ایک بہت بڑا افراڈ یا ہے''

''اور اگر یہ میرا شوہر ہے تو؟؟؟''

''پھر تو یہ اور بھی بڑا افراڈیا ہے...... کیونکہ اس نے آپ کو اپنا نام شاہ رخ بتایا ہے' جبکہ شائد آپ بھی جانتی ہیں کہ اس کا نام کمالا ہے......''

فہمی چپ ہو گئی' شاید سوچ رہی تھی کہ تھانیدار کو اپنے راز میں شریک کرے یا نہ کرے۔ تھانیدار اسے اپنی کامیابی سمجھا اور بات پر مزید زور دے کر بولا۔

''اس نے کل رات بینک میں ریوالور کی نوک پر بیس لاکھ روپے لوٹے ہیں...... اور میڈم' بیس لاکھ کوئی معمولی رقم نہیں ہوتی''

''وہ یہ نہیں تھا......''فہمی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

تھانیدار چونکا......''کیا مطلب......تو پھر کون تھا......؟؟؟''

فہمی ناخن چبانے لگی اور میرے دماغ میں ایک زوردار دھما کا ہوا۔فہمی کے اس جملے نے مجھ پر بہت سی باتیں کھول دی تھیں، مجھے یاد آ گیا کہ میں فہمی کا ''منہ بولا خاوند'' ہوں، اصلی خاوند یعنی کہ شاہ رخ کی شکل بھی تو مجھ سے ملتی ہے......تو کیا یہ ڈاکا شاہ رخ نے ڈالا تھا......لیکن......وہ......وہ کیسے یہاں آ سکتا ہے، وہ تو ہانگ کانگ میں ہے!!!

''میں آپ سے علیحدگی میں کچھ بات کرنا چاہتی ہوں''فہمی نے تھانیدار سے کہا۔تھانیدار نے ایک لمحے کے لیے چونک کر میری طرف دیکھا، پھر سر میں خارش کرتے ہوئے بولا......''اچھا......!!! آیئے دوسرے کمرے میں چلتے ہیں......''

میرے پیٹ میں گڑبڑ ہونے لگی، یہ دونوں پتا نہیں کیا منصوبہ بنانے لگے تھے، میں نے جلدی سے کہا۔''فہمی......جو بات کرنی ہے یہیں کرلوناں''

اس نے پھر مجھے گھورا اور کچھ کہے بغیر تھانے دار کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر چلی گئی۔میں کمرے میں اکیلا تھا لیکن کمرے کے باہر پولیس کا سخت پہرہ تھا۔میں زندگی کے ایک فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکا تھا، میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ معاملہ کچھ اور ہے۔فہمی یکدم ہی میرے ساتھ نرم ہوگئی تھی، ایسا عموماً ان حالات میں ہوتا تھا جب وہ مجھ سے کوئی کام نکلوانا چاہتی تھی۔دونوں کو گئے ہوئے پندرہ منٹ سے زیادہ ہو چکے تھے اور میں انتظار کر رہا تھا کہ کب فہمی آ کر مجھ پر جوتیوں کی بارش کرتی ہے، تھانیدار کے بارے میں جتنے جھوٹ میں نے اس سے بولے تھے اگر آج ان میں سے کوئی ایک بھی کھل گیا تو لوگ اپنے بچوں کا نام کمالا رکھنا چھوڑ دیں گے۔میری سوچ کے تانے بانے تھانیدار کے بوٹوں کی ٹھک ٹھک سن کر ٹوٹ گئے، وہ ایک جھٹکے سے اندر داخل ہوا اور سیدھا اپنی کرسی کی طرف بڑھا، میں نے اچک کر دیکھا، فہمی اس کے ساتھ نہیں تھی، میں نے فوراً پڑھا......''انا للہ وانا الیہ راجعون''

تھانیدار نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنی مونچھوں کو ایک بل دیا اور پھر مکارانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا......''بیٹھ جاؤ......''

''ہیں جی......''میں بوکھلا گیا۔

''بیٹھ جاؤ......بیٹھ جاؤ......ڈرومت......''اس نے دوبارہ مجھے پچکارا۔

''نن......نہیں جی......میں ایسے ہی......ٹھیک ہوں......''

''اوئے بیٹھو......''وہ گرجا اور میں ایک دھماکے سے بیٹھ گیا۔فہمی پتا نہیں کہاں مرگئی تھی،ضرور کوئی نہ کوئی ''ڈیل''ہوئی تھی ورنہ تھانیدار مجھے بیٹھنے کے لیے نہ کہتا۔

''دیکھو......میڈم نے تمہاری سفارش کی ہے اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے......''

میں خوش ہوگیا اور جلدی سے دائیاں ہاتھ ماتھے تک لے گیا......''بڑی مہربانی جی......مولا خوش رکھے...... بھاگ لگے رہن......آپ کے بچے جئیں......شالا تتی ہوا نہ لگے......''

''اوئے تم مراثی تو نہیں؟''تھانیدار چونکا۔

''نن......نہیں جی......آج کل ہم راجپوت ہوتے ہیں......''

''دیکھ گنجے......میں تجھے واقعی چھوڑنا چاہتا ہوں......لیکن میری ایک شرط ہے''

''حکم کریں جی......''

''تمہیں تین لفظ کہنے ہوں گے......''

تھانیدار نے رازدارنہ لہجے میں کہا اور میں بنچ پر بیٹھے بیٹھے لڑھک گیا......!!!

☆☆☆

پھر وہی تین لفظ...... یہ تین لفظ تو میری جان کو آ گئے تھے...... جہاں بھی یہ تین لفظ آتے تھے' ایک نیا فساد شروع ہو جاتا تھا...... اماں ابا کی زندگی میں بھی یقیناً تین لفظ آئے تھے جس کے بعد میں وجود میں آیا تھا...... پتا نہیں ہر بندہ مجھ سے تین لفظ کیوں کہلوانا چاہتا تھا...... میں بمشکل نیچے سے اٹھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا...... ''تھانیدار صاحب! بے شک مجھے گولی مروا دیں' لیکن کوئی تین لفظوں والی شرط نہ ڈالیں...... میں پہلے ہی بہت سارے تین لفظوں کا ڈسا ہوا ہوں......''

تھانیدار نے زور سے ڈنڈا میز پر مارا...... ''اوئے بدبختا! میں تیرے فائدے کے لیے کہہ رہا ہوں......''

''او جناب یہ فائدہ ہمیشہ میرے لیے نقصان ہی لے کر آیا ہے''

''تو ٹھیک ہے...... نہیں تو نہ سہی...... میں ایف آئی آر کاٹنے لگا ہوں' اور یاد رکھ' ایک دفعہ ایف آئی آر کٹ گئی تو تجھے عمر قید سے کوئی نہیں بچا سکتا...... سارے ثبوت تیرے خلاف ہیں......''

میں نے سر پکڑ لیا...... یہ عجیب آفت آن پڑی تھی' پتا نہیں رہائی کی صورت میں مجھے کون سے تین لفظ بولنا تھے۔ میں نے گہرا سانس لیا اور سر ہلایا...... ''ٹھیک ہے جی...... بتائیں کون سے تین لفظ بولنے ہیں......''

تھانیدار نے یکدم خوش ہوتے ہوئے میرا کندھا دبایا...... ''کھوتے دا پتر''

''کھوتے دا پُتر'' میں نے پورا زور دے کر کہا۔

تھانیدار کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے......اس نے لپک کر میری گردن دبوچ لی اور دباتے ہوئے بولا......''اوئے تیری یہ جرات......میں تیرا قیمہ کر دوں گا......''

میں نے بمشکل کہا......''جناب......آپ نے ......ہی ......تو کہا......تھا......کہ......تین ......لفظ ......کہنے......ہیں......''

وہ میری گردن چھوڑ کر وحشت ناک نظروں سے مجھے گھورنے لگا......''اوئے لائف ٹائم مراثی......میں نے کھوتے دا پتر تجھے ویسے ہی کہا تھا......تین لفظ تو کوئی اور ہیں......''

''مم......معاف کر دیں جی......میں سمجھا یہی تین لفظ کہنے ہیں......''

''اوئے......جو تین لفظ تمہیں کہنے ہیں......وہ ہیں......''میں ڈاکو ہوں''......!!!

''امی جی......!!!''میری چیخ نکل گئی......

''اوئے چیخے کیوں ہو......''

''تھانیدار جی......مم......میں نے کہا تھا ناں کہ تین لفظ ہمیشہ میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں......مم......میں ڈاکو نہیں ہوں......''

''اوئے منحوسا! یہ تین لفظ بول دے......میں تجھے ابھی چھوڑ دوں گا......''

مجھے پکا پتا تھا کہ وہ چالاکی سے کام لے کر مجھ سے اعترافی بیان لینا چاہ رہا ہے‘ اگر میں نے یہ تین لفظ بول دیے تو اس نے مجھے پکا پکا مرحوم کر دینا تھا۔میں نے تہیہ کر لیا کہ جو مرضی ہو جائے میں یہ اعتراف نہیں کروں گا......نہ میں نے ڈاکا ڈالا تھا اور نہ میں اسے قبول کر سکتا تھا۔

''اوئے بولتا کیوں نہیں......؟؟؟''

''میں نے ڈاکا نہیں ڈالا جی......پھر کیسے قبول کر لوں......''

تھانیدار نے گہرا سانس لیا‘ پھر میرے کان کے قریب ہوتے ہوئے چیخا......''مجھے سب پتا چل چکا ہے‘ جو گیم تم نے میڈم کے ساتھ کھیلی ہے اُس کا راز کھل گیا ہے‘ اب اگر بچنا چاہتے ہو تو اپنے بیان میں یہ تین لفظ کہہ دو......میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں چھوڑ دوں گا......''

''اگر آپ نے نہ چھوڑا تو پھر......؟؟؟''

’’اوئے میں قانون ہوں......اور قانون جھوٹ نہیں بولتا......‘‘ اُس نے اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ بولا۔

میں عجیب دوراہے پر آ گیا تھا‘ اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا‘ اچانک فہمی اندر داخل ہوئی اور میری جان میں جان آئی۔ میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

’’فہمی......دیکھو......دیکھو یہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ میں اعتراف کرلوں کہ میں نے ہی ڈاکا ڈالا ہے......‘‘

’’پھر تم نے کیا کہا......؟؟؟‘‘ فہمی نے سوال کیا۔

’’میں نے انکار کر دیا......‘‘

’’تم گدھے ہو‘‘

مجھے یقین تھا کہ اس نے یہ جملہ تھانے دار سے کہا ہوگا‘ لیکن جب تھانے دار کی آنکھوں میں غصے کی بجائے مسکراہٹ دیکھی تو مجھے الہام ہوا کہ نہ صرف یہ جملہ میرے لیے ہے بلکہ اسی طرح کے اور بھی کئی شاندار جملے میری طرف آنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔

’’یہ ڈاکا تم نے ہی ڈالا ہے اور اب بچاؤ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اعتراف کرلو......انسپکٹر نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں چھوڑ دے گا......‘‘

’’اچھا......اگر تم سے وعدہ کیا ہے تو پھر میں ......اعتراف......کر لیتا ہوں......‘‘ میں نے شش و پنج سے کہا۔

’’ویری گڈ......بس ادھر دستخط کر دو......‘‘ تھانے دار نے ایک خالی کاغذ اور قلم میری طرف بڑھایا۔

میں نے جھجکتے ہوئے کاغذ پر اپنے دستخط کر دیے۔ تھانے دار شاید مطمئن نہیں ہوا تھا لہذا اس نے اپنی تسلی کے لیے میرا انگوٹھا بھی لگوا لیا۔ جیسے ہی میں نے انگوٹھا لگایا‘ تھانے دار نے چمکتی آنکھوں سے فہمی کی طرف دیکھا اور کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ فہمی نے مسکراتے ہوئے کاغذ جیب میں رکھا اور تھانے دار کو اشارہ کیا‘ تھانے دار مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا۔

میرے گال پر چٹکی کاٹتے ہوئے بولی......’’جاؤ......وعدے کے مطابق اب تم آزاد ہو......اور میں

بھی......''

''تم بھی......کک......کیا مطلب......؟؟؟''

''مطلب یہ کہ اب اس کورے کاغذ پر تمہاری طرف سے طلاق نامہ لکھا جائے گا''

''نہیں......مم......میں ایسا کچھ نہیں لکھوں گا......''

فہمی نے مجھے پچکارا......''اوہو......بھئی تمہیں یہ تکلیف کون دے رہا ہے......یہ سب میں خود ہی اپنے وکیل سے کروا لوں گی......تم جاؤ......اپنے گھر جاؤ اور جا کر آرام کرو......اتنے دنوں سے بھاگ بھاگ کر تھک گئے ہو گے......جاؤ شاباش''

میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا......یہ......مجھ سے......انجانے میں......کیا ہو گیا تھا......میں گنگ کھڑا تھا۔

''جاؤ بھی......اب جلدی چلے جاؤ ورنہ انسپکٹر کوئی بھی کیس بنا کر اندر کر دے گا'' فہمی کی آواز مجھے کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یوں اچانک پلک جھپکتے میں وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ میری آنکھیں نم ہو گئیں!

''فہمی......ایسے ہزاروں انگوٹھے اور لگوا لو......لیکن خدا کے لیے مجھے چھوڑنا مت......میں تم سے بہت پیار کرنے لگا ہوں......''

وہ سینہ تان کر آگے بڑھی اور نہایت حقارت سے بولی!!!

''تم گندی نالے کے کیڑے......میں آسمان کا چاند......پہلے اپنی اوقات پہچانو......پھر ایسے جملے کہنا......تم جیسے تو میں نوکر بھی نہیں رکھتی، دولت کے لالچ میں تم نے بہت بھاگنے کی کوشش کی لیکن تمہارا لالچ ہی تمہیں لے ڈوبا، تم نے پہلے دن ہی میری بات مان لی ہوتی تو آج لاکھوں کے مالک ہوتے......لیکن تم جس محلے جس سوسائٹی سے تعلق رکھتے ہو وہاں ہمیشہ دو نمبر طریقے سے مال بنانے کو اہمیت دی جاتی ہے، تم لوگ صرف دولت سے پیار کرتے ہو......پیار سیکھنا ہے تو جاؤ میرے اصلی شاہ رخ سے جا کر سیکھو جو میری سانسوں میں رہتا ہے......اُس سے ملو اور دیکھو کہ بے غرض چاہت کسے کہتے ہیں......اُسے مجھ سے پیار ہے، میری دولت سے نہیں، مجھے ذرا سی بھی تکلیف ہو تو وہ رات

بھر سو نہیں پاتا، جس دن مجھے فون نہ کرے اسے قرار نہیں آتا...... میں ہی بے وقوف تھی جو غصے میں آ کر اُس سے طلاق کا مطالبہ کر بیٹھی اور یوں قسمت مجھے تمہارے در پر لے آئے، لیکن تم نے سمجھا کہ شاید میں تم پر مرمٹی ہوں، یہ جتنے دن تم نے ہمارے گھر میں عیش کی ہے اسے اپنی زندگی کا حاصل سمجھو، تم جوتوں میں بٹھانے کے قابل تھے، میں نے تمہیں صوفوں پر بٹھایا...... تم ٹوٹی چارپائیوں پر سونے والی قوم ہو...... میں نے تمہیں مخملیں بستر دیے...... جاؤ اور فخر کرو اُس وقت پر جو تم نے جنت میں گذارا ہے...... لیکن اب تمہیں واپس اپنی دوزخ میں جانا ہوگا...... میں نے تمہیں بہت برداشت کیا ہے، لیکن اب نہیں کروں گی۔ میرا وکیل بہت جلد تمہارے اس دستخط شدہ کورے کاغذ کو طلاق نامے میں بدل دے گا، آج سے تم پر کوئی پابندی نہیں، اور ہاں تمہاری اطلاع کے لیے بتاتی چلوں کہ تم نے واقعی کوئی ڈاکا نہیں ڈالا، بلکہ میں نے شاہ رخ کو ہانگ کانگ سے یہاں بلوا کر ایک جعلی تصویر بنوائی تھی، قانون ہمیشہ کی طرح پیسوں کے آگے جھک گیا اور مجھے کامیابی نصیب ہوئی...... ہمیشہ کی طرح۔ لیکن میں اتنی بھی ظالم نہیں ہوں کہ تمہیں خالی ہاتھ جانے دوں...... یہ لو...... یہ دس ہزار روپے ہیں...... اسے میری طرف سے بخشش سمجھ کر رکھ لینا...... اب جاؤ...... گٹ آؤٹ''

میں نے آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں اوپر اٹھائیں اور اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے دس ہزار لے لیے...... ''فہمی! ہم نالیوں میں رہنے والے محلوں کے بارے میں کچھ جانیں نہ جانیں لیکن تم محلوں میں رہنے والے نالیوں میں رہنے والوں کے متعلق بہت کچھ جانتے ہو...... پتا نہیں یہ مشاہدہ ہے یا تجربہ...... لیکن ایک بات یاد رکھنا محبت اگر برابری کی محتاج ہوتی تو کوئی کسی کے لیے تخت ہزارہ نہ چھوڑتا...... کوئی ریت پر ننگے پاؤں نہ جھلستا...... مجھے واقعی تمہاری دولت سے پیار تھا، لیکن شائد وہ بھی تمہاری وجہ سے تھا...... ہم جیسے لوگ دولت کے بھوکے بھی تمہارے جیسوں کی وجہ سے بنتے ہیں...... ہم بھوکے پیٹ بھی خوش ہوتے ہیں لیکن ہمارے سامنے تم جیسے لوگ رزق کی بوٹیاں نوچتے ہیں تو ہماری بھوک بھی چھوٹے بچے کی طرح مچلنے لگتی ہے...... ہم جہاز کے سفر کی تمنا نہیں رکھتے، لیکن جب تم جیسے ہمارے سروں کے اوپر سے سفر کرتے ہوئے نکلتے ہیں تو ہماری بھی خواہشیں بلکنے لگتی ہیں...... اور ہم جہاز پر بیٹھنے کی بجائے خود جہاز بن جاتے ہیں...... ہماری جیب میں بیس روپے بھی

ہوں تو ہم پھولے نہیں سماتے، لیکن جب تم جیسے لوگ ہماری آنکھوں کے سامنے اپنے کتوں پر بیس ہزار خرچ کرتے ہیں تو ہمیں شدید خواہش ہونے لگتی ہے کہ کاش ہم بھی کتے ہوتے۔ ہم نالیوں کی مخلوق ہیں، ہم فرشتے نہیں ہوتے...... لیکن خدا کی قسم شیطان بھی نہیں ہوتے۔ اپنی دولت کا مقابلہ بے شک ہم جیسوں سے کر لینا، لیکن کبھی محبت کا مقابلہ نہ کر بیٹھنا...... بری طرح ہار جاؤ گی۔ تم جیسے لوگ ہم جیسوں کو ٹشو پیپر کی طرح استعمال کرتے ہیں اور پھر پھینک دیتے ہیں، ہم خوش ہو جاتے ہیں کہ کچھ لمحوں کے لیے ہی سہی، بادشاہوں کی قربت تو نصیب ہوئی۔ فہمی! میں نے تم سے سچے دل سے پیار کیا ہے، میں خود نہیں جانتا کہ مجھ میں یہ جذبہ کب بیدار ہوا، لیکن...... کوئی تھا جو اس نالی کے کیڑے کو آسمان کے چاند کا دیوانہ بناتا رہا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ محبت خود غرضی کا نام نہیں، ضروری تو نہیں کہ جس سے ہم محبت کریں وہ بھی ہم سے محبت کرے...... تمہیں تمہارا شاہ رخ مبارک...... اس جعلی طلاق کے باوجود میں کبھی تمہاری زندگی میں دخل اندازی نہیں کروں گا...... خدا حافظ'' میں نے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھا دیے۔

فہمی کی مختصر اور باریک سی آواز میرے کانوں میں پڑی...... ''الو کا پٹھا''

☆☆☆

تھانے دار کمرے کے باہر بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہل رہا تھا، دیگر سب سپاہی پتا نہیں کہاں چلے گئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ تیزی سے قریب آیا......!!!

''ہو گئی بات......''

''ہاں...... ختم ہو گئی بات......'' میں نے ایک آہ بھری۔

''جاؤ...... اب دفع ہو جاؤ...... جب بھی تمہارا منہ دیکھتا ہوں کوئی نئی مصیبت پڑ جاتی ہے......''

میں نے ہاتھ میں پکڑے دس ہزار اس کی طرف بڑھا دیے...... ''یہ...... آپ رکھ لیجئے......''

تھانیدار کی آنکھیں پھیل گئیں...... وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اسے بلاوجہ دس ہزار دے سکتا ہوں۔ اس نے جھپٹا مار کر میرے ہاتھ سے نوٹ لیے اور آنکھوں کے قریب کر کے غور سے دیکھنے لگا...... ''اوئے یہ کہیں عید مبارک والے نوٹ تو نہیں......''

میں نے بجھے بجھے لہجے میں کہا...... ''نہیں...... چیک کر لیجئے...... بالکل اصلی ہیں......''

تھانیدار کی باچھیں کھل گئیں...... ''ویسے تم ہو بڑے خبیث...... پتا نہیں خود کتنا بڑا ہاتھ مارا ہے اور مجھے صرف دس ہزار دے رہے ہو' چلو یہ بھی بہت ہیں......شکریہ اس لیے نہیں ادا کروں گا کہ یہ میرا حق ہے......''

میں تھکے تھکے قدموں کے ساتھ تھانے کی عمارت سے باہر نکل آیا' اچانک مجھے کچھ یاد آیا اور میں واپس پلٹا' تھانے دار مجھے واپس آتا دیکھ کر وہیں رک گیا' میں نے ہکلا کر کہا...... ''مجھے ساڑھے سات روپے دے دیجئے' میرے پاس ویگن کا کرایہ نہیں ہے......''

تھانیدار نے میری بات سن کر ایک قہقہہ لگایا اور پھر گن کر پورے ساڑھے سات روپے میرے ہاتھ پر رکھ دیے۔ میں چپ چاپ سڑک پر آ گیا اور سیدھا چلنا شروع کر دیا' ابھی مجھے چلتے ہوئے دو منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ اچانک کسی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر مجھے جکڑ لیا......!!!

پہلے تو میری سمجھ میں کچھ نہ آیا...... میں نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن ایسا لگا جیسے کسی نے دونوں ٹانگیں ایلفی سے جوڑ دی ہوں' میں نے کچھ دیکھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے میرے سر پر زوردار کہنی لگی اور میں ہوش وحواس سے بیگانہ ہوتا چلا گیا۔

مجھے نہیں معلوم کہ میری بے ہوشی کتنی طویل تھی' تاہم سر میں ٹیس سی اٹھی تو میری آنکھ کھل گئی۔ جیسے ہی آنکھ کھلی' میرے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ جانی اور شریفاں میرے سامنے کھڑے تھے۔ میرا حلق گالیوں سے بھر گیا' تاہم میں نے انہیں اگلنے سے گریز کیا۔ میرا بس چلتا تو میں دونوں کو کھرُے میں ذبح کر دیتا۔ میں نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

''ابے ناراض ہے؟'' جانی قریب آتے ہوئے پچکارا!

''نہیں...... تجھ سے گلے ملنے کے لیے بے چین ہوں...... دھوکے باز...... بے غیرت......تم دونوں بہت گھٹیا ہو'' میں چلا اٹھا۔

شریفاں تیزی سے آگے بڑھی...... ''کیا کہا......کون گھٹیا اور بے غیرت ہے؟''

میں کانپ گیا' اس کا سابقہ ''پنچ'' مجھے ابھی تک یاد تھا...... ''جج......جانی...... بے غیرت اور گھٹیا

ہے......''

''اور میں''

''تت......تم......بھی......بہت اچھی ہو......''

''دیکھ کمالے...... پہلے پوری بات سن لے پھر کوئی الزام دینا......شریفاں نے جو کچھ کیا تیرے بھلے کے لیے کیا......''

میں سمجھ گیا کہ جس طاقت نے اغواء کرتے وقت مجھے ٹارزن کی طرح جکڑ رکھا تھا وہ شریفاں کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتی......جانی تو ایک ہاتھ کی مار تھا۔ جانی کا جملہ سننے کے بعد اصولاً تو مجھے اس کا منہ نوچ لینا چاہیے تھا لیکن میں لیٹا ہوا تھا اور وہ میری پہنچ سے کافی دور تھا......میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن سر پر لگے گومڑ نے احساس دلایا کہ معاملہ کافی سیرئس ہے۔ میں دوبارہ بستر پر گر گیا......(معذرت چاہتا ہوں کہ میں روانی میں بستر کہہ گیا ہوں......ورنہ اس جگہ سوائے ادھڑے ہوئے بان کے اور کچھ نہیں تھا......)

''کمالے......آج اگر ہم تجھے ادھر نہ لے آتے تو ٹوانہ صاحب نے تجھے پکا پکا قتل کر دینا تھا......'' جانی نے دھماکا کیا۔

''اب میرے قتل سے کسی کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے...... جو ہونا تھا وہ تو ہو بھی گیا......'' میں نے ٹھنڈی آہ بھری۔

جانی خوشی سے اچھل پڑا......''ہو گیا......آہا جی......میں چاچا بن گیا......''

''ابے کیوں مفت کی محنت میرے پلے ڈال رہا ہے......ہونے سے مراد ہے کہ فہمی نے......'' میں اچانک چپ کر گیا۔ پتا نہیں شریفاں کے سامنے اس بات کا ذکر مناسب تھا بھی کہ نہیں۔ جانی بھی شائد سمجھ گیا تھا اس لیے جلدی سے بولا......!!!

''فکر نہ کر......شریفاں اب ہماری ہے......'' اس نے ''شراکتی حوصلہ'' دیا۔

''میں کسی بات کا اعتبار نہیں کر سکتا......لہذا کچھ نہیں بتاؤں گا......''

''بتا دے......بتا دے......میں معافی مانگتی ہوں......'' شریفاں غرا کر بولی اور میری جان نکل گئی۔ وہ

الو کی پٹھی معافی بھی ایسے مانگ رہی تھی جیسے معافی دے رہی ہو۔ میں بنیادی طور پر ایک شریف انسان ہوں اور لڑائی جھگڑے...... خصوصاً خواتینی جھگڑوں سے تو ویسے ہی دور بھاگتا ہوں...... اس لیے چارو نا چار بولنا پڑا...... ''فہمی نے مجھ سے سادہ کاغذ پر جعلی دستخط کروا لیے ہیں...... وہ کہتی ہے کہ وہ ان پر طلاق نامہ لکھوا لے گی......''

جانی میرا ہاتھ دبا کر بولا...... ''شریفاں ایسا نہیں ہونے دے گی'' اس نے جملہ کچھ یوں کہا جیسے شریفاں ضلعی ناظم ہو۔ ''تجھے پتا ہے جب فہمی نے تجھے تھانے بھجوا دیا تھا تو شریفاں نے ہی سیٹھ صاحب کو تمہارے بارے میں بتایا تھا...... شریفاں نہ بتاتی تو تمہیں کبھی رہائی نہ ملتی......''

میں حقیقتاً اچھل پڑا...... تو کیا وہ شریفاں تھی...... اوہ مائی خدا...... تو کیا...... تو کیا وہ میرا ہمدرد اصل میں شریفاں تھی...... میں تو...... میں تو پٹھان کو اپنا ہمدرد سمجھتا رہا تھا...... میرے دل و دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے' لیکن شریفاں کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی...... پہلے پھنسوایا...... پھر ساتھ مل گئی؟؟؟ جانی میرے چہرے سے ہی سارے سوال پڑھ رہا تھا' سر کھجاتے ہوئے بولا...... ''شریفاں کافی عرصے سے فہمی کے گھر میں کام کر رہی ہے' مجھے بھی بعد میں پتا چلا...... اصل میں فہمی تمہارے غائب ہونے پر پلان بنا رہی تھی کہ تمہاری ماں کو بھی گرفتار کروایا جائے اور پھر اخبارات میں تمہاری ماں اور باپ کی تصویریں دی جائیں' ظاہری بات ہے تم دیکھتے تو فوراً پہنچ جاتے۔ شریفاں نے مجھے ساری بات بتائی اور کہنے لگی کہ کیوں نہ ہم خود کما لے کو فہمی کے پاس لے چلیں تاکہ فہمی آئندہ بھی مجھ پر اعتبار کرے اور اپنی راز کی باتوں میں شریک کرلے۔ مجھے اس کا پلان پسند آیا اور میں نے اجازت دے دی۔''

''جانی تیرا باقاعدہ بیڑا غرق ہو...... یہی سب کرنا تھا تو مجھے بھی بتا دیا ہوتا' میں نے کون سا انکار کرنا تھا......'' میں نے رونی صورت بنائی۔

''تو گدھا ہے......'' شریفاں نے اعلان کیا...... ''میں کوئی معمولی عورت نہیں...... گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے......''

''ایسی بات ہو بھی تو اعتراف نہیں کرنا چاہیے......'' میں نے فوراً بزرگانہ نصیحت کی۔

شریفاں لال نیلی ہوگئی......اس سے پہلے کہ جانی کچھ کہتا......اس نے دانت پیسے اور گھور کر بولی...... ''لگتا ہے تیری ہڈی پسلی ابھی اپنی جگہ پر قائم ہے......ایک ہاتھ اور ماردیا تو قیامت کے روز ہی اٹھے گا''

''تُو بھی تو سیدھی بات کیا کرناں......'' جانی نے شریفاں کو ڈانٹا۔

''ابے کمینے زیادہ بک بک مت کر......جتنے دِن یہ یہاں رہا ہے ابھی میں نے اس کا حساب نہیں لیا......کم بخت مفت خورا......''

''کمالے مائنڈ نہ کرنا یار......تجھے تو پتا ہے شریفاں دل کی بری نہیں ہے''

میں نے اثبات میں سر ہلایا......واقعی مجھے اچھی طرح پتا تھا کہ شریفاں دل کی ہی نہیں' ہاتھ کی بھی بہت بری ہے۔شریفاں کچھ دیر خاموش رہی' پھر بولی ''فہمی بڑی چالاک لڑکی ہے......میں نے اس کے پہلے خاوند کو بھی دیکھ لیا ہے......''

میں چیخ اٹھا...... ''کیا......وہ......وہ یہاں ہے......''

''ہاں......وہ یہاں ہے اور ٹوانہ صاحب کے پاس ہے......'' جانی نے جواب دیا۔

''ٹوانہ صاحب کے پاس......کیا مطلب؟'' میں چونکا!

''ٹوانہ صاحب کو نہیں پتا کہ وہ شاہ رخ ہے......وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ تم ہو......''

''زندہ باد......'' خوشی کے مارے میں جھوم اٹھا...... ''اس کا مطلب ہے ٹوانہ صاحب شاہ رخ کا حشر نشر کر رہے ہوں گے''

''نہیں......'' جانی نے اطمینان سے کہا...... ''انہوں نے اسے بڑے آرام سے رکھا ہوا ہے......''

''آرام سے......کیوں......کیوں......؟؟؟''

''اس لیے کہ تم نے......یعنی شاہ رخ نے ان کی تمام شرطیں مان لی ہیں......''

''کیسی شرطیں؟''

''یہ تو مجھے اس نے نہیں بتایا لیکن میں نے سنا تھا وہ ٹوانہ صاحب کو کہہ رہا تھا کہ آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا......ویسے کمالے......میں حیران ہوں کہ جب سے شاہ رخ آیا ہے' ٹوانہ

صاحب کو دورے پڑنے بند ہو گئے ہیں......''

اب جانی کو حیران کرنے کی باری میری تھی...... میں نے طنزیہ لہجے میں کہا...... ''جانی......!!! ٹوانہ بکواس کرتا ہے' اسے کوئی دورے نہیں پڑتے......''

جانی اچھلا ''یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہو''

''ٹھیک کہہ رہا ہوں......اور ایک اور مزے کی بات سن...... تیرا ٹوانہ میری بیوی کا چاچا بھی ہے......''

''نن......نہیں......'' جانی چکرا گیا...... ''یہ...... یہ......سب......کیا ہے......''

''اور سن...... تیرا ٹوانہ دوروں کا بہانہ کر کے میرے سُسر یعنی کہ فہمی کے باپ سے ہر ماہ لاکھوں روپے بٹور رہا ہے......اور اب وہ اس کی جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے......''

جانی گنگ کھڑا تھا......اور شریفاں گہری سوچ میں گم تھی۔ تھوڑی دیر بعد جانی نے ایک جھرجھری سی لی اور مٹھیاں بھینچ کر بولا...... ''تو اس کا مطلب ہے وہ شاہ رخ کو تمہارے سسر کے قتل میں استعمال کرنا چاہتا ہے......''

''جانی......ایسا بالکل نہیں ہونا چاہیے......فہمی نے بے شک میرے ساتھ بہت برا کیا ہے......لیکن اس کے باپ نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے' سیٹھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے''

''تو فکر نہ کر...... میں ساری بات سمجھ گیا ہوں...... فی الحال تو ٹوانے کو یہی پتا ہے کہ یہ شاہ رخ اصل میں تُو ہی ہے' اسی لیے اس نے اسے میرے حوالے کر رکھا ہے' یعنی میں ہی اس سے مل جل سکتا ہوں' ٹوانہ سمجھتا ہے کہ میں ہی تجھے لایا تھا اس لیے مجھے ہی تیرے آس پاس رہنا چاہیے......یقین کر شروع شروع میں تو میں بھی دھوکا کھا گیا تھا......وہ بے غیرت بالکل تیرے جیسا ہے......وہی ناک نقشہ......وہی چہرے پر لعنت......وہی مخبوط الحواسی......جس دن ٹوانہ اسے ڈیرے پر لایا......میں بہت پریشان ہو گیا' میں نے موقع پا کر ایک دن اس سے کہا کہ تم تو جیل میں تھے' یہاں کیسے آئے؟ آگے سے انگریزی میں کچھ بکنے لگا......پھر بولا......مجھے کچھ ہو گیا تو میں تم سب کو تباہ کر دوں گا......بس میں تو سمجھ گیا کہ یہ کوئی اور ہے' اتنی لمبی لمبی بڑھکیں تو کبھی تیرا باپ بھی نہیں مار سکتا......ویسے بھی تجھے تو انگریزی آتی ہی نہیں' تُو تو انگریزی سیکھ بھی لے تو تیرے منہ سے پنجابی بن

کر ہی نکلے گی۔''

''جانی...... کیا اسے پتا ہے کہ میں تیرے گھر رہ چکا ہوں''

''نہیں...... لیکن میں اسے بتا چکا ہوں کہ تیری شکل کا ایک بندہ پہلے بھی ڈیرے پر آ چکا ہے اور ٹوانہ صاحب تمہیں وہی سمجھ رہے ہیں...... آگے سے بولا...... میں وہ نہیں ہوں...... میں نے کہا اگر ٹوانہ صاحب کو پتا چل گیا کہ تم وہ نہیں ہو تو وہ تمہیں کھڑے کھڑے گولی مروا دیں گے...... زندہ رہنا چاہتے ہو تو یہی کہو کہ تم کمالے ہو...... بس' میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور اب وہ انگریزی نہیں بولتا' خود کو کمالا ہی کہتا ہے......''

''الو کا پٹھا......'' میں نے زیر لب کہا۔

''اب ٹوانے کا پلان یہ ہے کہ وہ شاہ رخ کو سیٹھ کے گھر بھیجے گا اور شاہ رخ سیٹھ کو قتل کرے گا...... سارا الزام تم پر آئے گا کیونکہ ڈیرے کے سارے ملازمین تمہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں۔''

میں چارپائی سے نیچے گر گیا...... اگر خدانخواستہ شاہ رخ کامیاب ہو گیا تو میں تو سیدھا سیدھا پھانسی چڑھ گیا تھا...... اُس نے بڑے آرام سے فہمی کو ساتھ لے کر ہانگ کانگ نکل جانا تھا اور میں نے جیل میں اپنی زندگی کے دن گننے تھے۔

شریفاں آگے بڑھی اور میرے کندھے پر ہاتھ مار کر بولی...... ''شیر بن شیر...... کتے''

میں نے رحم طلب نظروں سے جانی کی طرف دیکھا...... شریفاں حد سے بڑھ رہی تھی اور میں نے سوچ لیا تھا اگر اس نے دوبارہ مجھے گالی دی تو میں تھپڑ مار کر اس کے پاؤں پڑ جاؤں گا۔ جانی خاموش رہا' تاہم شریفاں پھر شروع ہو گئی' اب کی بار اس نے جانی کو مخاطب کیا''

''اوئے...... تو جا کسی طرح سے اُس مامے شاہ رخ کو یہاں لے آ...... باقی میں خود سنبھال لوں گی......''

جانی نے موٹی سی گالی نکالی اور دانت پیستے ہوئے بولا...... ''وہ انسان ہے...... کوئی کتورا نہیں کہ رسی سے باندھ کر یہاں لے آؤں...... میں ٹوانے کا ملازم ہوں...... مالک نہیں' میں تو خود ویگنوں پر دھکے کھاتا پھرتا ہوں...... شاہ رخ کو یہاں کیسے لاؤں گا......''

اچانک مجھے کوئی خیال آیا...... ''ویسے جانی...... یار ایک طریقہ ہوسکتا ہے......شاہ رخ خود بخود یہاں آ جائے گا......''

''وہ کیسے؟''

''تو ایسا کر کہ کسی طرح سے شاہ رخ کو وہاں سے نکال کر باہر لے آ اور مجھے اس کی جگہ اندر داخل کر دے......شاہ رخ تو ویسے بھی بھاگنے کے لیے تیار ہوگا' تُو اسے یہاں اپنے پاس پناہ دے دینا......''

''لیکن......تُو......''

''میری فکر نہ کر......میں سیٹھ کو بچانا چاہتا ہوں......''

''دھیان سے میری جان...... ہوسکتا ہے ٹوانے کو واقعی دورے پڑتے ہوں......اگر یہ سچ ہوا تو روزِ محشر تُو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا......''

میں کانپ گیا......جانی نے اتنے اعتماد سے بات کی تھی کہ میں بے اختیار سکڑ گیا۔ اللہ نہ کرے' میرے منہ میں خاک......اگر واقعی جانی کی بات درست قرار پائی تو میں نے واقعی باقی زندگی جوگی بن کر گزارنی تھی۔ لیکن مجھے کچھ حوصلہ اُس گفتگو کا تھا جو میں سیٹھ کے گھر میں سن چکا تھا' اس لیے دل پر جبر کر کے کہا...... ''جانی......ٹوانے کو دورے نہیں پڑتے......اور اگر پڑتے بھی ہوئے تو میں عورت بن کر چھٹکارا پالوں گا......''

''تُو عورت بھی بن سکتا ہے؟'' شریفاں نے دیدے مٹکائے۔

''ہاں......انسان کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار رہنا چاہیے......''میں نے ٹکا سا جواب دیا۔

''اور کیا کیا بن سکتا ہے تُو......''اس نے تفتیش شروع کر دی۔

میری آنکھیں نم ہوگئیں......

''اے پہلوان عورت! میں جعلی خاوند بھی بن سکتا ہوں......سائنسدان بھی بن سکتا ہوں......عورت بھی بن سکتا ہوں......مجرم بھی بن سکتا ہوں......سیاسی ورکر بھی بن سکتا ہوں......داماد بھی بن سکتا ہوں......''

''اس کا مطلب ہے تم تو بڑے خبیث ہو......''اس نے گردن ہلائی۔

میں نے گھور کر جانی کی طرف دیکھا......جانی جلدی سے بولا......"قسم اٹھوا لے......میں نے نہیں بتایا......"

میرا دل سر پیٹنے کو چاہ رہا تھا لیکن کیا کرتا' سر تو پہلے ہی پیٹا ہوا تھا۔وہ دونوں آپس میں بحث کرنے لگے' شریفاں اس بات کی حامی نہیں تھی کہ میں ٹوانے کے پاس دوبارہ جاؤں' اس کا اصرار تھا کہ شاہ رخ کو ہی یہاں لایا جائے۔تاہم جانی میرا حامی تھا' تھوڑی دیر بحث جاری رہی' پھر اچانک شریفاں بولی"میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے"

"ناممکن" بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔

"......ترکیب کا آنا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں......ذہن کا ہونا......" میں نے تصحیح کی۔

وہ کافی دیر تک بات سمجھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن کچھ نہ سمجھ کر دوبارہ بولی......"یہ ایسی ترکیب ہے کہ کامیاب ہو گئی تو سب کچھ بدل جائے گا......"

میں نے سوچا سن لینے میں کیا حرج ہے......"بولو......"

جانی تیزی سے بات کاٹ کر بولا......"جانے دے شریفاں......تیری ترکیب بھی تیری طرح ہی ہو گی......وقت ضائع نہ کر' جو کمالا کہتا ہے کرنے دے......"

وہ چڑ گئی اور غصے سے بولی......"دوبارہ میری بات کاٹی تو تیرے حلق میں گھس کر بیٹھ جاؤں گی......"

جانی لرز گیا اور کھسیانہ ہو کر ایک طرف پائے پر بیٹھ گیا۔

میں نے کہا......"بولو شریفاں......میں ہمہ تن گوش ہوں......"

وہ حیران رہ گئی......"خرگوش......لیکن تُو تو کہتا تھا تیرا نام کمالا ہے......"

"لاحول ولاقوۃ......بابا میں نے کہا ہے میں سن رہا ہوں......بولو کیا ترکیب ہے؟"

"دیکھ......کیوں نہ ہم بھی وہی کریں جو شاہ رخ کر رہا ہے؟"

"تمہارا مطلب ہے میں بھی سیٹھ کے قتل میں شریک ہو جاؤں؟"

"خچر ہو تم......گدھے کے بچے میں کہہ رہی ہوں کہ اگر تم وعدہ کرو کہ جو میں کہوں گی وہ کرو گے تو میں

پوری بات بتاتی ہوں''

''مجھے لگتا ہے تم 'سسپنس ڈائجسٹ' کے دفتر میں بھی جھاڑو لگاتی رہی ہو......''

''وہاں کیا ہوتا ہے......'' وہ چونکی۔

''وہاں یہی کچھ ہوتا ہے جو اس وقت تم کر رہی ہو' بھئی سیدھی سیدھی بات بتاؤ کرنا کیا ہے'' میں نے منہ بنایا۔

وہ آگے کو جھکی......قریب ہوئی......اور آہستہ سے بولی!!!

''تمہیں تین لفظ کہنے ہیں......''

یہ سنتے ہی یکدم میری آنکھیں پھیلیں......نبض تیز ہوئی......جسم کپکپایا......اور میں نے پوری قوت سے اٹھ کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی......!!!

☆☆☆

جانی نے تیزی سے جمپ لگایا اور مجھے راستے میں ہی پکڑ لیا۔

''ابے کیا ہوا......''

''چھوڑ دے جانی......خدا کے لیے مجھے باہر جانے دے......ورنہ میں مرجاؤں گا......''

میں نے واسطہ دیا۔

جانی حیرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا' اچانک اس کے دماغ میں کوئی خیال آیا اور اس نے یوں گہری سانس لی جیسے سب کچھ سمجھ گیا ہو۔ پھر اس نے آرام سے مجھے واپس دھکیلا اور اطمینان سے بولا...... ''میں سمجھ گیا ہوں تیری پریشانی......میں بھی شروع شروع میں ایسے ہی باہر کی طرف بھاگا کرتا تھا' لیکن الحمد للہ اب ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے......اب تو شریفاں کے گھر بھی فلش لگ گیا ہے......''

''فلش......لیکن......'' میں نے کچھ بولنا چاہا۔

''ابے لیکن ویکن کو چھوڑ......مجھے پتا ہے' باہر کی عادت پڑی ہو تو مشکل سے چھوٹتی ہے' لیکن تو فکر نہ کر......ایک دو دن میں عادی ہو جائے گا......''

میرا پارہ چڑھ گیا...... ''اے تیسرے درجے کے گھٹیا انسان......میں اتنے دن شریفاں کے گھر رہا ہوں' مجھے پتا ہے کہ یہاں ایک عدد باتھ روم نما چیز بھی ہے......''

''تو پھر باہر کیوں......میرا مطلب ہے کہ......'' جانی ہکلایا۔

باہر میں اس لیے بھاگنا چاہتا ہوں کہ تیری شریفاں مجھ سے تین لفظ کہلوانا چاہتی ہے' اور مجھے پکا یقین ہے' اِدھر میں نے یہ تین لفظ بولے' اُدھر میری بدبختی شروع......خدا کے لیے جانی مجھے جانے دے' جب فہمی ہی نہیں رہی تو میں نے اِس معاملے میں پڑ کے کیا کرنا ہے۔''

''بڑا احرام خور ہے بھئی......'' شریفاں کے ہونٹ کھلے......''لڑکی نہیں ملی تو سیٹھ کے سارے احسان بھول گیا......کم بخت سیٹھ کی وجہ سے ہی تو تجھے زندگی میں اچھا کھانا پینا نصیب ہوا......سیٹھ نہ ہوتا تو فہمی نے تجھے کاہے کو نکاح کر کے گھر لے جانا تھا......گدھا نہ ہو تو''

میں بھی خار کھا گیا......''گدھی ہو گی تو خود......تو کون ہوتی ہے سیٹھ کی اتنی حمایت کرنے والی......بھنگی کی اولاد......'' میں چیخا۔

میرے الفاظ سنتے ہی شریفاں کا چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا......جانی یکدم گھبرا گیا......شریفاں غصے کے مارے زور زور سے پھنکارنے لگی......میرے الفاظ نے جیسے اُس میں آگ بھر دی تھی۔ایک لمحے کے لیے تو میں بھی گھبرا گیا......غصے میں بول تو گیا تھا لیکن اب لگ رہا تھا کہ شریفاں طاقت کے استعمال پر اُتر آئی تو قیمہ بنا کے رکھ دے گی۔

جانی نے جلدی سے شریفاں کا کندھا پکڑ لیا......''دیکھ شریفاں......ہم اپنی لڑائی میں پڑ گئے تو سیٹھ کی جان کو خطرہ ہوسکتا ہے' اگر تیرے دماغ میں کوئی ترکیب ہے تو بتا' تا کہ اُس پر عمل کریں......اس کی باتوں پہ نہ جا' اس پر اللہ نے پہلے تھوڑی کی ہے جو تو بھی اس کا حشر بگاڑے گی......''

شریفاں نے مٹھّیاں بھینچیں اور 100 من وزنی گالی نکالنے کے لیے ایکشن لیا......میں جلدی سے چلایا!!!

''جانی......اسے روک لے......اس نے ایک بھی لفظ منہ سے نکالا تو میرا ناول پڑھنے والے میرے قتل کے فتوے جاری کر دیں گے۔''

شریفاں یکدم رک گئی اور خونخوار نظروں سے میری طرف دیکھنے لگی......''بے غیرت......گالی میں نکالوں گی اور قتل کے فتوے تیرے جاری ہو جائیں گے......یہ کون سی عدالت کا حکم ہے بھئی؟''

جانی جلدی سے آگے بڑھا......''ابے الو کے پٹھے......شریفاں کی بات تو سن لے' وہ پتا نہیں کیا کہنا

چاہ رہی ہے اور تُو پتا نہیں کیا سمجھ رہا ہے......"

میں نے آہ بھری......"بول......بول اے عورت......بول"

"دفع ہو جا......مجھے کچھ نہیں کہنا......کمینہ، ذلیل......" شریفاں غصے سے کمرے کی طرف مڑی۔

"اوئے ہوئے......میری جان ناراض ہو گئی ہے" جانی نے جلدی سے اسے پچکارا......"بھئی کمالے میں ساری دنیا کو ناراض دیکھ سکتا ہوں لیکن کوئی میری گڑیا کو ناراض کرے، یہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا......"

"گڑیا......کون گڑیا......" میں چونکا۔

"ابے یہی ......میری پیاری سی شریفاں گڑیا......" اس نے شریفاں کے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور میرے منہ سے بے اختیار "لاحول ولاقوۃ" نکل گیا......ایسی "افریقین گڑیا" میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ وہ دونوں ایسے بیٹھے تھے جیسے پنجاب یونیورسٹی کی جھیل کنارے بیٹھے ہوں۔ شریفاں اپنے تئیں "شمائلہ" بنی بیٹھی تھی اور جانی خود کو "شرجیل" سمجھ رہا تھا۔ دونوں فُل موشن میں تھے اور ان کے الفاظ اور اطوار بتا رہے تھے کہ وہ مجھے دنیا کا کوئی فالتو ترین شخص سمجھ رہے ہیں۔ جانی شریفاں کے سر میں سے جوئیں تلاش کرتے ہوئے بولا......"تم روٹھ گئیں تو میں مر جاؤں گا......"

شریفاں نے قمیض کی آستین سے ناک پونچھی اور اٹھلا کر بولی......"چل جھوٹے......"

جانی نے جوں انگوٹھے کے ناخن پر رکھ کر دوسرے انگوٹھے کے ناخن سے "ٹِک" کی......اور آہ بھر کر بولا......"جی چاہتا ہے اپنا دل چیر کر تمہارے سامنے رکھ دوں......"

شریفاں نے اپنی کہنی کھجائی......"پیار کے لیے تو تمہیں وقت ملتا نہیں......"

جانی مزید قریب ہوتے ہوئے بولا......"کیا کروں ڈارلنگ......ٹوانے سے بچنے کے لیے روزانہ اتنی دفعہ عورت بنتا ہوں کہ بعد عورت کے پاس جانے کو دل ہی نہیں کرتا!

"کیا مطلب ہے تیرا......???" شریفاں نے منہ بنایا۔

"او مطلب یہ ہے میری سری دیوی......کہ اب ایسا نہیں ہوگا کیونکہ ٹوانہ کی اصلیت کھل گئی ہے......"

جانی نے خوشی سے کہا اور ایک سگریٹ سلگا کر شریفاں کی خدمت میں پیش کیا۔

میں اطمینان سے ان کے ڈائیلاگ سن رہا تھا اور عش عش کر رہا تھا......جانی کی سری دیوی واقعی سری دیوی تھی......میں نے غور سے اس کا تفصیلی جائزہ لیا......واقعی اس کی ''سِری'' ......''دیوی'' جیسی تھی......کالی دیوی جیسی......!!!

''جانو......ہم شادی کب کریں گے؟'' جانی کی آواز آئی۔

''جب میں بڑی ہو جاؤں گی......'' شریفاں شرمائی اور مجھے غش آ گیا......جانی بھی پھسل گیا۔ تاہم وہ جلدی سے سنبھلا اور گھگھیا کر بولا۔

''جانو......کتنی بڑی......؟؟''

شریفاں نخوت سے بولی......''بیس سال کی......''

''بب......بیس سال......تو......اب......اب تم کتنے کی ہو......؟'' جانی نے دریافت کیا۔

''اب میں 19 سال' چند ماہ کی ہوں......''

''چند ماہ......کتنے ماہ......؟؟؟''

''یہی کوئی 500 ماہ......'' شریفاں اطمینان سے بولی اور جانی دانت پیس کر رہ گیا۔ پھر تڑ سے بولا!!!

''ٹھیک ہے......اُس وقت تک میں بھی بالغ ہو جاؤں گا......''

''اب تم کتنے سال کے ہو......؟؟؟'' شریفاں نے منہ بنایا۔

''پتا نہیں......ابھی تو چھلہ بھی نہیں ختم ہوا......'' جانی نے جواب دیا اور شریفاں ایک دم سمجھ گئی کہ جانی نے اس پر چوٹ کی ہے' اس نے چھ فٹ لمبی گالی نکالتے ہوئے جانی کو ایک زوردار ہاتھ مارا اور بھاگ کر چولہے کے پاس رکھا چمٹا اٹھا لائی......جانی نے ایک زوردار چھلانگ لگائی اور متوقع حملے سے پہلے ہی دروازے کے پاس پہنچ گیا۔

''جانی رک جا بے غیرتا......'' شریفاں گرجی!!!

''نہیں رکوں گا......باندر کی بچی......پہلے چمٹا واپس رکھ......''

''تیری تو......'' شریفاں نے گالی نکالی اور وہیں سے چمٹا جانی پر کھینچ مارا۔ مگر ہائے ری قسمت......میزائل نما چمٹے نے درمیان ہی میں اپنا رخ تبدیل کر لیا اور سیدھا میری ''پڑپڑی'' پر آ لگا۔ میری آنکھوں کے آگے تارے آ گئے...... پہلے ہی شریفاں کے گھونسے کی وجہ سے سر میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں، رہی سہی کسر چمٹے کی ضرب نے پوری کر دی۔ میں نے بے ہوش ہونے سے پہلے صرف اتنا منظر دیکھا کہ جانی دروازے سے باہر بھاگ رہا ہے اور شریفاں اس کے پیچھے ہے۔

☆☆☆

ہوش آیا تو سر میں ہتھوڑے بجتے ہوئے محسوس ہوئے۔ تکلیف کی شدت سے میری کراہیں نکل گئیں۔ میں نے آہستگی سے آنکھ کھولی اور ارد گرد کے ماحول پر نظر پڑتے ہی صدقِ دل سے شریفاں اور جانی کے لیے عذابِ کبیرہ کی دعا کی۔ دونوں الو کے پٹھے میرے دائیں بائیں بیٹھے دال چاول کھا رہے تھے اور میں اُسی جگہ صحن میں لگی ٹونٹی کے قریب بے ہوش پڑا تھا۔ مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر شریفاں نے جانی کو کہنی ماری......!!!

''جاگ گیا ہے......''

جانی نے چونک کر میری طرف دیکھا، پھر چاولوں بھرا چمچہ اپنے منہ کی طرف لے جاتے ہوئے بولا...... ''ایک منٹ کما لے......بس ابھی چاول ختم کر کے آتا ہوں......''

میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا خون پی جاؤں، لیکن مجبوری تھی اس لیے آرام سے وہیں پڑا رہا۔

جانی نے چاول ختم کرتے ہوئے ایک بے سُرا ڈکار لیا، پھر یکدم چونک کر میری طرف دیکھا اور بولا......!!!

''ارے تجھ سے تو پوچھا ہی نہیں......چاول کھائے گا......؟؟؟''

میں نے دل ہی دل میں اسے زندگی کی طویل ترین گالی دی اور نقاہت سے کہا......''ہاں......''

جانی شریفاں کی طرف مڑا...... ''ڈال بھئی اس کے لیے بھی چاول......''

''لیکن چاول تو ختم ہو گئے......'' شریفاں اطمینان سے بولی۔

''ختم ہو گئے......لیکن کیسے......؟؟؟''

''ایسے......'' شریفاں نے آخری چمچہ لیتے ہوئے کہا۔

''ابے کمالے...... یار معاف کرنا...... چاول کھاتے وقت تیرا یاد ہی نہیں رہا...... خیر یہ بتا نان چھولے لے آؤں...... کھالے گا ناں؟'' جانی نے معذرت کی۔

میں نے بے بسی سے ہاں میں گردن ہلائی اور کمالا اٹھ کھڑا ہوا۔

''لے پھر تو آرام کر...... میں تیرے لیے نان چھولے لے کر آتا ہوں......''

''جانی...... اس جگہ پر کیسے آرام کر سکتا ہوں......'' میں نے اکھڑی ہوئی اینٹ کی طرف اس کی توجہ دلائی۔

''اوہ...... اچھا اچھا میں سمجھ گیا...... چل اٹھ تجھے چارپائی پر لٹاتا ہوں......'' اس نے یکدم میری تکلیف کو پہچانا اور پھر نہایت بھونڈے طریقے سے سہارا دے کر اٹھا لیا۔ میری چیخیں نکل گئیں...... پورا جسم ٹوٹنے کے مرحلے تک آن پہنچا تھا۔ گرتے پڑتے اندر کمرے میں پہنچے' جانی نے مجھے چارپائی پر لٹایا اور خود سگریٹ سلگاتا باہر نکل گیا۔ میں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور غور کرنے لگا کہ اب حالات کیا رخ اختیار کریں گے۔

میں ابھی سوچ میں گم ہونے ہی والا تھا کہ کمرے میں شریفاں داخل ہوئی۔ میں نے نفرت سے آنکھیں میچ لیں۔ وہ جیسے آئی تھی ویسے ہی پلٹ گئی۔ میں نے دھیرے سے آنکھیں کھول کر دیکھا...... وہ جا چکی تھی۔ الو کی پٹھی!!!

اچانک میری نظر ٹوٹی ہوئی ٹیبل پر پڑی اور میں حیرت زدہ رہ گیا۔ ٹیبل پر گرم گرم دال چاول کی پلیٹ رکھی تھی اور ساتھ ایک چمچ اور پانی کا گلاس بھی تھا۔

''کھالے...... یہ تیرے لیے ہے......'' شریفاں دوبارہ اندر آتی ہوئی بولی۔

''میرے لیے...... لیکن...... چاول تو ختم ہو گئے تھے......''

''ختم نہیں ہوئے تھے...... اگر میں کہتی کہ ختم نہیں ہوئے تو جانی نے یہ بھی ہڑپ کر جانے تھے...... وہ چاولوں کا بڑا شوقین ہے......''

ایک لمحے کے لیے مجھے یوں لگا جیسے وہ شریفاں نہیں بلکہ کوئی بہت ہی ہمدرد نرس ہے...... اس نے میز

میرے قریب کی اور سہارا دے کر مجھے اٹھایا' پھر میری کمر کے ساتھ دو تکیئے رکھ دیے۔اور خود باہر چلی گئی۔

میں کافی دیر کا بھوکا تھا......دال چاول دیکھ کر صبر نہ کرسکا اور ندیدوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ میں شرط لگا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اس سے مزیدار دال چاول اس سے پہلے نہیں کھائے تھے۔ اس سے پہلے میں شریفاں کے گھر جتنی بھی دیر رہا' اس نے کبھی دال چاول نہیں بنائے' اُس کی یہ صفت تو آج پہلی بار سامنے آئی تھی۔

''پانی لاؤں......'' وہ تیسری مرتبہ اندر آئی۔

''نہیں......بس......میں نے پیٹ بھر کر چاول کھائے ہیں......تم بہت اچھے چاول بناتی ہو.......''

''سیٹھ کی زندگی مسلسل خطرے میں ہے......'' اس نے میری بات پر توجہ دیے بغیر کہا اور میں چونک اٹھا......واقعی اس طرف تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔

''تم ہی بتاؤ کیا کروں......؟؟؟''

''میں نے تو کہا ہے کہ تین لفظ بولو......باقی میں سنبھال لوں گی......''

میں نے آہ بھری اور سر کھجاتے ہوئے بولا......''کہو......کیا کہنا ہے......''

''سیٹھ کے سامنے اتنا کہہ دو کہ تم کما لے ہو......''

میں لرز گیا......وہ جو کچھ کہہ رہی تھی اس کا مطلب سیدھی سیدھی موت تھا۔

''سیٹھ مجھے کچا چبا جائے گا......''

''کچھ نہیں ہوتا......میں اس کی عادت کو جانتی ہوں......ساری بات کا اسے پتا چلے گا تو وہ تمہیں معاف کردے گا......ویسے بھی تم یہ سب اس کی جان بچانے کے لیے کر رہے ہو''

''لیکن اسے کیسے یقین آئے گا''

''تم اسے ساری کہانی تفصیل سے بتانا......اور اصلی شاہ رخ کے بارے میں بھی' ظاہری بات ہے اصلی شاہ رخ بہت جلد نقلی شاہ رخ بن کر سیٹھ کے پاس پہنچے گا......جب سیٹھ کو پہلے سے اس کہانی کا پتا ہوگا تو وہ بھی محتاط رہے گا۔

''اور اگر اس نے مجھے معاف نہ کیا تو......''

''بے فکر رہو......میں ہوں ناں......'' اس نے یوں کہا جیسے گورنر لگ گئی ہو۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور جانی نان چھولے لیے اندر داخل ہوا۔

''لے بھئی......شروع ہو جا......''

''نہیں...... مجھے بھوک نہیں......'' میں نے جلدی سے کہا۔

حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں......''ابے......ابھی تو کہہ رہا تھا کہ کھانا کھائے گا اور ابھی تیری بھوک بھی مر گئی......''

''بس یار...... پریشانی ہی اتنی زیادہ ہے کہ بھوک مر گئی ہے......''

''کیا پریشانی ہے......؟''

''ابے وہی یار......سیٹھ والی پریشانی......''

شریفاں بولی......''میں نے اسے کہا ہے کہ یہ سیٹھ کے آگے جا کر ساری کہانی سچ سچ بیان کر دے''

جانی اچھل پڑا......''تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا......کیوں پھنسوائے گی اسے......فہمی کو پتا چل گیا تو قتل کروا دے گی......''

''نہیں جانی......'' میں نے بات کاٹی......''شریفاں بالکل ٹھیک کہتی ہے......سیٹھ کی زندگی بچانے کا اس سے اچھا طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا......''

''ابے لیکن...... یہ ساری کہانی تو اسے فون پر بھی تو بتا سکتا ہے......سامنے گیا تو مارا جائے گا......''

''نہیں یار...... بہت سی چیزیں ہیں جن کے لیے میرا سامنے آنا بڑا ضروری ہے......''

''شاباش......'' شریفاں پہلی بار مجھ پر خوش ہوئی۔

''دیکھ لے کمالے......کہیں کسی نئی مصیبت میں نہ پڑ جانا......'' جانی کے لہجے میں تشویش تھی۔

''نہیں جانی......اب کسی مصیبت سے ڈر نہیں لگتا......میں سیٹھ کی خاطر بڑی سے بڑی مصیبت سے ٹکر لینے کو تیار ہوں......''

''ٹھیک ہے......تو پھر کل چلے جانا سیٹھ کے پاس......''

’’نہیں……جانی آج ہی جانا ہے……میں آج ہی سیٹھ کے پاس جاؤں گا……‘‘

’’آج……لل……لیکن یار……‘‘

’’شاباش……شاباش……اٹھ……اٹھ اور آج ہی جا کے سیٹھ کو سب کچھ بتا دے……‘‘ شریفاں نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور میں تکلیف کے باوجود سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

شریفاں خوشی سے جھوم گئی……پھر جلدی سے بولی……’’تمہارے کپڑے بہت گندے ہو گئے ہیں‘ ذرا ٹھہرو میں تمہارے لیے نیا سوٹ لاتی ہوں……‘‘

’’نیا سوٹ……‘‘ میری آنکھیں پھیل گئیں۔

’’ہاں……جانی کے لیے بنوایا تھا……لیکن چلو……پہلے تم پہن لو……کیوں جانی؟‘‘ اس نے لاپرواہی سے کہا۔

جانی نے ایک گہرا سانس لیا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔

میں ابھی تک جھٹکے کے زیر اثر تھا……شریفاں اور سوٹ……کمال ہے……یعنی شریفاں میں بھی کوئی انسانوں والی خاصیت ہے۔ میں اسی سوچ میں گم تھا کہ شریفاں ایک عجیب و غریب سوٹ لے آئی۔ پہلے تو مجھے سمجھ نہ آئی کہ یہ کس قسم کا سوٹ ہے‘ لیکن جیسے ہی اس نے اس کی تہیں کھولیں‘ میرے ہوش اڑ گئے۔

’’یہ……یہ کیا ہے……؟؟؟‘‘

’’یہ سوٹ ہے‘‘ وہ بولی۔

’’وہ تو ہے……لل……لیکن یہ کس کپڑے کا ہے……‘‘

’’اوہ……پریشان ہونے کی ضرورت نہیں……پچھلے الیکشن پر جانی اور میں نے ٹوانہ کے مخالف امیدوار کے بہت سے بینر اتارے تھے‘ یہ انہی کا سلوایا ہے……بالکل نیا ہے‘ ابھی تو جانی نے بھی نہیں پہنا‘‘

’’لل……لیکن اس پر تو جگہ جگہ جملے لکھے ہوئے ہیں……‘‘

’’تو پھر کیا ہوا……ہے تو اچھا کپڑا ناں……تُو پہنے گا تو دیکھا دیکھی یہی فیشن چل پڑے گا……‘‘

جانی جلدی سے بولا...... ''پہن لے یار...... تیری کون سا معاشرے میں عزت ہے......''
میں دانت پیس کر رہ گیا......لیکن انکار کی گنجائش نہیں تھی' لہذا اندر کمرے میں جا کر یہ ''امپورٹڈ سوٹ'' پہن لیا۔ ازار بند کی جگہ شریفاں نے بوری کا سیبا ڈالا ہوا تھا...... باہر آتے ہی میں نے خود پر نظر ڈالی اور شرم کے احساس سے میرا چہرہ سرخ ہو گیا۔ الیکشن کے بینر سے بنے اس سوٹ پر درج ذیل جملے تحریر تھے۔

☆ قمیض کی جیب پر تحریر تھا...... ''آپ کے دل کی دھڑکن''

☆ سامنے لکھا تھا...... ''اے مردِ مجاہد جاگ ذرا''

☆ دائیں بازو پر تحریر تھا...... ''منجانب سپورٹران''

☆ بائیں بازو پر تحریر تھا...... ''بائیں بازو کی سب سے بڑی پارٹی''

☆ پیٹ پر تحریر تھا...... ''سب کا مشترکہ''

☆ پشت پر تحریر تھا...... ''انتخابی نشان''

خدا گواہ ہے اگر میں یہ سوٹ پہن کر باہر نکل جاتا تو پٹھانوں نے سارے ووٹ میرے حق میں ہی کاسٹ کرنے تھے۔ جی تو چاہا کہ وہیں کھڑے کھڑے شریفاں کو اس کی امانت لوٹا دوں' پھر غیرت آئی اور چپ چاپ اندر جا کر پرانا لباس پہنا اور شریفاں کا ''سوٹ'' اسے بصد احترام واپس کر دیا۔ حیرت کی بات ہے کہ شریفاں نے کسی خاص ردِ عمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔

شریفاں اور جانی مجھے ''سی آف'' کرنے ویگن سٹینڈ تک آئے' جانی نے کمال سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے دس دس روپے کے دو نوٹ عنایت کیے جنہیں میں نے ممنونیت سے قبول کیا۔ سواریوں کا خاصا رش تھا اس لیے ہر ویگن بھری ہوئی آ رہی تھی' میں مسلسل اسی کوشش میں تھا کہ کوئی سیٹ مل جائے لیکن بار بار کی کوشش کے باوجود ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ بالآخر ایک ویگن قریب آ کر رکی اور کنڈیکٹر نے اندر گھسنے کا اشارہ کیا' میں نے جلدی سے جانی اور شریفاں کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور اندر داخل ہو گیا۔ کنڈیکٹر نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کیا اور ویگن چل پڑی' اندر نظر پڑتے ہی مجھے غصہ آ گیا' ایک بھی سیٹ خالی نہیں تھی' کئی سواریاں رکوع کے بل کھڑی تھیں

جبکہ میرے بالکل قریب ایک بزرگوار اپنی بکری گود میں لیے بیٹھے تھے۔میں پہلے ہی درد کی وجہ سے خاصی نقاہت محسوس کر رہا تھالہذا تھوڑی دیر بعد ویگن کے فرش پر بیٹھ گیا......بکری کا منہ میرے منہ کے بالکل سامنے آ گیا تھا اور وہ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہی تھی۔میں نے بڑی کوشش کی کہ اپنا منہ دوسری طرف کرلوں لیکن ویگن میں اتنی بھی گنجائش نہیں تھی۔بکری مسلسل میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی' مجھے مزید غصہ آ رہا تھا......باباجی کو ذرا خیال نہیں تھا کہ انسانوں والی ویگن میں بکری لے کر چڑھ گئے تھے......چلو اگر مجبوری ہی تھی تو وہ اس کا منہ تو دوسری طرف کر سکتے تھے۔

''باباجی......اس کا منہ تو پرے کرلیں......''میں نے منہ بنایا۔

باباجی نے چونک کر مجھے گھورا' پھر بولے......''کیوں......ایسے کیا مصیبت ہے؟''

''اوہو......بزرگو......اس کا منہ میرے منہ کے قریب ہے' سارا منہ خراب کردے گی......''

باباجی تنک کر بولے......''اگر میں نے اس کا منہ دوسری طرف کر دیا تو یہ تمہارا سب کچھ خراب کر دے گی......''

میں نے چند مائیکرو سیکنڈ بابے کی بات پر غور کیا پھر سر ہلا دیا......وہ واقعی ٹھیک کہہ رہا تھا' لیکن مصیبت یہ تھی کہ دونوں صورتوں میں بکری میرے لیے ناقابل برداشت تھی۔

''باباجی......یہ انسانوں والی ویگن ہے......اس میں آپکو بکری لے کر نہیں چڑھنا چاہیے تھا......''

''انسانوں والی......'' باباجی حیرت سے بولے......''انسانوں والی ویگن ایسی ہوتی ہے؟؟؟''

ساری سواریاں منہ پھاڑ کر ہنس پڑیں۔

اتنے میں بکری نے ''کھوں کھوں'' کی اور میں نے بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

''بڑی بے ہودہ بکری ہے''

بابا طیش کھا گیا......''اوئے خبردار......اگر اس کو بے ہودہ کہا......تیرے سے تو اچھا منہ ہے اس کا......''

سواریاں پھر ہنس پڑیں......اور میں فوراً سمجھ گیا کہ لمحہء ذلالت شروع ہوا ہی چاہتا ہے......اور پھر یہی ہوا۔بکری نے بار بار کھانسنا شروع کر دیا......میرا تو سانس لینا محال ہو گیا۔بابا بھی بار بار اس کو

تھپکیاں دے رہا تھا جیسے مجھ پر کھانسنے کی شاباش دے رہا ہو۔ میں نے کچھ دیر تو برداشت کیا' پھر چپکے سے بکری کے پاؤں میں زور سے چٹکی کاٹی۔ بکری یوں اچھلی جیسے اُس پر ڈرٹی بم آ گرا ہو۔ اس نے بابے کی گود سے چھلانگ لگائی اور اچھل کر پچھلی سواری پر جا گری۔ پیچھے غالباً دو خواتین براجمان تھیں' ان کی چیخیں بلند ہونے لگیں اور انہوں نے دھکا دے کر بکری کو پرے پھینک دیا...... بکری سیدھی کھڑکی والی سواریوں پر گری...... انہوں نے اسے پیچھے اچھال دیا...... ایک لمحے میں ویگن میں شور شرابا برپا ہو گیا...... یوں لگ رہا تھا جیسے قیامت صغریٰ آ گئی ہے۔ ڈرائیور نے جلدی سے بریک لگائی۔

''اوئے کیہ ہو گیا اے؟'' وہ چیخا

''پاء جی بکری کھل گئی اے......'' کنڈیکٹر نے جواب دیا۔

اتنے میں انسانوں کی چیخوں کے ساتھ ساتھ بکری کی چیخیں بھی بلند ہونے لگیں...... بابا جی دیوانہ وار پچھلی سیٹوں کی طرف لپکنے کی کوشش کرنے لگے......لیکن جگہ ہوتی تو وہ آگے جاتے' لہذا وہیں کھڑے کھڑے گالیاں دینے لگے۔

''اوئے الو کے پٹھو......ادھر اُدھر مت پھینکو...... مجھے واپس دو......''

کس من چلے نے ٹھک سے ویگن کا دروازہ کھول دیا اور بکری ایک چھلانگ لگا کر باہر کی طرف بھاگی...... بابا جی سے یہ صدمہ برداشت نہ ہوا اور وہ بھی دیوانہ وار بکری کے پیچھے لپکے......اس ساری صورتحال کا ایک فائدہ ہوا کہ مجھے بابا جی کی سیٹ مل گئی۔ میں نے آرام سے سیٹ سنبھالی اور باقی کا سفر خاصا آرام سے طے کیا۔

ویگن سٹاپ سے فہمی کے گھر تک پہنچتے پہنچتے مجھے پندرہ منٹ لگ گئے۔ کوٹھی کے سامنے پہنچ کر میں ایک لمحے کے لیے رک گیا...... پتا نہیں میں جو کچھ کرنے جا رہا تھا وہ ٹھیک بھی تھا یا نہیں۔ میں نے کچھ دیر سوچا پھر اللہ کا نام لے کر گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ سامنے ہی چوکیدار سٹول پر بیٹھا مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا' مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ یکدم ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''خو چہ......تم......تمہارے کپڑوں کو کیا ہوا......''

''بس خان......کچھ نہ پوچھو......پھر کبھی بتاؤں گا...... یہ بتاؤ سیٹھ صاحب ہیں اندر......؟؟؟''

خان الجھن زدہ لہجے میں بولا......''سیٹھ تو اندر ہی اے......مگر تم......''

''مجھے ان سے ضروری بات کرنی ہے......میں جاؤں؟''

''خو چہ کیوں شرمندہ کرتی اے......تم جب مرضی اندر جاؤ...... جب مرضی آؤ......ام تو حیران ہے کہ تمہارا سوٹ کیسے خراب ہو گیا......''

''مہربانی یار......سوٹ کا قصہ میں بعد میں آ کر بتاؤں گا......فی الحال ذرا سیٹھ صاحب سے مل لوں......اچھا سنو......فہمی بھی گھر میں ہے؟''میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

خان نے کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا۔

میں نے ایک گہرا سانس لیا اور اندر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ پہلے سوچا کہ سیدھا اندر چلا جاتا ہوں 'پھر خیال آیا' فہمی سے تو مل لوں...... پتا نہیں کیوں اس کا کمرہ سامنے آتے ہی دل میں ایک کسک سی جاگ اٹھی تھی۔ میں سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا اور سیدھا فہمی کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ خلاف توقع دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اندر جھانکا...... ہر چیز ویسی کی ویسی تھی......لیکن فہمی موجود نہیں تھی......میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ میں فہمی سے اکیلے میں ملنا چاہتا تھا......اگرچہ اب اس کی کوئی ضرورت نہ تھی اور مجھے یہ بھی یقین تھا کہ فہمی میرے ساتھ کیسا برتاؤ کرے گی لیکن پھر بھی' نجانے کیوں دل بہت چاہ رہا تھا' فہمی سے بات کرنے کو......اسے دیکھنے کو......!!!

میں صوفے پر بیٹھ گیا اور فہمی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے پتا تھا کہ بغیر اجازت کمرے میں داخل ہونے پر وہ یکدم چیخنے لگے گی لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ فوری طور پر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دوں گا اور درخواست کروں گا کہ صرف چند منٹ مجھ سے باتیں کر لے۔

کافی دیر گذر گئی لیکن فہمی کمرے میں نہیں آئی' شائد کھانا کھا رہی ہو گی۔ میں نے سوچا۔

کچھ دیر بعد میں نے اپنے آپ میں بے چینی سی محسوس کی' غالبًا باتھ روم جانا ضروری ہو گیا تھا۔ میں نے کچھ دیر غور کیا اور پھر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ یہ وہی باتھ روم تھا جہاں میں نے اپنا حالیہ گندا

ترین اور سابقہ بہترین سوٹ زیب تن کیا تھا' اسی باتھ روم میں مجھے پہلی بار ''غسلِ انمول'' کرنا نصیب ہوا تھا۔ مجھے باتھ روم میں آئے پانچ منٹ ہی گذرے ہوں گے اور میں باہر آنے کے لیے دروازہ کھولنے ہی لگا تھا کہ اچانک فہمی کی آواز میرے کانوں میں پڑی اور میں وہیں رک گیا......وہ کسی ملازمہ سے کہہ رہی تھی کہ پرانے کپڑے باتھ روم میں پڑے ہوں گے' وہ بھی دھونے کے لیے لے جائے۔

☆☆☆

''اچھا بی بی جی......'' ملازمہ کی آواز آئی اور اسی کے ساتھ فہمی کے سینڈل کی کھٹ کھٹ سنائی دی، غالباً وہ دوبارہ نیچے چلی گئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ ملازمہ میرے والے باتھ روم کی طرف ہی آ رہی ہوگی۔ میں جلدی سے دروازے کے پیچھے ہوگیا اور ''کی ہول'' میں سے جھانکا......ملازمہ بستر کی چادریں اور تکیوں کے غلاف دھونے کے لیے سمیٹ رہی تھی۔ یقیناً وہ کچھ ہی دیر میں باتھ روم میں بھی آنے والی تھی۔ میں چوہے کی طرح پھنس گیا تھا۔ ملازمہ کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو اس نے اتنے زور سے چلانا تھا کہ سارا کیا کرایا تباہ ہوجانا تھا۔ اور پھر اگر سیٹھ کو یہ پتا چل جاتا کہ میں اس کی بیٹی کے باتھ روم میں تھا تو اس نے میری پوری بات سننے کے بعد بلاتوقف میرے سینے کے وسط میں فائر کھول دینا تھا......وقت بہت کم رہ گیا تھا......کسی بھی لمحے کچھ بھی ہوسکتا تھا............میں تیزی سے سوچنے لگا کہ کیا کرنا چاہیے......باتھ روم میں کہیں بھی پرانے کپڑے نظر نہیں آ رہے تھے......یہ اور بھی خطرناک بات تھی......کیونکہ اگر ملازمہ کو کپڑے نہ ملے تو اس نے لامحالہ پورے باتھ روم کی تلاشی لینی تھی اور کہیں نہ کہیں سے میں نے برآمد ہوجانا تھا۔ میں نے دوبارہ ''کی ہول'' سے جھانکا......ملازمہ نے ساری چادریں سمیٹ لی تھیں اور بس باتھ روم کی طرف آنے ہی والی تھی۔ اچانک میرے دماغ میں ایک انوکھا اور واہیات خیال آیا......اگرچہ یہ انتہائی رِسکی کام تھا لیکن کرنا بھی ضروری تھا......میں نے بغیر کچھ سوچے جلدی سے بڑا سا تولیہ لپیٹا اور اپنے پہنے ہوئے کپڑوں کی ایک گھٹڑی سی بنا کر دروازے کے سامنے یوں رکھ دی کہ دروازہ

کھلتے ہی پہلی نظر اُس پر پڑے۔

میری توقع کے عین مطابق......ملازمہ نے باتھ روم کا دروازہ کھولا......میں جلدی سے باتھ ٹب کے کرٹن کے پیچھے چھپ گیا۔ ملازمہ نے کپڑوں پر ایک نظر ڈالی' اندر باتھ روم کی طرف دیکھا اور پھر میرے کپڑے اٹھا کر' دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔ مجھے فیصلہ کرنے میں دشواری ہو رہی تھی کہ میں پہلی صورت میں زیادہ پھنسا تھا یا اب......!!!

وقت نہایت نازک آن پہنچا تھا......میں نے جھانک کر دیکھا......ملازمہ دھونے والے سارے کپڑوں کو ایک بڑے سے تھیلے میں ڈال کر باہر لے جا رہی تھی۔ میں چاہتا تو با آسانی فرار ہو سکتا تھا' لیکن مصیبت یہ تھی کہ جو تولیا میں نے لپیٹ رکھا تھا اس کا ''ارض'' خاصا کم تھا اور وہ کسی بھی وقت ''ٹائیں ٹائیں فش'' ہو سکتا تھا......اچانک مجھے ایک اور خیال آیا۔ میں نے باتھ روم میں بنی سائڈ الماری کی طرف ہاتھ بڑھایا......یہیں سے فہمی نے مجھے پہننے کے لیے سوٹ دیا تھا۔ الماری کا پٹ کھولتے ہی میری خوشی کی انتہا نہ رہی......تین خوبصورت مردانہ سوٹ پورے اہتمام کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ......جھٹ سے ایک سوٹ پہن لیا۔ سوٹ پہنتے ہی میں نے آہستہ سے باتھ روم کا دروازہ کھولا اور باہر آ گیا۔ ملازمہ جا چکی تھی۔ مجھے شدید پیاس محسوس ہوئی' میں فریج کی طرف بڑھا اور فریج کا دروازہ کھولتے ہی میں سُن ہو گیا......سامنے کا دوازہ کھلا اور فہمی یکدم اندر داخل ہوئی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے اور ایک لٹ آگے کو جھول رہی تھی......میں گم صم کھڑا اسے دیکھنے لگا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ ایک لمحے کے لے چونکی......پھر والہانہ انداز میں دوڑتی ہوئی قریب آئی اور میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔ ''تم......تم......کہاں چلے گئے تھے......تم کیا سمجھتے ہو......میں نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا......نہیں......نہیں......نہیں......وہ سب غلط تھا......صحیح تو یہ ہے کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں......اپنی زندگی سے بھی زیادہ......آئی لو یو......آئی لو یو......آئی لو یو......''

زندگی میں پہلی بار ''تین لفظ'' سن کر سینہ ٹھنڈا ہوا لیکن میں شدید حیرت کے عالم میں تھا......میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ فہمی بھی مجھ سے پیار کر سکتی ہے......اور......اور یہ بات تو میرے خواب و

خیال میں بھی نہیں تھی کہ اس نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا وہ جھوٹ تھا......اوہ مائی گاڈ......تو کیا فہمی......بھی مجھ سے......؟؟؟؟

وہ والہانہ انداز میں مجھ پر فدا ہوئی جا رہی تھی۔اور میں ہونق بنا کھڑا تھا۔

''کتنے گریس فل لگ رہے ہو اِس سوٹ میں...... پتا ہے یہ سوٹ میں نے بطور خاص تمہارے لیے خریدا تھا......امریکہ سے......پورے پچاس ہزار کا......''

''پچاس ہزار کا'' میں نے سوچا......''ایسے سوٹ تو لنڈے میں زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو میں مل جاتے ہیں۔

''کیا سوچ رہے ہو......اپنی فہمی کو معاف نہیں کرو گے......''

میرا حلق مزید خشک ہو گیا۔

''پتا ہے ڈیڈی بھی تمہارے بارے میں بار بار پوچھ رہے تھے......اب میں انہیں کیا بتاتی کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے......بس کسی نہ کسی طرح انہیں ٹالتی رہی......لیکن اب تم آ گئے ہو تو چلو اکٹھے ڈیڈی کے پاس چلتے ہیں......وہ ہم دونوں کو اپنی طرف سے ہنی مون پر سوئٹزر لینڈ بھیجنا چاہتے ہیں......آئی لو یو جان......تم آ گئے ہو تو ایسا لگ رہا ہے جیسے ہر طرف بہار آ گئی ہے......ویسے سچ پوچھو تو مجھے تمہارا یوں چپکے سے آ جانا بہت اچھا لگ رہا ہے......''

''میری آواز بند ہو گئی......''یقیناً یہ کوئی خواب تھا یا بدترین حقیقت......!!!

''جان...... پتا ہے اتنے دنوں سے میں نے بھی ڈھنگ کا لباس نہیں پہنا......ایسا کرو تم یہیں بیٹھو میں ابھی ڈریس چینج کر کے آتی ہوں......پھر اکٹھے ڈیڈی کے پاس چلتے ہیں......اوکے......'' اس نے میرے گال پر ایک چٹکی کاٹی اور باتھ روم میں گھس گئی۔

''الٰہی یہ پل بھر میں کیا ہو گیا......کہ جنگل کا جنگل ہرا ہو گیا......''میں زیر لب بڑبڑایا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی......!!!

میں نے سوچا فہمی آ کے اٹھا لے گی......لیکن فون کی گھنٹی مسلسل بجے چلی جا رہی تھی

''جان ذرا دیکھنا کس کا فون ہے؟''فہمی کی آواز آئی۔

میں نے حکم کی تعمیل میں رسیور اٹھالیا......لیکن اس سے پہلے کہ میں ہیلو کہتا......دوسری طرف سے ایک مانوس سی آواز میرے کانوں میں پڑی اور مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے سر پر پہاڑ دے مارا ہو......میں گنگ کھڑا فون سن رہا تھا اور میرے ہاتھوں پیروں سے جان نکلتی جا رہی تھی......!!!

دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا......!!!

''فہمی......یہ تم نے اچھا نہیں کیا......ہم نے آپس میں طے کیا تھا کہ آئندہ نہیں لڑیں گے لیکن تم پھر معمولی سی بات پر ناراض ہوگئیں اور مجھے کہہ دیا کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں......مجھے اگر تم سے محبت نہ ہوتی تو میں کبھی یوں تمہارے پیچھے پیچھے نہ پھرتا......ہماری محبت امر ہے فہمی......ہم ایک دفعہ بچھڑنے کی غلطی کر چکے ہیں......دوبارہ کیوں ایسی غلطی کو دہرانا چاہتی ہو......اتنی مشکل سے میرے اُس ہم شکل گنجے سے سادہ کاغذ پر دستخط لیے ہیں......اب جب ہمارا ملن قریب آ رہا ہے تو تم پھر سے لڑائیاں شروع کرنے لگی ہو......ٹھیک ہے اگر تمہیں میرا ساتھ منظور نہیں تو صاف صاف بتا دو......تم صرف اس بات پر ناراض ہوئی ہو کہ میں نے یہ کیوں کہا کہ اپنے ڈیڈی سے اپنی جائیداد کا حصہ لے لو......بھئی فہمی یہ کوئی غلط بات بھی نہیں......آخر تم ان کی بیٹی ہو......اور میں ان کا داماد......ان کا سب کچھ ہمارے لیے ہی تو ہے......تو پھر کیوں نہ اسے قانونی شکل دے دی جائے............ہیلو......تم میری بات سن رہی ہوناں!!!''

میں نے خاموشی اختیار کیے رکھی......

''ٹھیک ہے......تم بات نہیں کرنا چاہتیں تو نہ کرو......لیکن اتنا یاد رکھنا کہ ابھی تو میں صرف تین دن کے لیے گھر سے گیا ہوا' اگر تمہارا رویہ یہی رہا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا......موقع ملے تو تنہائی میں میری محبت کا موازنہ اپنی محبت سے کرنا......تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں......آئی لو یو فہمی......خدا حافظ''

فون بند ہو گیا تھا لیکن میں اسی طرح ساکت و جامد رسیور کان سے لگائے کھڑا تھا۔سارا قصہ کھل گیا تھا......فہمی مجھے اصلی شاہ رخ سمجھ رہی تھی......اس کا یہ سارا پیار......یہ سارا والہانہ پن......یہ ساری محبت میرے لیے نہیں......شاہ رخ کے لیے تھی' وہ میرے روپ میں اپنے شاہ رخ سے پیار کر رہی

تھی......میں نے پہلی بار شاہ رخ کی آواز سنی تھی لیکن مجھے شائد اس لیے بھی مانوس لگی کہ اس کی شکل کے ساتھ ساتھ اس کی آواز بھی مجھ سے خاصی ملتی تھی۔تاہم یہ اتفاق تھا کہ میں ابھی تک فہمی کے سامنے بولا نہیں تھا ورنہ ہوسکتا ہے فہمی کسی نہ کسی حوالے سے مجھے پہچان جاتی۔

میں نے بے دلی سے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور صوفے پر بیٹھ کر ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے۔

اتنے میں باتھ روم کا دروازہ کھلا اور خوشبو کا ایک جھونکا میرے دل و دماغ کو معطر کر گیا......میں نے چونک کر نظریں اوپر کیں......میرے سامنے احمد فراز کی غزل مجسم شکل میں کھڑی تھی اور میری طرف دیکھ کر مسلسل مسکرائے جا رہی تھی۔

''کس کا فون تھا؟......''اس نے خوشبو کی طرح میری پذیرائی کی''

میں خاموش رہا۔

''اوہو......جان یہ کیسا موڈ بنایا ہوا ہے' اب تو سب کچھ سنور چکا ہے' اتنی مصیبتوں کے بعد ہم لوگ دوبارہ ملے ہیں'یوں ناراض ہونا ہمیں زیب نہیں دیتا......کچھ تو بولوناں!!!''

خدا گواہ ہے کہ ''فہمی'' کے ساتھ رہتے رہتے میں خاصا ''وہمی'' ہو گیا تھا' اب بھی مجھے یہ وہم تھا کہ شائد اس کے دل کے کسی گوشے میں میرے لیے ایک پاؤ محبت چھپی ہو' تاہم یہ موقع بڑا نازک تھا' اگرچہ میں نے شاہ رخ کی آواز سن لی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ جیسے ہی میں نے اس کی نقل کرنے کی کوشش کی' اپنی موت مارا جاؤں گا' دل نے یہی سمجھایا کہ......''خاموشی اختیار کرو......جیسا کہ تم نے پہلے کی......تاکہ ذلیل ہونے سے محفوظ رہو۔''

''شاہ رخ پلیز...... its enough....i am crazy of you''

اتنی گاڑھی انگریزی سن کر میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے' حرام ہے جو'' I am '' کے علاوہ ایک لفظ بھی میرے پلے پڑا ہو......تاہم میں نے چالاکی کا عظیم ترین مظاہرہ کرتے ہوئے گردن دوسری طرف پھیر لی۔

"Ok....I think i am not able to love" فہمی نے گہری سانس لی۔

میری گردن بدستور دوسری طرف تھی اور میں پوری قوت سے یاد کر رہا تھا کہ یہ جملہ کون سے Tens

کا ہے...... لیکن بار بار یاد کرنے کے باوجود بھی کچھ یاد نہیں آ رہا تھا' حالانکہ ماسٹر صاحب کہا کرتے تھے کہ میں Tens بہت اچھے یاد کرتا ہوں' مجھے یاد ہے میں Tens کے حوالے سے ہمیشہ ماسٹر صاحب کو Tention میں ڈالا تھا' ایک دفعہ ماسٹر صاحب Present indefinat tens کی تعریف بتا رہے تھے کہ اس Tens کے آخر میں ''تا ہے...... تی ہے...... تے ہیں......'' وغیرہ آتا ہے۔ پھر انہوں نے مجھے کھڑا کیا اور کہنے لگے' اب تم اس ٹینس کا کوئی جملہ بناؤ......!!! میں نے جھٹ سے کہا...... ''میرے گھر میں ایک کتا ہے''

ماسٹر صاحب ہکا بکا رہ گئے...... تقریباً ایک گھنٹے کی شش و پنج کے بعد انہوں نے میرے جملے کو تسلیم کرنے کی بجائے کلاس کو چھٹی دے دی۔ ایک اور دفعہ کا واقعہ ہے جب ماسٹر صاحب Feuture indefinat tense پڑھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ جملے کے آخر میں ''گا...... گی...... گے'' آتا ہے۔ اِس بار انہوں نے پھر مجھے کھڑا کیا اور کوئی جملہ بنانے کو کہا......!!! میں نے کچھ سوچا اور زور سے بولا...... ''دولت' عزت اور شہرت ساتھ ساتھ ملے تو اسے کہتے ہیں سونے پہ سہاگا''

ماسٹر صاحب نے چونک کر میری طرف دیکھا...... عینک کے شیشے صاف کیے...... کچھ دیر سر کو کھجایا...... پھر منہ میں منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے باہر نکل گئے۔

''شاہ رخ...... خدا کے لیے کچھ بولو ورنہ میں مر جاؤں گی......'' فہمی کی آواز نے مجھے خیالات سے باہر نکالا اور میں نے چونک کر اس کی طرف چہرہ کیا۔ زیادہ دیر تک خاموش رہنا مشکوک بھی ہو سکتا تھا' میں نے فیصلہ کیا کہ کچھ الفاظ ادا کیے جائیں' یہ سراسر رسکی کام تھا' لیکن اب اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا...... میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا...... اسی لمحے سیٹھ کی آواز آئی!!!

''فہمی...... What is the time...... تم کدھر ہو......؟''

میرا من خوشی سے جھوم گیا...... سیٹھ کی منافق انگریزی سنے ایک عرصہ ہو گیا تھا' تاہم اِس وقت مجھے زیادہ پیار اس کی انگریزی پر نہیں بلکہ اس کی بروقت مداخلت پر آیا تھا۔ فہمی خوشی سے چلائی...... ''آ رہی ہوں ڈیڈی...... چلو جان...... ڈیڈی کیا سوچیں گے کہ نیا شادی شدہ جوڑا ہے اور

ابھی سے لڑائیاں شروع کر دیں......''

''میں نے سر جھکا لیا......''

فہمی کا قہقہہ نکل گیا......''پتا ہے جان......وہ تمہاری شکل والا منحوس کمالا بھی جب پریشان ہوتا تھا تو اسی طرح سر جھکا لیتا تھا......تم یقین نہیں کرو گے' اُس الو کے پٹھے نے ڈیڈی کے سامنے میرا کباڑا کروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی' وہ تو میں بات بات پر درمیان میں بول پڑتی تھی ورنہ ڈیڈی سب سمجھ جاتے۔ ارے ہاں یاد آیا......اب یہ ناراضی وغیرہ چھوڑو اور اپنے وکیل دوست سے مل کر کمالے کے دستخط کیے ہوئے کاغذ پر طلاق نامہ لکھواؤ......تا کہ وہ کمینہ دوبارہ کوئی حرکت نہ کر سکے۔ تمہیں پتا ہے میں نے کتنی مشکلوں سے تمہیں دوبارہ پایا ہے' میری خواہش ہے کہ ہم اپنی دوسری شادی بھی دھوم دھام سے منائیں......ٹھیک ہے ناں؟''اس نے میری ذلالت بارے مجھ ہی سے مشورہ مانگا۔

اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا' روتے ہوئے انسان کی آواز تو اکثر بدل ہی جایا کرتی ہے' تو پھر کیوں نہ یہ حربہ استعمال کیا جائے......یہ سوچتے ہی میری آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے......ڈرامہ باز تو میں پہلے سے تھا ہی......زور زور سے رونے لگا......''

فہمی تڑپ اٹھی......''شاہ رخ......اگر تم روئے تو میں بھی رو پڑوں گی......''

''نہیں......فہمی......تم مت رونا......'' میں نے روتے ہوئے آواز شاہ رخ جیسی بنانے کی کوشش کی۔ فہمی چونک اٹھی۔

☆☆☆

''شاہ رخ......تمہیں ٹمپریچر تو نہیں......؟''

میں گھبرا گیا...... پتا نہیں ٹمپریچر کسے کہتے تھے...... میں نے تو آج تک ''سٹریچر'' ہی سنا تھا......ٹمپریچر تو ہوا کا نوٹ کیا جاتا ہے' یہ میرا کیوں پوچھ رہی ہے......میں نے مزید روتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ جلدی سے میرے پاس ہوگئی اور میرے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا...... ''لیکن......تمہارا جسم تو ٹھنڈا ہے......''

اب میں سمجھا کہ ٹمپریچر' بخار کو بھی کہتے ہیں......لہذا جلدی سے مختصر الفاظ میں بولا......''آج ہی آرام آیا ہے......''

''اوہ......اسی لیے تمہارا گلہ بھی خراب ہے......چلو تم لیٹ جاؤ......شاباش......میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں......''

میرا دل بھر آیا...... یہ وہی فہمی تھی جس کے پیار کے ایک ایک پل کو میں ترستا تھا......آج قسمت نے اس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر مجھے اس کے اتنا قریب کر دیا تھا کہ میری ہر حرکت اسے پیاری لگ رہی تھی۔اس کی ڈاکٹر والی بات سن کر مجھے اطمینان ہوا' کم از کم اس طرح میں زیادہ بولنے کی زحمت سے بچ سکتا تھا' ورنہ جس طرح وہ مجھے سیٹھ کے پاس لے کر جانا چاہ رہی تھی' لامحالہ وہاں زبان کھولنا ضروری ہو جانا تھا۔

فہمی نے جلدی سے فون اٹھایا اور ڈاکٹر کو آنے کی تاکید کی۔ ڈاکٹر کا کلینک بھی شائد قریب ہی تھا' وہ دس منٹ میں پہنچ گیا اور مجھے ''ٹوٹی'' لگا کر چیک کرنے لگا۔ کافی دیر تک میرا معائنہ کرنے کے بعد اس نے گہرا سانس لیا اور کاغذ پر کچھ لکھ کر فہمی کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

''یہ کیا ہے ڈاکٹر صاحب؟'' فہمی بولی۔

''یہ کچھ ٹیسٹ ہیں...... بہت ضروری ہیں' ہو سکے تو آج ہی کروا لیجئے......''

میں ڈر گیا...... سنا تھا ''ٹیسٹ'' کا رزلٹ اگر ''پازیٹو'' آ جائے تو بڑی بدنامی ہوتی ہے۔ پتا نہیں یہ کس قسم کے ٹیسٹ تھے۔

''او کے...... ڈاکٹر صاحب' میں ابھی لیبارٹری کال کرتی ہوں'' فہمی نے کہا اور جلدی سے ایک اور نمبر گھمایا۔ میں حیران و پریشان نرم گرم بستر میں لیٹا ہوا تھا۔ ڈاکٹر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں لیبارٹری سے دو لوگ آ گئے جنہوں نے ہاتھوں میں ایک ایک سرنج پکڑی ہوئی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ میرے جسم سے خون سمیت مختلف چیزوں کے نمونے لیتے رہے اور پھر جیسے آئے تھے ویسے ہی پلٹ گئے۔ میں زندگی میں پہلی بار اتنے بڑے ڈاکٹر سے چیک ''ہو رہا'' تھا۔ یہ ٹیسٹ وغیرہ تو شائد ہمارے پورے خاندان میں سے کبھی کسی نے نہیں کروائے تھے۔ فہمی کی پہنچ کا اندازہ اس بات سے بھی ہو رہا تھا کہ نہ صرف ڈاکٹر مودب بیٹھا ہوا تھا بلکہ لیبارٹری والے بھی ایک گھنٹے کے اندر اندر ٹیسٹ رپورٹ لے کر آ گئے۔ اس دوران فہمی میرے سرہانے بیٹھی میرے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی اور میں ''عارضی جنت'' کے مزے لوٹتا رہا۔ سنا تھا کہ ہر انسان اپنے گناہوں کی سزا جہنم میں بھگت کر بالآخر جنت میں جائے گا' لیکن میں وہ عجیب انسان تھا کہ جو جنت کے مزے لوٹ کر جہنم میں دھکیلا جانے والا تھا۔

رپورٹ ہاتھ میں آتے ہی ڈاکٹر کے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھر آئے۔

''ڈاکٹر صاحب خیریت تو ہے ناں؟'' فہمی کھڑی ہو گئی۔

ڈاکٹر نے کچھ دیر خلاء میں گھورا پھر میری طرف غور سے دیکھا...... خدا گواہ ہے مجھے ایسا لگا جیسے وہ ابھی کہے گا کہ...... مبارک ہو...... تم باپ بننے والے ہو......''

''آپ ذرا میرے ساتھ باہر آیئے......'' اس نے فہمی کو اشارہ کیا اور فہمی پریشانی کے عالم میں اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔ میری چھٹی حس بیدار ہوگئی' میں نے جلدی سے چھلانگ لگائی اور دروازے کے قریب ہوتے ہوئے کان ان کی گفتگو کی طرف لگا دیے......!!!!

''سمجھ نہیں آتا کہ کیسے بتاؤں......'' ڈاکٹر کی آواز آئی۔

''پلیز ڈاکٹر...... پہیلیاں نہ بجھوائیں......'' فہمی غصے سے بولی۔

''ٹھیک ہے......تو پھر سنئے......آپ کے شوہر کو کینسر ہے......''

''کینسر......'' فہمی کی دبی دبی چیخ نکل گئی......اُدھر یہ جملہ سنتے ہی میری ٹانگیں کانپنے لگیں اور میں فرش پر ہی گر گیا۔

''جی ہاں......انہیں بلڈ کینسر ہے......اور اب یہ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک زندہ رہ سکتے ہیں......'' ڈاکٹر نے سر جھکا کر کہا۔

''نہیں ڈاکٹر......'' فہمی پاگل ہوگئی......''میرا شاہ رخ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا......''

میں تقدیر کی ستم ظریفی پر گنگ تھا......اُس کا شاہ رخ تو واقعی اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہا تھا......یہ تو میں تھا......کمالا......سب کا ٹھکرایا ہوا کمالا...... جسے زندگی بھی ٹھکرانے پر تل گئی تھی۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

''میں بے بس ہوں میڈم......اب تو خدا سے دعا ہی کی جا سکتی ہے......''

''شاہ رخ......'' فہمی تیزی سے اندر کی طرف بھاگی اور مجھے قالین پر گرے دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گئی۔

''شاہ رخ تم......تم نے......تم نے کچھ سنا تو نہیں......''

میری آواز بھرا گئی......''میں نے سب سن لیا ہے فہمی......اور اب تمہیں بھی حقیقت بتانا چاہتا ہوں......''

''نہیں......نہیں......کچھ کہنے کی ضرورت نہیں......میں تمہیں امریکہ لے جاؤں گی......ساری دنیا کے ڈاکٹروں کو بلا لوں گی......میں تمہیں نہیں مرنے دوں گی......'' وہ بلکتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ ڈاکٹر سر جھکائے کمرے سے نکل گیا۔

پتا نہیں یہ کیسا پیار تھا' کون سا لمحہ تھا......ہم دونوں ہی رو رہے تھے......اور سچے دل سے رو رہے تھے......دونوں کے رونے میں کوئی منافقت نہیں تھی۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور سیٹھ اندر داخل ہوا' ہمیں روتے دیکھ کر وہ چونکا اور تیزی سے ادھر بڑھا۔

''فہمی......داماد......کیا ہوا......کیا بات ہے......؟؟؟''

''فہمی نے روتے ہوئے چیخ ماری اور سیٹھ سے چمٹ گئی......''

''فہمی......بیٹے......کیا ہوا......جلدی بتاؤ...... I am very happy ....میں بہت پریشان ہوں......''

''ڈیڈی......شاہ رخ......شاہ رخ......کو......ڈیڈی......''

''ہاں ہاں......کیا ہوا میرے داماد کو......''سیٹھ نے جلدی سے سہارا دے کر مجھے اٹھایا۔

''ڈیڈی......شاہ رخ کو......کینسر ہے......بلڈ کینسر............''فہمی دیوانہ وار رو رہی تھی اور میں شاہ رخ کی قسمت پر ناز کر رہا تھا جسے اتنی چاہنے والی لڑکی مل رہی تھی۔

''کینسر............'' سیٹھ کی آنکھیں پھیل گئیں......''اوہ مائی گاڈ............یہ ......یہ کیسے پتا چلا......؟''

''ابھی ابھی ڈاکٹر نے بتایا ہے......ڈیڈی......وہ کہہ رہا تھا ......شاہ رخ......ایک ماہ سے زیادہ............''وہ بات مکمل ہونے سے پہلے ہی رونے لگی۔

''نہیں......نہیں بیٹی......میں تمہارا باپ ہوں اور شاہ رخ میرا داماد ہے......داماد تو بیٹے کی طرح ہوتا ہے......میں تمہاری خوشیوں کو مرنے نہیں دوں گا......میری ساری جائداد حاضر ہے......شاہ رخ کی زندگی کے لیے مجھے اپنی جان بھی دینی پڑے تو پیچھے نہیں ہٹوں گا......تم فکر نہ کرو......میں ابھی امریکہ جانے کا بندوبست کرتا ہوں......''سیٹھ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے......میں نے پہلی بار سیٹھ کو روتے ہوئے دیکھا تھا......کمرے کا ماحول سوگوار ہو گیا تھا......مجھے اس لمحے سیٹھ بہت پیارا لگا' اور شاہ رخ پر شدید غصہ آیا جو ٹوانہ کے ساتھ مل کر سیٹھ کو جان سے مارنے پر تل گیا تھا۔

''فہمی تم شاہ رخ کے ساتھ ہی رہو......میں ابھی امریکہ جانے کے انتظامات کرتا ہوں......میں بھی تم

لوگوں کے ساتھ چلوں گا......''سیٹھ یہ کہتے ہوئے آنکھیں صاف کرتا ہوا جلدی سے باہر نکل گیا۔
فہمی مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔میں نے بڑے آرام سے اسے علیحدہ کیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
''فہمی......اگر اس لمحے کوئی تمہیں تمہارا شاہ رخ لوٹا دے تو اسے کیا انعام دو گی؟''
وہ روتی ہوئی بولی......''شاہ رخ......اگر کوئی مجھے میرا شاہ رخ لوٹا دے تو میں ساری زندگی کے لیے اس کی نوکر بن جاؤں گی......میں ساری جائداد اسے دے دوں گی......میں ساری زندگی اس کی شکر گذار رہوں گی......''
''سوچ لو......''
''سوچنا کیسا شاہ رخ......مجھے میرے شاہ رخ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں......اس کے لیے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں......''

''اور اگر میں کہوں کہ کمالا تمہارے شاہ رخ کو بچا سکتا ہے تو پھر؟؟؟''
''کمالا......''وہ زور سے چونکی......''وہ......وہ کیسے میرے شاہ رخ کو بچا سکتا ہے......''
''فہمی......کبھی کبھی زہر بھی تریاق بن جاتا ہے......تم یہ بتاؤ اگر کمالا تمہارا شاہ رخ تمہیں واپس دلا دے تو تم اسے کیا دو گی''
اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی......''میں......میں اس کے پاؤں پکڑ لوں گی......ساری دولت اسے دے دوں گی......لیکن وہ کیسے تمہیں بچا سکتا ہے......خدا کے لیے کچھ تو بتاؤ......؟؟؟''

''خدا کے بعد وہی تمہارے شاہ رخ کو بچا سکتا ہے......فہمی......''میری آنکھیں بھر آئیں۔
''شاہ رخ......بلالو کمالے کو......کہاں ہوگا وہ اس وقت......میں ابھی اس کو تلاش کرواتی ہوں......''
''تلاش کروانے کی ضرورت نہیں......''
''کیوں......؟''
''وہ تمہارے سامنے ہی بیٹھا ہے......'' میں نے گردن جھکا دی۔

ایک لمحے کے لیے تو فہمی گنگ رہ گئی......اس کا چہرہ بالکل بت کی طرح سپاٹ ہو گیا تھا......کچھ دیر وہ اسی کیفیت میں رہی' پھر آہستہ آہستہ اٹھی اور دو قدم دور جا کر کھڑی ہو گئی۔ غالباً ساری بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی......اس کا چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا......اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وحشیوں کی طرح مجھ پر حملہ کر دیا......میں قالین پر سر جھکائے بیٹھا تھا اور وہ میرے منہ پر مسلسل تھپڑ مار رہی تھی......''تم......حرام زادے......الو کے پٹھے......کمینے......کتے......تمہاری جرات کیسے ہوئی شاہ رخ بن کر میرے گھر آنے کی...... بے غیرت انسان......تم نے کیسے مجھے چھوا......میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گی......ذلیل ......'' وہ دیوانہ وار مجھے پیٹ رہی تھی......اسی دیوانگی میں اس نے بیڈ کے سرہانے پڑا پانی کا جگ اٹھایا اور میرے سر میں دے مارا......ایک چھناکے کی آواز آئی اور جگ کے ساتھ ساتھ میرا سر بھی پھٹ گیا......خون بھل بھل کرتا ہوا میرے چہرے پر پھیل گیا......فہمی کا پاگل پن ابھی بھی ختم نہیں ہوا تھا......وہ چلاتی جا رہی تھی اور چیزیں اٹھا اٹھا کر مجھے مار رہی تھی......میں اپنا بچاؤ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے سکون سے خون میں لت پت بیٹھا رہا......سارا قالین میرے خون سے گیلا ہو رہا تھا......میرے لیے اس تکلیف کی کوئی اہمیت نہیں تھی......میں نے فہمی کا تھوڑی دیر کا پیار پا لیا تھا......میرے لیے یہی زندگی کا حاصل تھا......اب وہ مجھے گولی بھی مار دیتی تو میں کبھی شکوہ نہ کرتا۔

''میں تمہیں مار ڈالوں گی......نہیں چھوڑوں گی تمہیں......تم کون ہوتے ہو میرے جذبات سے کھیلنے

والے......''اس نے غصے سے ہانپتے ہوئے میز اٹھا کر مجھ پر دے مارا۔تکلیف کی شدت سے میں الٹ کر گرا' لیکن کوئی آواز نکالنے سے گریز کیا۔

اس کی دیوانگی کچھ کم ہوئی تو وہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی......اس کے سارے بال بکھر گئے تھے' اور چہرے پر میرے لیے عجیب سی نفرت پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے گرے گرے تھوڑا سا چہرہ اوپر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔اس نے نفرت سے ایک ٹھوکر میرے منہ پر لگائی۔

''میری طرف دیکھا تو آنکھیں پھوڑ دوں گی......نکل جاؤ یہاں سے......غلیظ انسان......دفع ہو جاؤ......ورنہ کتے کی موت مارے جاؤ گے......'' وہ پوری قوت سے چلائی۔شائد سیٹھ بنگلے میں نہیں تھا اسی لیے اندر سے کوئی ردعمل نہیں آیا۔

میں بمشکل اٹھا......لڑکھڑاتا ہوا دروازے تک پہنچا......میرا ایک ہاتھ سر پر تھا جس میں سے برابر خون بہے جا رہا تھا۔مجھ پر نقاہت طاری ہوئی جا رہی تھی اور میں کسی بھی وقت بے ہوش ہو سکتا تھا۔ میں نے کانپتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا......سیڑھی پر پہلا قدم رکھتے ہی مجھے زور سے چکر آیا اور میں نے اپنے آپ کو گھومتے ہوئے محسوس کیا......اسی لمحے فہمی کے تھوکنے کی آواز میرے کانوں میں آئی اور میرا پیر سیڑھیوں سے پھسل گیا۔

میں سیڑھیوں سے قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے گرا اور پھر مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔

☆☆☆

آنکھ کھلنے پر معلوم ہوا کہ میں ہسپتال میں ہوں اور میرے جسم پر مختلف جگہ پٹیاں لپٹی ہوئی ہیں۔جانی اور شریفاں میرے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر شریفاں تیزی سے میرے اوپر جھکی اور میرے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بولی!!!

''اللہ کا شکر ہے تجھے ہوش آ گیا......زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟''

جانی بھی تیزی سے سیدھا ہوا......''میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں......''

''نہیں جانی......رہنے دے یار......ہوش میں آ گیا ہوں تو ڈاکٹر کو بلانے کی کیا ضرورت......'' میں

کراہا۔

”ابے ڈاکٹر نے کہا تھا جیسے ہی یہ ہوش میں آئے مجھے بلا لینا......“

میں نے جانی کی بات پر دھیان دینے کی بجائے اپنے بیڈ اور اُس کمرے کی حالت پر غور کیا جہاں میں لیٹا ہوا تھا' یہ کمرہ خاصا مہنگا لگ رہا تھا' لیکن اتنا زیادہ خرچہ کس نے افورڈ کیا؟......میں نے جانی سے پوچھا۔ جواب میں جانی نے بتایا کہ میرے جانے کے بعد وہ بھی میرے پیچھے پیچھے سیٹھ کے گھر پہنچ گئے تھے' تاہم جب میں سیڑھیوں سے گرا تو انہوں نے جلدی سے چوکیدار کی مدد سے مجھے رکشے میں ڈالا اور یہاں لے آئے' ہسپتال کا عملہ انہیں غریب اور معمولی سمجھ کر کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا' تاہم اسی دوران سیٹھ بھی پہنچ گیا اور اسی کے حکم پر یہ مہنگا کمرہ مجھے الاٹ ہوا تھا۔

”سیٹھ......سیٹھ کو پتا ہے کہ میں یہاں ہوں؟“ میں چونکا۔

”ہاں......!“ شریفاں بولی......”تمہارے علاج کے سارے اخراجات وہی برداشت کر رہا ہے......“

”تو کیا وہ ابھی تک مجھے اصلی شاہ رخ سمجھ رہا ہے......؟“

شریفاں کچھ سوچتے ہوئے بولی......”یہ تو پتا نہیں کہ وہ یہ سب کیوں کر رہا ہے' لیکن وہ ڈاکٹروں سے کہہ رہا تھا کہ میرے داماد کو ہر حال میں بچنا چاہیے......“

میں نے مزید کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ یکدم دروازہ کھلا اور پریشان چہرہ لیے سیٹھ اندر داخل ہوا...... مجھے ہوش میں دیکھتے ہی وہ تیزی سے میرے قریب آ گیا۔ شریفاں اور جانی اٹھ کر ایک طرف ہو گئے۔ سیٹھ نے آگے بڑھ کر میرے ماتھے کو چوما اور میرے سرہانے بیٹھتے ہوئے بولا......”I am relax' میں سخت ٹینشن میں ہوں......“

میں نے کراہنے کے باوجود ایک ٹھنڈی آہ بھری لیکن خاموش رہا۔

”تمہیں کیا ہوا تھا بیٹے......؟“

”کچھ نہیں انکل......سیڑھیوں سے پیر پھسل گیا تھا......“

”لیکن تمہارا خون تو فہمی کے کمرے میں بھی بکھرا ہوا ہے......“ سیٹھ نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

میں گھبرا گیا......اس سوال کی تو میں نے تیاری ہی نہیں کی تھی، تاہم شریفاں نے حیرت انگیز طور پر عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً کہا...... ''سیٹھ صاحب! یہ جب سیڑھیوں سے گرے تھے تو ہم انہیں اٹھا کر پہلے فہمی بی بی کے کمرے میں لے گئے تھے، بعد میں جب رکشہ آیا تو ہسپتال لائے......''

''اوہ......'' سیٹھ نے گہرا سانس لیا، پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا...... ''ویسے بیٹے......ایک بات پوچھوں، سچ سچ بتانا......''

مجھے پسینہ آ گیا......شریفاں اور جانی بھی ٹھٹھک گئے۔

''جی پوچھیے......''

سیٹھ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا......لیکن پھر چپ کر گیا اور شریفاں اور جانی کی طرف دیکھا۔

میں نے دونوں کو اشارہ کیا اور وہ چپ چاپ کمرے سے باہر نکل گئے۔

''کیا فہمی سے تمہاری کوئی لڑائی ہوئی ہے؟'' سیٹھ نے آہستہ آواز میں پوچھا۔

''لڑائی............نن......نہیں انکل......''

''سوچ لو......''

''سوچ لیا......''

''پھر سوچ لو......''

''پھر سوچ لیا......''

''اگر ایسی بات ہے تو وہ ہسپتال تمہارا پتا کرنے کیوں نہیں آئی......اس نے تمہیں خود اپنی گاڑی میں ہسپتال کیوں نہیں پہنچایا......اس کے کمرے کی چیزیں کیوں ٹوٹی ہوئی ہیں؟؟؟''

میں نے پسینے میں شرابور ہوتے ہوئے جواب دیا...... ''وہ......اصل میں انکل، فہمی میرے کینسر کا سن کر ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی......بس اسی حالت میں......''

''لیکن اب تو وہ بالکل ہوش میں ہے......اس کے باوجود میرے ساتھ ہسپتال آنے کے لیے تیار نہیں ہوئی......''

میں گڑبڑا گیا...... ''ہوسکتا ہے......اس......کی......حالت ابھی......بھی......ٹھیک نہ ہوئی ہو......''

''دیکھو داماد......میں احمق لگتا ضرور ہوں' لیکن ہوں نہیں......فہمی میری بیٹی ہے' میں اس کی ساری رمزیں جانتا ہوں' ضرور کوئی نہ کوئی بات ہے جو تم لوگ مجھ سے چھپا رہے ہو......''

''نہیں انکل......ایسی تو کوئی......''

''دیکھو......داماد بیٹے سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے......تمہارے کینسر کے علاج کے لیے میں نے تمہارے نام کا 2 کروڑ کا چیک فہمی کو دے دیا ہے' امریکہ کی ٹکٹ وغیرہ اس کے علاوہ ہے' ویسے تو میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گا لیکن میری خواہش ہے کہ یہ سارے پیسے فہمی کے ہاتھ میں ہی رہیں تاکہ کسی موقع پر وہ مجھ سے مانگتے ہوئے جھجک محسوس نہ کرے۔''

یہ سنتے ہی میں غصے سے کانپنے لگا......فہمی نے کتنی چالاکی سے دو کروڑ کا چیک حاصل کر لیا تھا اور سارا احسان میرے کھاتے میں پڑ رہا تھا۔ مجھے سیٹھ پر بہت پیار آیا' وہ واقعی ایک اچھا انسان تھا جسے اپنی دولت سے نہیں' اپنی اولاد سے......اپنے رشتوں سے پیار تھا۔ مجھ سے مزید جھوٹ بولنا مشکل ہو رہا تھا' وقت آ گیا تھا کہ سیٹھ کو ساری تفصیل بتا دی جائے۔

''انکل......'' میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا......''میں آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں......''

سیٹھ چونک گیا...... ''ہاں ہاں......یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ آخر کیا بات ہے......''

''یہ تو آپ کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ میری زندگی کتنی تھوڑی رہ گئی ہے......''

'' Welcome......بکواس نہ کرو......اللہ تمہیں میری عمر بھی لگائے......''

''پلیز انکل......بلاوجہ دو سال مزید زندہ رہنے کی دعا نہ دیجئے......میں موت سے بہت ڈرتا ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے آپ کو سب کچھ بتا جاؤں تاکہ دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے......''

''میں ہرگز تمہاری بات نہیں سنوں گا......اگر بات سنانی ہے تو پہلے زندگی کی باتیں کرو......روشنی کی باتیں کرو......تم دیکھنا جیسے ہی تم امریکہ سے واپس آؤ گے تمہارا سارا کینسر ختم ہو چکا ہوگا......''

''میرا کینسر تو تب ختم ہو گا جب میں آپ کو ہر بات سچ سچ بتا دوں گا......''

'' I am sleeping میں سن رہا ہوں......''

''انکل......سچ سچ بتایئے گا......آپ کو اپنی بیٹی سے کتنا پیار ہے''

سیٹھ کا بھیانک قہقہہ نکل گیا...... ''بھئی تم سے زیادہ نہیں......''

میں نے کمرے میں پڑی ہوئی چیزوں کو ایک نظر دیکھا اور اندازہ لگانے لگا کہ جب میں سیٹھ کو سچ بتاؤں گا تو وہ پہلے میرے سر میں گلدان مارے گا یا گلاس......!!! اگر گلدان مارا پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر گلاس مارا تو دو باتیں ہوں گی' یا میرا سر پھٹ جائے گا' یا گلاس ٹوٹ جائے گا......اگر گلاس ٹوٹ گیا' پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر میرا سر پھٹ گیا تو دو باتیں ہوں گی......یا تو میں مر جاؤں گا' یا مزید زخمی ہو جاؤں گا اور بے ہوش ہو جاؤں گا۔ اگر تو بے ہوش ہو گیا پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر مر گیا تو دو باتیں ہوں گی......یا تو سیٹھ میری لاش گھر والوں کے حوالے کر دے گا' یا جنگل میں پھینکوا دے گا......اگر تو گھر والوں کے حوالے کر دی پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر جنگل میں پھینکوا دی تو دو باتیں ہوں گی......یا مجھے گدھ چاٹ جائیں گے' یا کمیٹی والے اٹھا کر لے جائیں گے......گدھ چاٹ گئے' پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر کمیٹی والے لے گئے تو دو باتیں ہوں گی......یا وہ مجھے دفنا دیں گے' یا میرا کیمیکل بنا دیں گے......دفنا دیا تو ٹھیک ہے لیکن اگر کیمیکل بنا دیا تو دو باتیں ہوں گی......یا تو مجھے کسی تیزاب میں استعمال کیا جائے گا......یا کسی صابن میں......تیزاب میں استعمال کیا پھر تو ٹھیک ہے......لیکن اگر صابن میں استعمال کیا تو دو باتیں ہوں گی......یا یہ صابن مرد استعمال کریں گے......یا عورتیں......اگر مردوں نے استعمال کیا پھر تو ٹھیک ہے......لیکن اگر......اوئی اللہ......میں شرم سے سرخ ہو گیا...... ''ہرگز نہیں......ہرگز نہیں......'' میں نے جلدی سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

''کیا ہوا......'' سیٹھ گھبرا گیا۔

''براہ کرم مجھے مردانہ استعمال میں لایا جائے......'' میں چلایا۔

''کیا مطلب......'' سیٹھ کی آنکھیں پھیل گئیں اور مجھے ہوش آ گیا کہ میں کہاں پر ہوں۔ سیٹھ کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں حیرت سے مجھے گھور رہا تھا۔

”بس ......سوری انکل ......ویری سوری......“

”لگتا ہے تمہارے سر پر گہری چوٹ آئی ہے......“سیٹھ نے تاسف کا اظہار کیا۔

”نہیں انکل...... چوٹ سر پر نہیں دل پر لگی ہے......“میں نے آہ بھری

”اوہ......پھر تو فوراً ”سی این جی“ ......ہونی چاہیے......“سیٹھ چونکا۔

”سی این جی......“میں بھی چونکا...... ”کیا ہسپتالوں میں بھی گیس سٹیشن کھل گئے ہیں......؟“

”اوہ سوری داماد......میرا مطلب تھا ”ای سی جی“ ہونی چاہیے......“

”اب کسی چیز کی ضرورت نہیں انکل......بس آپ میری پوری بات تسلی سے سن لیں......“

”بیٹے میں سن رہا ہوں...... بولو......“

میں نے پوری توجہ اپنی بات کی طرف کی اور بسمہ اللہ پڑھ کر شروع ہوا......”انکل! پتا نہیں آپ میری بات سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں لیکن یہ سچ ہے کہ میں آپ کا داماد ہوں بھی اور نہیں بھی......“

سیٹھ بے ہودہ انداز میں ہنس پڑا...... ”یہ کیا بات ہوئی بھلا؟“

”میں سچ کہہ رہا ہوں انکل......میں ایک محلے......“

”السلام علیکم......“ میری بات درمیان ہی میں رہ گئی اور یکدم دروازہ کھلا‘ میری روح فنا ہوگئی‘ ٹوانہ مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے مسکراتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔سیٹھ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ابھر آئے۔

”تم ......کیوں آئے ہو یہاں......؟“

”بھائی جان...... بات ہی کچھ ایسی تھی کہ مجھے آنا پڑا......“ٹوانہ نے مجھے دیکھ کر آنکھ ماری اور میں شش و پنج میں پڑ گیا‘ میرا دماغ کہہ رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور گڑ بڑ ہے۔

”بولو...... کتنے پیسے چاہئیں اس بار......“سیٹھ غصے سے بولا۔

”نہیں نہیں بھائی جان......میں پیسے لینے نہیں آیا بلکہ آپ کو خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ میرے دورے ٹھیک ہوگئے ہیں......اب میں کبھی پیسے مانگنے نہیں آیا کروں گا......“

میرے ساتھ ساتھ سیٹھ بھی بری طرح چونکا......ٹوانہ جیسے چالاک اور شاطر آدمی کے منہ سے اس قسم

کا جملہ نکلنا گویا ایٹم بم کے برابر تھا۔ سیٹھ نے کچھ دیر اس کی آنکھوں میں گھورا' پھر سپاٹ لہجے میں بولا......''پھر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کر رہے ہو......''

ٹوانہ آگے بڑھا اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا......''اس کنجر کی قسم......میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں'' اُس نے مجھے ایسے کنجر کہا جیسے کسی کو 'جناب'' کہا جاتا ہے۔

''علمدار...... Be happy......حد میں رہو......'' سیٹھ پوری قوت سے چیخا۔

ٹوانے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی......اس نے میرے بالوں میں انگلیاں پھیرنا شروع کیں اور پھر سختی سے میرے بال جکڑ لیے۔

''بھائی جی......معافی چاہتا ہوں اس کو کنجر کہہ دیا......حالانکہ یہ تو بھنگی ہے......''

میں اس کے ہاتھوں میں جکڑے بالوں تلے کسمسا رہا تھا' پتا نہیں کیا انقلاب برپا ہو گیا تھا' ٹوانہ کی حالت دیکھ کر میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس کا منہ نوچ لوں لیکن مجبوری تھی کہ میں بستر علالت پر تھا ورنہ......ورنہ......(آپس کی بات ہے......ورنہ میں نے کیا کر لینا تھا)

''چھوڑو اسے......کمینے انسان...... I will kiss you......میں تمہیں گولی مار دوں گا......''سیٹھ نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

''ہاہاہاہاہاہاہاہاہا'' ٹوانہ نے ایک قہقہہ لگایا اور ایک ایک لفظ چبا کر بولا......''بھائی صاحب......ایک غیر بندے کے لیے اتنا غصہ اچھی بات نہیں......''

''غیر......کون غیر...... He is my Brother......یہ میرا داماد ہے......''

''ہاہاہاہاہاہاہا......کون داماد......یہ......یہ آپ کا داماد نہیں ہے......یہ بہروپیا ہے......اس کا نام کمالا ہے......اور یہ ایک غلیظ ترین محلے میں رہتا ہے......''

''علمدار......''سیٹھ کانپنے لگا۔

''تسلی سے بات سنیں بھائی جی......میں غلط نہیں کہہ رہا......''

''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس بات کا......؟؟؟''

''ثبوت......ثبوت میں ساتھ لایا ہوں......''

میں گھبرا گیا......!!!

''کہاں ہے......ثبوت......؟''سیٹھ گرجا۔

''یہ لیجئے......آ جاؤ بھئی......''ٹوانہ نے آواز دی اور دروازہ کھلتے ہی جو شکل نظر آئی اسے دیکھ کر میرا دماغ بھک سے اڑ گیا......دروازے میں سے ہو بہو میں اندر داخل ہو رہا تھا۔میں ہونق بنا اسے دیکھتا رہ گیا......سیٹھ تو جیسے بت بن گیا......اس کی آنکھوں میں بے یقینی رقصاں تھی اور چہرے کا رنگ بالکل سفید ہو گیا تھا' وہ کبھی مجھے دیکھتا اور کبھی میرے ہم شکل کو۔

''یہ......یہ......''

''جی انکل......میرا نام شاہ رخ ہے......میں ہی آپ کے گھر میں رہتا رہا ہوں' یہ فراڈیا میرا ہم شکل ہے اور اس نے اسی بات کا فائدہ اٹھا کر آپ کے سامنے اپنی بیماری کا بہانہ بنا کر دو کروڑ ہتھیانے کی کوشش کی تھی' اگر میں بروقت نہ پہنچ جاتا تو اس نے دو کروڑ لے کر فرار ہو جانا تھا......''

سیٹھ گنگ کھڑا تھا......اور عین اسی لمحے فہمی بھی اندر داخل ہوئی۔

''شاہ رخ ٹھیک کہہ رہے ہیں ڈیڈی......اس فراڈیے نے ہماری زندگی کو تباہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اب اسے اس کے انجام سے کوئی نہیں بچا سکتا......''

ٹوانہ بولا......''بھائی صاحب! دیکھا آپ نے......میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ فراڈیا ہے لیکن آپ نے میری بات پر ذرا بھی دھیان نہیں دیا' اب بھی وقت ہے اسے پولیس کے حوالے کریں اور اپنے اصلی داماد کو سینے سے لگائیں......''

''جی انکل......اور یہ لیجئے دو کروڑ کا چیک......کیونکہ میں آپ کا داماد ہوں اور مجھے کوئی کینسر نہیں......''

میں نے خود کو آسمان سے زمین پر گرتے ہوئے محسوس کیا......ان سب کی آوازیں مجھے کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں......سارا کھیل بدل گیا تھا......میں سچا ہونے کے باوجود مکمل طور پر جھوٹ کے جال میں پھنس گیا تھا' مجھے یوں لگا جیسے میری زبان بند ہو رہی ہے......مجھے ایمرجنسی الہام ہوا کہ میری علالت حسبِ روایت ذلالت میں تبدیل ہوا چاہتی ہے۔سیٹھ آنکھیں پھاڑے

سب کی باتیں سن رہا تھا...... پھر وہ پاس پڑی کرسی پر گر گیا اور اشارے سے پانی مانگا۔

فہمی دوڑ کر گئی اور پانی کا گلاس بھر کر لے آئی۔ سیٹھ نے ایک ہی سانس میں پانی چڑھا لیا اور کچھ دیر سر نیچے کیے بیٹھا رہا۔ میرا رواں رواں کانپ رہا تھا۔ فہمی، شاہ رخ اور ٹوانہ طنزیہ انداز میں مسکرا رہے تھے۔

ٹھیک دو منٹ تک سیٹھ اسی طرح بیٹھا رہا...... پھر اس نے ایک جھٹکے سے چہرہ اوپر کیا...... اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔

''کمینے...... میں تیرا وہ حشر کروں گا کہ تیری نسلیں تک کانپ جائیں گی...... تو نے ابھی تک سیٹھ خوبصورت کا پیار ہی دیکھا ہے، آج میں تجھے دکھاؤں گا کہ غیرت کا سوال آ جائے تو سیٹھ کتنا ہولناک ثابت ہوتا ہے۔'' اُس نے مجھے منہ دے دبوچ لیا۔ درد کے مارے میری چیخیں نکل گئیں لیکن اب میری چیخوں کی کسے پرواہ تھی۔ سیٹھ نے مجھے واپس بیڈ پر دھکا دیا اور تیزی سے اپنا موبائل نکال لیا۔ میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اُس نے نمبر ملایا اور لائن ملتے ہی پھنکارا!!!

''ڈی آئی جی سے بات کراؤ......''

فہمی بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہی تھی، اصلی شاہ رخ ٹوانے کے کندھے سے کندھا ملائے کھڑا تھا اور ٹوانے کی آنکھوں سے ہمیشہ کی طرح شیطانیت چمکتی نظر آ رہی تھی۔ میرے لیے واپسی کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ اب کی بار میں نے سوچ لیا تھا کہ کوئی بھاگ دوڑ نہیں کروں گا، بہت ہو چکا تھا، یہ ٹھیک ہے کہ سیٹھ کو جو کچھ بتایا گیا تھا وہ جھوٹ تھا، لیکن بہرحال ایک بات کا مجھے اطمینان تھا کہ جیسے بھی ہوا، کم از کم سیٹھ کو یہ تو پتا چل گیا کہ میں شاہ رخ نہیں ہوں، لیکن ایک فکر مجھے اب بھی کھائے جا رہی تھی، جانی نے بتایا تھا کہ شاہ رخ اور ٹوانہ سیٹھ کی جان کے درپے ہو رہے ہیں، تو کیا اب وہ سیٹھ کو چھوڑ دیں گے؟ میرے خیال میں تو اب انہیں سیٹھ کو کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا کیونکہ ساری گیم ان کے حق میں جا رہی تھی اور سیٹھ کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اب وہ اصلی شاہ رخ کے لیے وہ سب کر گزرے گا جو کبھی میرے لیے کرنا چاہتا تھا۔

''میں سیٹھ خوبصورت بات کر رہا ہوں...... جی جی...... ذرا ایسا کیجیے کہ فوری طور پر سپیشل سکواڈ

بھجوائیے‘ میں نے ایک فراڈیے کو گرفتار کروانا ہے......جی......میں انتظار کر رہا ہوں‘‘ سیٹھ نے فون بند کر دیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

ٹوانہ آگے بڑھا......’’ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں......میری مانیں تو پولیس کو رہنے ہی دیں......اسے میرے حوالے کر دیں‘ مجھے اس کی بڑی ضرورت ہے‘‘ ٹوانے نے ایسے کہا جیسے اُس نے مجھے پیس کر خارش کی دوائی بنانی ہو۔

’’نہیں علمدار...... یہ تمہارا نہیں پولیس کا کیس ہے‘ میں اس کی ٹانگیں تڑوا دوں گا‘ یہ موت مانگے گا لیکن اسے موت نہیں ملے گی......ایسے فراڈیوں کی وجہ سے ہی شریف گھرانے تباہ ہوتے ہیں......‘‘

پھر وہ شاہ رخ کی طرف مڑا......’’ Shame for you ......مجھے تم پر فخر ہے کہ تم نے میرے داماد ہونے کا حق ادا کر دیا‘ میں پہلے دن سے ہی تم سے بہت متاثر ہوں‘ تم نے نہ صرف میرا دیوان پوری توجہ سے سنا بلکہ ہر قدم پر مجھے مفید مشوروں سے بھی نوازا‘ لیکن مجھے یہ تو بتاؤ کہ یہ اچانک تمہارا ہم شکل فراڈیا درمیان میں کہاں سے وارد ہو گیا......کیا یہ کافی دنوں سے میرے گھر میں رہ رہا تھا......؟؟؟‘‘

’’نہیں انکل......‘‘ شاہ رخ نے معصومیت سے کہا......’’یہ تو جب میری اور فہمی کی آپس میں ناراضی ہوئی تو اسی بات کا فائدہ اٹھا کر گھر میں گھس آیا اور فہمی سمجھی کہ یہ میں ہی ہوں‘‘

’’ just like a Tiger خنزیر نہ ہو تو......‘‘ سیٹھ نے میری طرف دیکھ کر نفرت سے زمین پر تھوکا۔

’’بھائی جی......میرے سے اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کر دیجیے......ہم لاکھ بُرے سہی لیکن ہیں تو ایک خون......‘‘

’’ہاں ڈیڈی......چاچو بہت اچھے ہیں‘ یہ نہ ساتھ دیتے تو پتا نہیں یہ فراڈیا میرے ساتھ کیا کچھ کر گذرتا......‘‘ فہمی ٹوانے سے لپٹ گئی۔

میں نے دل ہی دل میں ٹھنڈی آہ بھری......واقعی وہ ٹھیک کہہ رہی تھی‘ اگر ٹوانہ نہ ہوتا تو میں نے پتا نہیں اس کے ساتھ کیا کر گذرنا تھا......‘‘

سیٹھ نے ایک ہنکارا بھرا اور پھر خاموشی سے پائپ سلگا لیا......اس کی ہر ہر حرکت سے اضطراب نمایاں تھا' ظاہری بات ہے وہ بیٹی کا باپ تھا' غصہ اس کا حق تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔ مجھے یوں بیڈ پر آڑھا ترچھا گرا دیکھ کر وہ چونک گیا۔

''آپ......آپ اس طرح کیوں لیٹے ہیں......آپ کو چوٹ لگی ہے' براہ کرم سیدھے لیٹیں......ٹانکے کھل جائیں گے......''

''ٹانکے تو اس کے تھانے جا کر کھلیں گے ڈاکٹر صاحب......'' ٹوانہ گرجا۔

''تھانے......کیا مطلب؟''

''او جناب یہ فراڈیا ہے......چور ہے......ڈاکو ہے......لٹیرا ہے......'' ٹوانہ تیزی سے بولا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہا ہے ڈاکٹر......'' سیٹھ نے مختصراً کہا۔

ڈاکٹر حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا' تاہم اس نے اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کی اور خود کو قدرے سنبھالتے ہوئے بولا......''لیکن سیٹھ صاحب! آپ ہی نے تو اسے وارڈ کی بجائے اتنے مہنگے کمرے میں رکھا ہے......''

'' You are wrong تم ٹھیک کہہ رہو ڈاکٹر......لیکن یہ میری غلطی تھی' میں اسے اپنا داماد سمجھتا رہا جبکہ یہ تو فراڈیا نکلا......''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن جب تک یہ ہسپتال میں ہے ہمارا مریض ہے اور ہم مریض کی دیکھ بھال کے ذمہ دار ہیں......''

فہمی تلملا گئی......''کمال ہے......اب آپ ایک فراڈیے کی حمایت کریں گے''

ڈاکٹر مڑا......''یہ یقیناً فراڈیا ہو گا لیکن اس وقت تو مریض ہے ناں......''

میں ڈاکٹر کی فرض شناسی پر عش عش کر اٹھا' ایسے ڈاکٹر تو آج کل فلموں میں بھی نہیں ملتے' میں نے خلوص دل سے ڈاکٹر کی ترقی کے لیے دعا کی......!!!

''تو ٹھیک ہے......اگر یہ مریض ہے تو آپ اسے ٹھیک کیجیے' لیکن ذہن میں رہے کہ میں اس کے اخراجات سے دستبردار ہو رہا ہوں......'' سیٹھ نے کش لگایا۔

ڈاکٹر چونک اٹھا......"یہ...... یہ کیا بات ہوئی...... یہ پرائیویٹ ہسپتال ہے......فارم پر آپ کے دستخط موجود ہیں......"

"بالکل ہیں......اور میں اب تک کے اخراجات بھی دوں گا......لیکن آگے کا جو خرچہ ہوگا وہ آپ کے اپنے ذمے ہوگا...... میں ایک سرنج تک کے پیسے نہیں دوں گا......"

"تم اپنا خرچہ خود افورڈ کر سکتے ہو؟" ڈاکٹر نے مجھ سے پوچھا۔

"اللہ پاک کی قسم بالکل بھی نہیں......" میں نے جلدی سے سر ہلایا۔

ڈاکٹر نے گہرا سانس لیا اور وارڈ بوائے کو آواز دی...... میں سمجھ گیا کہ وہ بے چارہ مجھے مجبوراً پرائیویٹ کمرے کی بجائے وارڈ میں شفٹ کروانا چاہ رہا ہے' کتنا رحم دل ڈاکٹر تھا وہ۔

وارڈ بوائے تیزی سے اندر آیا......"جی سر......"

ڈاکٹر نے میری طرف اشارہ کیا......"اسے اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دو......"

☆☆☆

میں بوکھلا گیا...... جسے میں رحمت کا فرشتہ سمجھ رہا تھا وہ کم بخت بھی دنیا دار نکلا...... یہ ڈاکٹر ہوتے ہی ایسے ہیں' پیسے کے پجاری۔ وارڈ بوائے حکم کی تعمیل میں میری طرف بڑھا ہی تھا کہ میں نے جلدی سے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا' شاہ رخ بول پڑا...... ''اسے اٹھانے کی ضرورت نہیں' اس مقصد کے لیے پولیس آتی ہی ہوگی......''

''السلام وعلیکم......'' دروازے سے داروغہ جہنم کی آواز ابھری اور مجھے چکر آ گیا...... میں نے کن اکھیوں سے دیکھا' وہی ظالم تھانیدار چھ سات سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہو رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر شاہ رخ پر پڑی اور اس کا منہ بن گیا' اس نے ایک جھٹکے سے شاہ رخ کی گردن پکڑ لی...... ''کیوں اوئے مردود...... کھل گیا ناں تیرا راز...... میں تو پہلے دن ہی پہچان گیا تھا کہ تیرے جیسا خبیث فراڈ یا کسی بڑے چکر میں ہے......''

فہمی غصے میں آ گئی...... ''چھوڑیں...... چھوڑیں اسے...... یہ میرا شوہر ہے......''

تھانیدار نے حیرت سے آنکھیں مٹکائیں...... ''سبحان اللہ...... یعنی میڈم آپ ابھی بھی اس لدھڑ کے حق میں بول رہی ہیں......''

اِدھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اُدھر میں بیڈ پر سکڑتا جا رہا تھا' مجھے پتا تھا بس اب کیمرہ کسی بھی وقت اپنا رخ میری طرف کر سکتا ہے۔ تھانیدار پوری طرح شاہ رخ پر گرم ہو رہا تھا اور عین اسی لمحے فہمی نے اسے

آ گاہ کیا کہ مرکزی کردار اُدھر بیڈ پر ہے۔ تھانیدار نے چونک کر میری طرف دیکھا......اپنی آنکھوں کو ملا......پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا قریب آ گیا۔تھوڑی دیر مجھے ''الٹ پلٹ'' کر دیکھتا رہا......پھر اپنی جیب میں ہاتھ مار کر ایمبیسی کا سگریٹ نکالا اور سلگا کر ایک لمبا سا کش لیا۔میں بخوبی محسوس کر سکتا تھا کہ اگر اس نے زوردار تھپڑ رسید کیا تو گونج کم از کم 100 گز تک جائے گی۔

''تم وہی ہو جسے میں نے گلی نمبر 3 سے گرفتار کیا تھا......؟؟؟'' اس نے بغور میرا جائزہ لیا۔

میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن میرے ہونٹ تھرتھرا کر رہ گئے......تاہم میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میڈم کے گھر سے بھی میں نے تمہیں گرفتار کیا تھا؟''

''میں نے گردن ہاں میں ہلا دی......''

''یہ جھوٹ بول رہا ہے انسپکٹر صاحب......ہمارے گھر سے تو آپ شاہ رخ کو غلطی سے گرفتار کر کے لے گئے تھے......یاد ہے ناں میں نے تھانے میں آپ سے کہا بھی تھا کہ یہ میرے شوہر ہیں......''

فہمی کو یکدم احساس ہوا کہ اگر وہ زیادہ دیر چپ رہی تو کچھ گڑبڑ ہی نہ ہو جائے۔

تھانیدار شاہ رخ کی طرف مڑا......''تو آپ ہیں شاہ رخ......''

''جی ہاں......'' اس نے جلدی سے کہا۔

''اُس دن آپ ہی تھانے میں آئے تھے؟''

''جج......جی ہاں......جی ہاں......''شاہ رخ نے فہمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ......'' تھانیدار نے ہنکارا بھرا......''میں شرمندہ ہوں کہ آپ کے ہم شکل فراڈیے کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی' ویسے آپ کرتے کیا ہیں؟''

''میں جی......''

''یہ سائنسدان ہیں......''فہمی مدد کو لپکی۔

''انسپکٹر یہ کس قسم کی تفتیش میں پڑ گئے ہو......''ٹوانہ بولا۔تھانیدار نے چونک کر ٹوانے کی طرف دیکھا اور مزید چونک اٹھا......''ارے......ٹوانہ صاحب! آپ......اور یہاں......''

''بھئی فہمی میری بھتیجی ہے اور شاہ رخ میرے بھائی کا داماد ہے......''

''اوہ......یاد آیا......ٹوانہ صاحب آپ ہی نے تو اس فراڈیے کو جیل سے رہا کروایا تھا......یاد ہے ناں......''

''ہاں سب یاد ہے......اس الو کے پٹھے نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہ میرا ورکر ہے......میں بھی دھوکا کھا گیا' اصل میں میرے اتنے ورکر ہیں کہ مجھے تو ان کی شکلیں بھی یاد نہیں' وہ تو خدا کا شکر ہے میں اسے پہچان گیا ورنہ پتا نہیں کیا ہو جاتا......''

'' continue this topic......چھوڑو اس موضوع کو اور اسے فوری طور پر تھانے لے جاؤ......مجھے خوشی ہوگی اگر تم اس پر اپنے تمام اوزار آزماؤ......'' سیٹھ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور میرا رنگ پیلا پڑ گیا۔ قدرت نے میرے ساتھ ایسا بھیانک مذاق کیا تھا کہ میں تو کھل کے رو بھی نہیں سکتا تھا۔ میں پوری طرح اس ساری کہانی میں دھنس گیا تھا اور ہر طرف سے ثبوت میرے ہی خلاف تھے' میں کافی دفعہ تھانے جا چکا تھا اور پورے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اب کی بار میری واپسی بیساکھیوں پر ہی ہونی تھی۔

''چلو طوطے......'' تھانیدار پچکارا۔

''میں......بب......باتھ روم......جانا چاہتا ہوں......''

تھانیدار نے مونچھوں کو تاؤ دیا اور بڑے لاڈ سے بولا...... ''چھوڑو یار...... یہ کن تکلفات میں پڑ رہے ہو......تھانے چلو......وہاں تمہیں باتھ روم جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی......کیا خیال ہے......؟؟؟''

''سس......سیٹھ صاحب......ایک......ایک چھوٹی سی بات تو سن لیں......'' میں نے لجاجت سے کہا۔

''نہیں ڈیڈی......'' فہمی نے تیزی سے کہا...... ''اب اس کی کوئی بات نہیں سننی......اور اب ہمیں یہاں رکنا بھی نہیں چاہیے' انسپکٹر اسے گرفتار کرو اور تھانے لے جا کر اس کی اوقات یاد دلاؤ......آئیں انکل......آؤ شاہ رخ......چلیں ڈیڈی......'' وہ زبردستی سب کو ساتھ لیے باہر کی

طرف بڑھی۔

''فہمی......'' میں کراہا۔

''خاموش......'' تھانیدار نے میری گردن میں ڈنڈا چھبو دیا اور میری آواز وہیں گھٹ کر رہ گئی۔سب لوگ چلے گئے تھے اور اب کمرے میں صرف سیاہ وردیوں والے شکاری مجھے للچائی ہوئی نظروں سے گھور رہے تھے' میں ہمیشہ ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب رہا تھا' یقیناً وہ اگلا پچھلا حساب بے باک کرنے کے چکر میں تھے۔دو سپاہی آگے بڑھے' میرے مریل ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی اور گھسیٹتے ہوئے ہسپتال سے باہر کھڑے ڈالے میں لے آئے۔بہت سے لوگ میرا تماشا دیکھ رہے تھے' تاہم وہ سب میرے لیے اجنبی تھے......اور میں ان کے لیے۔ویسے بھی گرفتار ہونے کا خاصا تجربہ ہو چکا تھا اس لیے مجھے کوئی خاص تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔لوگوں کے ہجوم میں مجھے جانی اور شریفاں کا پریشان چہرہ بھی دکھائی دیا لیکن میں نے منہ پھیر لیا۔

☆☆☆

میں چوتھی دفعہ تھانے پہنچ چکا تھا۔تھانیدار نے مجھے حوالات میں بند کرنے کا حکم دیا اور خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔حوالات میں چار حوالاتی اور بھی تھے' میں نے بڑے اشتیاق سے دیکھا کہ شائد ابا پھر یہیں کہیں ہوں' لیکن شائد وہ رہا ہو چکے تھے' آخری بار فہمی سے جب میرا ٹاکرا ہوا تھا تو اُس نے تھانے فون کر کے انسپکٹر سے ابا کو رہا کروانے کے لیے کہا تھا' یقیناً ابا آرام سے گھر بیٹھے مرونڈا کھا رہے ہوں گے۔گھر کی یاد نے مجھے پھر بے چین کر دیا۔وہ رات میں نے پہرے دار کے چکر گنتے گنتے گذاری' اگلی صبح مجھے تھانیدار کے حضور پیش کیا گیا۔میں نے کمرے میں جانے سے پہلے اللہ سے اپنے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کی معافی مانگی اور ہتھکڑیوں سمیت پیش ہو گیا۔تھانے دار چائے کے ساتھ پاپے نوش فرما رہا تھا اور اتنی گرم جوشی سے ناشتہ کر رہا تھا کہ شڑپ شڑپ کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں۔مجھ پر نظر پڑتے ہی اس نے آخری شڑپ کیا اور آستین سے منہ اور مونچھوں کو صاف کرتے ہوئے سپاہی کو برتن لے جانے کا اشارہ کیا۔

''تم ہمارے پرانے گاہک ہو اس لیے تم سے سزا میں رعائیت کرنا چاہتا ہوں......'' اُس نے میڈیم

سائز ڈ کار لیا۔

میں ہونق بنا کھڑا تھا' پتا نہیں وہ کس قسم کی رعایت کی بات کر رہا تھا۔

''رعایت یہ ہوگی کہ تم اپنی پسند کی سزا منتخب کر سکتے ہو......''

''بڑی مہربانی جی......'' میں نے تہہ دل سے اس کا شکریہ ادا کیا اور سوچنے لگا کہ کون سی سزا قبول کی جائے۔ اُس نے بھی شائد میرے ذہن کو پڑھ لیا تھا اس لیے کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا......آؤ میں تمہیں مختلف سزائیں دکھاتا ہوں۔ میرے ساتھ کھڑے سپاہی نے میری ہتھکڑی کو مضبوطی سے پکڑا اور مجھے لے کر تھانیدار کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ مختلف کمروں سے گذرتے ہوئے ہم تھانے کی پچھلی سمت آ گئے' یہاں ایک بہت بڑا سا ہال کمرہ تھا جس میں دو سپاہی دھوتیاں پہنے یسو پنجو کھیل رہے تھے' تھانے دار کو دیکھتے ہی دونوں یکدم کھڑے ہو گئے اور زور سے سیلوٹ کیا۔

تھانیدار گرجا......''اوئے......کتنی دفعہ کہا ہے کہ دھوتی پہنی ہو تو اتنا اونچا سیلوٹ مت مارا کرو......''

''اچھا جی......'' دونوں نے بیک وقت کہا۔

''ذرا اس چڑے کو پہلی سزا دکھاؤ......''

ایک سپاہی نے گھور کر میری طرف دیکھا' پھر الماری میں سے ایک فٹ بال نکال لیا اور دونوں سپاہی فٹ بال کھیلنے لگے......میں شدید حیرانی کے عالم میں انہیں دیکھنے لگا' تھانیدار نے انہیں سزا دکھانے کے لیے کہا تھا اور وہ مزے سے فٹ بال کھیلنے لگ گئے تھے۔

''ہاں بھئی......کما لے......یہ بھی ایک سزا ہے......بتاؤ یہ والی سزا تمہیں قبول ہے''

میری خوشی کی انتہا نہ رہی' یہ سزا کہاں تھی' یہ تو کھیل تھا......اس سے پہلے کہ میں جھٹ پٹ ہاں میں سر ہلاتا' احتیاطاً تھانے دار سے پوچھ ہی لیا......''مجھے کون سے سپاہی کے ساتھ کھیلنا ہوگا......؟؟؟''

''دونوں کے ساتھ......''اس نے اطمینان سے کہا۔

''دونوں کے ساتھ......لیکن میں اکیلا اِن دونوں کے ساتھ کیسے کھیل سکوں گا؟''

''گھبراؤ مت......یہ خود تمہارے ساتھ کھیل لیں گے......''

''مم......میں سمجھا نہیں......''

''تمہارا کردار ''فٹ بال'' کا ہوگا......'' آواز آئی......اور میں دہل گیا۔اس بھیانک سزا کا تصور کرتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے' یعنی یہ دھوتی والے موٹے موٹے دو سپاہی مجھے فٹ بال کی طرح پیٹیں گے......نہیں......نہیں نہیں......میں چلا اٹھا۔

تھانیدار نے ایک ہنکارا بھرا اور سپاہیوں سے بولا......''اِسے دوسری سزا دکھاؤ!''

''یہیں دکھاؤں......'' سپاہی نے مودب لہجے میں پوچھا۔

تھانیدار نے کچھ سوچا......پھر بولا......''ہاں......یہیں دکھا دو......''

''ٹھیک ہے سر'' ......سپاہی نے فوراً کہا اور اندر سے ایک بڑی سی فوٹو اٹھا لایا اور میرے سامنے کر دی۔فوٹو دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے......''یہ......یہ کیا ہے......؟؟؟''

''یہ بش کی فوٹو ہے......تمہیں اس کی لگاتار 100 چُمیاں لینی ہیں......'' سپاہی نے خوفزدہ کر دینے والے لہجے میں کہا اور مجھے بے اختیار ابکائی آ گئی' میں نے تیزی سے کہا......''مجھے پہلی سزا منظور ہے......''

تھانیدار کا زوردار قہقہہ کمرے میں گونجا......''بڑی جلدی ہار مان لی''

''ظاہری بات ہے......میں نے ایسی سزا منتخب کی ہے جس کے بعد کم از کم میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل تو رہ سکوں'' میں نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''ٹھیک ہے......آج رات سے تمہاری سزا پر عمل درآمد شروع ہوجائے گا......اوئے نذیرے......اپنے ہاتھوں پیروں کو تیل لگا رکھنا......اور احتیاطاً ایدھی والوں کی ایمبولینس کا نمبر بھی ذہن میں رکھنا' کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے......'' تھانیدار نے حکم جاری کیا اور ساتھ ہی اشارہ کیا' دونوں سپاہی باہر چلے گئے۔اب کمرے میں صرف میں اور تھانیدار تھے' میں فٹ بال بننے کے لیے پوری طرح تیار تھا تاہم یہ ابھی تک کلیئر نہیں ہوا تھا کہ جو دو سپاہی میرے ساتھ ''اولمپک'' کھیلیں گے انہیں ''ہینڈ بال'' کا فاؤل کھیلنے کی اجازت ہوگی یا نہیں۔تھانیدار قریب پڑی چارپائی پر بیٹھ گیا اور مجھے اشارے سے فرش پر بیٹھنے کے لیے کہا۔میں نے حکم کی تعمیل کی۔

''ذرا ہاتھ دکھاؤ......'' اس نے کہا

میں نے جھجکتے ہوئے انکار میں سر ہلا دیا۔

''کیوں......؟'' وہ غصے سے لال ہو گیا۔

''پھر آپ کہیں گے کہ ہاتھ دکھا گیا ہے......'' میں نے بے بسی سے جواز پیش کیا۔

''تم مراثی تو نہیں......'' تھانیدار نے بغور میرا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں جی......میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ ہم راجپوت ہیں......!!!''

''کوئی ثبوت؟''

''اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا جی کہ میرے ابا راج کا کام کرتے ہیں' میں ان کا پوت ہوں......تو پھر ''راج پوت'' ہی ہوا ناں !!!''

''اوئے کمینے میں تجھ سے تیری ذات پوچھ رہا ہوں......'' تھانیدار نے میری بغل میں ڈنڈا چبھویا۔

''ذات ہماری جی شیخ ہے......''

''تیرا باپ بھی شیخ ہے؟''

''نہیں جی......وہ چغتائی ہیں......''

''الو کے پٹھے......اگر تیرا باپ چغتائی ہے تو تُو شیخ کیسے ہو گیا؟؟؟''

''بس جی ہمارے گھر میں شخصی آزادی بہت ہے......'' میں نے ہتھکڑیوں سمیت سر کھجایا۔

''اچھا بک بک نہ کر......ہاتھ آگے کر......''

میں نے ہاتھ آگے کر دیا' وہ آگے کو جھک آیا اور باریک بینی سے میرا ہاتھ دیکھنے لگا......!!!

''میری شادی کب ہو گی جی؟'' میں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا!

اُس نے ایک زناٹے دار تھپڑ میرے گال پر رسید کیا اور لگاتار کئی درجن گالیاں دیتے ہوئے چلایا......''میں تیرے باپ کا نجومی ہوں......الو کے پٹھے یہ تھانہ ہے' کمپنی باغ نہیں جہاں تُو مزے سے ہاتھ کی لکیریں دکھاتا پھرے......''

اُس کم بخت کا تھپڑ اتنا زبردست تھا کہ میرے منہ کی چولیں تک ہل گئیں' میرا تجربہ ہے کہ پولیس والوں کے ہاتھ اس لیے بھی سخت ہوتے ہیں کہ زیادہ تر پولیس والے دیہات سے تعلق رکھتے ہیں

اور پولیس میں آنے سے پہلے کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔آپ کبھی تجربہ کر کے دیکھ لیجئے گا' ہر چوتھا کانسٹیبل آپ کو یہی کہانی سنائے گا کہ میں نے اپنے نانے کا ٹریکٹر بیچ کر رشوت دی اور پولیس میں بھرتی ہو گیا۔ایسے پولیس والوں کی وردی سے جان جاتی ہے' یہ گشت پر ہوں تو مجبوراً وردی پہن لیتے ہیں ورنہ گرمی کے موسم میں تو تھانوں میں ان کی اکثریت بنیان اور دھوتی پہن کر مقدمے درج کر رہی ہوتی ہے۔

''اوئے فتح محمد......ذرا انگوٹھا لگانے والی سیاہی تو لاؤ......ایک سادہ کاغذ بھی ساتھ لے آنا......''

فتح محمد نے آواز سنی اور جلدی سے سٹیمپ پیڈ اور کاغذ لے کر دوڑا دوڑا ادھر آ گیا۔تھانیدار نے میرے ہتھکڑی بندھے ہاتھوں کو پکڑا' انگوٹھے پر سیاہی لگائی اور کاغذ پر لگا دیا۔میں گھبرا گیا۔پتا نہیں اُس نے انگوٹھا کیوں لگوایا تھا' سنا تھا کہ پولیس والے زیرِ حراست ملزم کو پولیس مقابلے میں مارنے سے پہلے کافی ساری جگہوں پر انگوٹھے لگا لیتے ہیں' تو کیا میں بھی پولیس مقابلے میں پار ہونے والا تھا......؟؟؟؟ مجھے سیٹھ کے الفاظ یاد آ گئے......اس نے کہا تھا' تم موت مانگو گے لیکن تمہیں موت نہیں ملے گی......تو کیا انسپکٹر مجھے کسی اور چکر میں پھنسوانے کی تیاری کر رہا ہے؟؟؟

''سر جی......ایک......ایک بات پوچھوں......''میں نے احتیاطاً اپنے گالوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

تھانیدار نے سر ہلا کر اجازت دے دی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے انگوٹھا لگانے کی وجہ پوچھی......

تھانیدار نے کوئی جواب دینے کی بجائے فتح محمد کو حکم دیا کہ وہ مجھے واپس حوالات میں لے جائے۔میں سمجھ گیا کہ ''شہنشاہ'' کا موڈ نہیں ہے' لہذا چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا' فتح محمد نے مجھے واپس حوالات میں بند کر دیا اور میں سلاخوں کے ساتھ ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ کیا کبھی میں اس گھن چکر سے نکل پاؤں گا؟؟؟

☆☆☆

ٹوانے اور شاہ رخ نے کمال ہوشیاری سے حالات بدل دیے تھے' لیکن وہ دونوں کچھ بھی نہ کر سکتے تھے اگر فہمی کی آشیرباد نہ حاصل ہوتی' لیکن مجھے حیرت تھی کہ شاہ رخ نے دو کروڑ کا چیک کیوں واپس کر دیا حالانکہ اگر وہ چاہتا تو بڑے آرام سے اسے کیش کروا سکتا تھا' یقیناً اُس نے

سیٹھ اور فہمی کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور اس میں سو فی صد کامیاب رہا تھا۔تاہم مجھے بالکل بھی نہیں پتا تھا کہ وہ مستقبل میں ٹوانے کے ساتھ مل کر کیا کرنے والا تھا۔میرے اختیار میں بہت کچھ تھا، میں بہت کچھ کرسکتا تھا لیکن صرف اسی صورت میں جب سیٹھ میری بات پر یقین کرتا، لیکن وہ تو شدت سے میرے خلاف ہو چکا تھا۔

''اوئے اُٹھ......تیری ملاقات آئی ہے......'' پہرے دار نے مجھے ٹھوکا دیا اور میں اچھل پڑا۔مجھ سے ملاقات کرنے کون آ سکتا تھا، میں تیزی سے سیدھا ہوگیا۔تھوڑی دیر بعد حوالات کے مین گیٹ کا دروازہ کھلا اور شریفاں اندر داخل ہوئی، اس نے ادھر ادھر نظر ڈالی، پھر مجھے دیکھتے ہی سیدھی میری طرف بڑھی۔شریفاں کی کوئی وقعت نہیں تھی لیکن پتا نہیں کیوں مجھے اس وقت اس کا آنا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لگا۔

''بات کھل گئی ناں آخر؟''اس نے سلاخوں کے قریب آتے ہوئے کہا۔

''ہاں شریفاں......بات کھل بھی گئی......بند بھی ہوگئی......اور بگڑ بھی گئی......''

''مجھے پتا ہے......جانی اور میں نے ہسپتال میں ہونے والی تمام باتیں سن لی تھیں......تُو بتا تیرے ساتھ تھانے میں کیا سلوک ہوا؟''

''ابھی تو کچھ نہیں ہوا......ہاں البتہ رات کو''ڈی بریفنگ'' ہوگی۔

''یہ ڈی بریفنگ کیا ہوتی ہے؟''اس نے حیرت سے پوچھا۔

میں نے ایک آہ بھری......''مت پوچھ شریفاں......بس یہ سمجھ لے کہ ایک طرح کی سرکاری ''**لترول**'' ہوتی ہے......''

وہ مزید قریب ہوگئی اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سرگوشی میں بولی............''پتا ہے، سیٹھ نے ساری جائیداد شاہ رخ کے نام لکھ دی ہے اور ٹوانے کو بھی معاف کر دیا ہے، میں نے چھپ کر سنا تھا، شاہ رخ اور فہمی اگلے ہفتے دوبارہ شادی کر رہے ہیں لیکن یہ شادی خفیہ ہوگی، انہوں نے تیرے دستخطوں والے کاغذ پر تیری طرف سے طلاق نامہ بھی تیار کروالیا ہے......''

شریفاں بولتی جارہی تھی اور میرے آنسو گرتے جارہے تھے......!!!

''مرد ہو کر روتا ہے......''شریفاں نے طعنہ دیا۔

''رو نہیں رہا شریفاں......بس غالب کا ایک شعر یاد آ گیا ہے!''

''غالب کون......وہ پان والا؟''

''جو مرضی سمجھ لو......اس کا شعر ہے کہ......''سانوں نہر والے پل تے بلا کے تے ہورے ماہی کتھے رہ گیا......''

''ہائے......یہ غالب کا گانا ہے......یہ تو میں بچپن میں بہت گایا کرتی تھی......''

''شریفاں......کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم سیٹھ کو ساری صورتحال بتا دو......تمہیں تو ہر بات کا پتا ہے......''

''تیرا دماغ تو ٹھیک ہے......وہاں سب تیرے خلاف ہو رہے ہیں......اس وقت بات کرنا ٹھیک نہیں ہو گا......''

''تو پھر کب بات کرو گی......جب میرے سارے خواب اجڑ جائیں گے......''میں نے دانت پیسے۔

''بے فکر رہ......میں نے اور جانی نے ایک پلان سوچا ہے......اور......''

''خدا کے لیے......خدا کے لیے......''میں نے درمیان میں ہی بات کاٹ دی......''اپنا پلان نہ آزمانا......پہلے ہی تمہارے پلان کی وجہ سے میں یہاں جنگلے کے پیچھے پڑا ہوں''

''اوئے زیادہ ٹر ٹر کی تو اندر آ کر گلا دبا دوں گی......''شریفاں غرائی۔

میں نے کچھ کہنے کی بجائے مٹھیاں بھینچ لیں، شریفاں کو ناراض کرنا مناسب نہیں تھا' وہ بیچاری تو اتنی خطرناک صورتحال میں بھی میرا پتا لینے آئی تھی' لیکن میں ان کا پلان سنے بغیر حامی کیسے بھر لیتا' اگرچہ وہ دونوں دل کے اچھے تھے لیکن مجھے پتا تھا ان سے ذرا سی بھی غلطی ہو گئی تو میرے ساتھ وہ بھی پس جائیں گے۔

''شریفاں تجھے رب کا واسطہ......مجھے کچھ تو بتا کہ تو نے کیا پلان سوچا ہے......''

شریفاں چند لمحے مجھے گھورتی رہی......پھر محتاط انداز میں بولی......''کان ادھر لا......''

میں جلدی سے دائیں طرف گھوم گیا اور عین اسی وقت پہرے دار گرجا ......''او بی بی ......چلو واپس......ملاقات کا ٹائم ختم ہو گیا ہے......''

''جلدی بولو......جلدی......''میں نے سرگوشی کی۔

شریفاں اطمینان سے پیچھے ہٹ گئی......''نہیں......ٹائم ختم ہو گیا ہے......اچھا اب میں چلتی ہوں......اپنا خیال رکھنا......خدا حافظ......''

میں غصے میں چلایا......''اپنا خیال رکھوں؟......یعنی تیرا خیال ہے میں یہاں پکنک منانے آیا ہوا ہوں......دو منٹ کی بات تھی' خوامخواہ اپنی بک بک میں سارا وقت برباد کر دیا......''

شریفاں نے گیٹ کے قریب پہنچ کر منہ میری طرف کیا اور کوئی خاصی تگڑی گالی دی......جس کی آواز تو مجھ تک نہیں پہنچی تاہم ہونٹوں کی جنبش سے میں بخوبی سمجھ گیا کہ اُس نے اماں کے لیے کوئی نازیبہ کلمات استعمال کیے ہیں۔

☆☆☆

رات بھر میں ''فٹ بال'' میچ کا انتظار کرتا رہا' لیکن پتا نہیں کیا بات تھی' کوئی بھی مجھے ''سٹیڈیم'' تک لے جانے کے لیے نہیں آیا' ساری رات کروٹیں بدلتے ہوئے گذری' اُس سے اگلی رات بھی یہی ہوا......تین دن گذر گئے لیکن کسی نے میری طرف منہ کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ مجھے حوالات میں ڈال کر بھول گئے ہیں۔ چوتھے روز میرا بلاوا آ گیا اور تب پتا چلا کہ تھانیدار ایک خصوصی ریڈ پر گیا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ تین دن تھانے نہیں آ سکا۔ میں تھانے دار کے کمرے میں پہنچا تو اُس کے پاس ایک اور ادھیڑ عمر مخبوط الحواس ٹائپ بندہ بھی بیٹھا تھا۔ تھانے دار نے سپاہی کو جانے کا کہا اور مجھے بنچ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ادھیڑ عمر نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا' پھر اُٹھا اور اطمینان سے قریب آ کر میرے ہاتھوں کا جائزہ لینے لگا۔ یا اللہ خیر......میں گھبرا گیا......کل تھانیدار میرے ہاتھ دیکھ رہا تھا اور اب یہ ادھیڑ عمر......آخر بات کیا ہے......یہ میرے ہاتھوں میں سے میرا کون سا جرم تلاش کر رہے ہیں۔

''تمہاری ہاتھ کی لکیریں بہت مدھم ہیں......''ادھیڑ عمر نے منمناتی ہوئی آواز میں کہا۔

''ظاہری بات ہے جی...... مدہم تو ہو ہی جاتی ہیں......'' میں نے شرمندگی سے کہا۔

''یہ انگوٹھا تمہارا ہے......'' اُس نے ایک کاغذ میرے سامنے لہرایا......اور کاغذ پر نظر پڑتے ہی میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ یہ وہی کاغذ تھا جس پر فہمی نے میری طرف سے طلاق نامہ لکھوا رکھا تھا۔ میں اپنا بے بس انگوٹھا ہزاروں میں سے پہچان سکتا تھا۔

''ہاں ہاں...... یہ...... یہ میرا ہی انگوٹھا ہے......''

''اور یہ......'' اُس نے دوسرا کاغذ سامنے کیا۔ یہ وہ اُس انگوٹھے والا کاغذ تھا جو گذشتہ دنوں تھانے دار نے مجھ سے لگوایا تھا......میں نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''یہ بھی میرا ہی انگوٹھا ہے......''

ادھیڑ عمر نے جیب سے محدب عدسہ نکالا......غور سے دونوں کاغذوں کا معائنہ کیا......پھر میرے انگوٹھے پر نظریں گاڑیں اور طویل سانس لیتے ہوئے اعلان کیا......''یہ انگوٹھے اسی کے ہیں......''

ادھیڑ عمر کا یہ جملہ سنتے ہی تھانے دار پر ایک بے چینی سی چھا گئی' وہ کرسی سے اٹھا اور دائیں بائیں ٹہلنے لگا۔

''تم جا سکتے ہو......'' تھانیدار کی آواز آئی۔

''شکریہ سر......!!!'' میں یہ سنتے ہی دروازے کی طرف لپکا......!!!

''اوئے......تم نہیں......'' تھانیدار چلایا اور میں وہیں بت بن گیا۔

''یہ جو تیری پھرتیاں ہیں ناں' یہ تجھے کتے کی موت مروا دیں گی......الو کے پٹھے میں نے جیلانی کو جانے کے لیے کہا ہے......'' تھانیدار نے میری گردن دبوچ لی۔

جیلانی عرف ادھیڑ عمر موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے فوراً کھڑا ہوا' شکریہ کہا اور دم دبا کر باہر نکل گیا۔

''بیٹھو یہاں......'' تھانیدار نے مجھے دوبارہ بنچ پر پٹخ دیا......''اب جو کچھ پوچھوں سوچ سمجھ کر جواب دینا......''

''ٹھیک ہے جی......''

''یہ بتاؤ......تمہارے پاس نکاح نامہ ہے؟''

میں خاموش ہوگیا......تھانے دار غصے سے میرے جواب کا انتظار کرنے لگا' پانچ منٹ تک جب میں خاموش رہا تو اس نے زور سے میز پر مکا مارا اور چلایا......''اوئے بھونکتا کیوں نہیں......؟؟؟''

''سر جی آپ ہی نے تو کہا تھا کہ جو کچھ پوچھوں اُس کا سوچ سمجھ کر جواب دینا......''

''یہ تم سوچ سمجھ رہے تھے......؟؟؟'' تھانیدار نے دانت پیسے۔

''جی ہاں......'' میں شرما گیا۔

''میرا تیرا سر توڑ دوں گا......سر سے پاؤں تک مراثی ہے تُو......بول جو میں نے پوچھا ہے وہ ہے تیرے پاس......''

''جی ہاں......نکاح نامہ میرے پاس ہی ہے......''

تھانے دار حیران ہوگیا......''لیکن تلاشی میں تو تیرے پاس سے صرف سوا بارہ روپے برآمد ہوئے تھے......''

میں نے آہ بھری......''نکاح نامہ میں نے خفیہ جگہ پر رکھا ہوا ہے جی......''

''پسلیوں میں کوئی سیف لگوایا ہوا ہے؟'' وہ گرجا۔

''نہیں جی......ایک اور بڑی خفیہ جگہ ہے......لیکن آپ بتائیں تو سہی آپ نے نکاح نامہ کیا کرنا ہے......''

اب کی بار تھانے دار نے کچھ لمحے توقف کیا......پھر قریب پڑے جگ سے پانی کا ایک گلاس ایک ہی سانس میں چڑھایا اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا......''کمالے......مجھے شک ہے کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ گڑ بڑ ضرور ہے......''

''آپ صحیح کہہ رہے ہیں......دیکھیں ناں فلسطین میں بھی گڑ بڑ ہے......عراق میں بھی گڑ بڑ ہے......افغانستان میں بھی گڑ بڑ ہے......اور یقین کریں رات سے میرے پیٹ میں بھی گڑ بڑ ہے......''

''دیکھو......'' تھانے دار نے نرمی سے کہا......''میں مزاج کا گرم ضرور ہوں لیکن مجھے اپنی وردی اور فرائض کا بھی احساس ہے......مجھے یہ بتاؤ کہ اگر پہلے والے کاغذ پر انگوٹھا تمہارا ہے تو وہ شاہ رخ

کیوں کہہ رہا تھا کہ اُس دن تھانے میں وہ موجود تھا' اگر وہ تھانے میں تھا تو اس کاغذ پر اصولی طور پر اس کا انگوٹھا ہونا چاہیے۔ کمالے میں اصلی فراڈیے کو پکڑ نا چاہتا ہوں' مجھے پورا یقین ہے کہ تم بے قصور ہو......لیکن میں تمہاری اسی صورت میں مدد کر سکتا ہوں اگر تم مجھے ساری تفصیل بتاؤ اور نکاح نامہ بھی دکھاؤ۔

تھانے دار کی باتوں نے میرے اندر ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ قدرت مدد کی ایسی صورت بھی نکال دے گی' لیکن تھانے دار کا گذشتہ رویہ دیکھتے ہوئے میں کچھ کہتے ہوئے جھجک سی محسوس کر رہا تھا' تاہم اب مجھے کسی بات کا خطرہ نہیں تھا' فہمی تو ویسے بھی میرے ہاتھوں سے نکل گئی تھی' اب میں نکاح نامہ پھاڑ بھی دیتا تو کوئی حرج نہیں تھا۔ اب تو اصل مسئلہ سیٹھ کو بچانے کا تھا اور اس کے لیے میں کوئی بھی رسک لینے کو تیار تھا۔ میں نے شلوار کے ''نیفے'' میں چھپایا ہوا نکاح نامہ نکالا اور تھانیدار کے سامنے رکھ دیا۔

تھانے دار نے چمکدار آنکھوں سے نکاح نامہ وصول کیا اور تیزی سے اس کے مندرجات پڑھنے لگا۔ میں اس کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا جو ہر منٹ بعد بدل رہے تھے۔ اس نے پوری تفصیل سے نکاح نامہ پڑھا اور پھر گہرا سانس لے کر سر اوپر اٹھایا۔

''میرا خیال ٹھیک نکلا......تم واقعی بے قصور ہو......اور اب دیکھو میں اُس فراڈیے شاہ رخ کو کیسے سبق سکھاتا ہوں''

''سر جی......ایک اور بھی فراڈیا ہے......''

''کون؟''

''ٹوانہ......ٹوانہ بہت بڑا فراڈیا ہے......وہی شاہ رخ کے ساتھ مل کر سیٹھ کی جائداد پر قبضہ کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔''

''بے فکر رہو......اب سیٹھ کو کچھ نہیں ہو سکتا......تمہیں شائد علم نہیں کہ فہمی نے تمہاری طرف سے تیار کیا گیا طلاق نامہ تصدیق کے لیے میرے ہی پاس بھجوایا ہے' اب دیکھتے جاؤ ہوتا کیا ہے......''

''کیا آپ تصدیق کر دیں گے؟'' میں نے آہستہ سے پوچھا۔

تھانیدار اٹھ کھڑا ہوا اور میری طرف بڑھا......میں نے کانپ کر سر جھکا لیا......وہ میرے قریب ہوا......مجھے اٹھایا اور گلے سے لگا لیا......!!!

''کمالے......میں تمہارے ساتھ ہوں......بالکل بھی نہیں گھبرانا......مجھے احساس ہے کہ تمہارے ساتھ کتنی زیادتیاں ہوئی ہیں، میں ان سب کے لیے معافی مانگتا ہوں، ہمارا محکمہ ایسا ہے کہ ہم سخت رویہ نہ رکھیں تو ایک دن بھی کام نہ چل سکے، لیکن یقین رکھو کہ پولیس میں ابھی بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو سچ کا ساتھ دیتے ہوئے نہیں گھبراتے......تم فہمی کے سوفی صد اصلی خاوند ہو......میں یہ بات ثابت کر کے رہوں گا۔ جاؤ......تم آزاد ہو......اطمینان سے اپنے گھر جاؤ......فتح محمد......اس کی ہتھکڑی کھول دو......''

خوشی سے میری ٹانگیں کانپنے لگیں......تھانیدار کی آواز مجھے دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی......میں نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ہنسنے کی کوشش کی لیکن میرا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھر گیا......تھانیدار نے پانی کا گلاس بھرا اور میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔

اُس وقت شام کے چھ بجنے والے تھے جب میں اپنی گلی میں داخل ہوا......سورج ڈوبنے کی تیاری کر رہا تھا' گلی میں کوئی خاص چہل پہل نہ تھی' میرا دل خوشی اور آنسوؤں سے بھر گیا۔ یہ گلی میری اپنی تھی' نالیوں والی گلی......جگہ جگہ سے اُکھڑی ہوئی گلی......میری اپنی گلی......میں محبت پاش نظروں سے گلی کی ایک ایک اینٹ کو دیکھ رہا تھا' میرا بس چلتا تو میں اس کی نالیوں کو بھی چوم لیتا......غیروں سے دھوکا کھانے کے بعد جب انسان اپنوں میں پہنچتا ہے تو اس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے۔ میں ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے چلتا ہوا اپنے گھر کے دروازے پر آ کر رک گیا۔ اتنے میں گلی سے کوئی بھاگتا ہوا میرے قریب آ گیا۔ میں نے پہچان لیا' یہ تو طافا نائی تھا۔

''اوئے کمالے......تُو کہاں چلا گیا تھا......گھر کی کوئی خبر ہی نہ لی......'' اس نے شکوہ کیا۔

میں دھک سے رہ گیا...... ''خیریت تو ہے؟؟؟''

''خیریت کہاں یار......تجھے پتا ہی نہیں کہ تیرا باپ کرائے کے مکان میں دھکے کھاتا پھر رہا ہے......''

''کرائے کے مکان میں......لل......لیکن ہمارا تو اپنا قبضے کا گھر ہے......''

''اوئے وہ تو ہے ہی......لیکن تیرے بعد اندر کیا گذر چکی ہے' ذرا پوچھ تو سہی......'' طافے نے فضا کو مزید رنجیدہ بناتے ہوئے کہا اور میرے ہاتھوں پیروں سے جان نکل گئی۔

''طافے......اماں......اماں کہاں ہے......وہ بھی ابا کے ساتھ ہے ناں؟''

طافے کے چہرے پر حزن و ملال کا اندھیرا چھا گیا اور مجھے یوں لگا جیسے میں کھڑا کھڑا گر جاؤں

گا......!!!! یقیناً میری دنیا لٹ چکی تھی۔

''نہیں............'' میں کانوں پر ہاتھ رکھ کر چلایا اور زور زور سے دروازے کو پیٹنے لگا......''میری ماں لوٹا دو......خدا کے لیے میری ماں لوٹا دو......اماں ......واپس آ جاؤ......ورنہ میں مر جاؤں گا......''

ٹھک سے دروازہ کھلا اور بھک سے میرا دماغ اڑ گیا......سامنے اماں حیرت سے گنگ کھڑی مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میرا رواں رواں خوشی سے جھوم اٹھا......اماں کو شائد اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا اسی لیے انہوں نے سکتے کے عالم میں میرے گال پر تھپڑ مارا......میں درد سے بلبلا اٹھا......اور عین اسی لمحے اماں کا سکتا ٹوٹ گیا......انہوں نے جھٹ سے پورا دروازہ کھولا اور ''میرے کمالے'' کہتے ہوئے مجھے پوری قوت سے اپنے سینے سے لگا لیا......میرا وجود ٹھنڈک سے بھر گیا......اور مجھے یوں لگا جیسے میں پھر سے طاقتور ہو گیا ہوں' ایک لمحے میں مجھ پر چھایا ہوا کینسر کا خوف دور ہو گیا......اب مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں تھا' مجھے ماں کی آغوش میسر آ گئی تھی......اماں مسلسل مجھے چومے چلی جا رہی تھیں' طافا اس دوران کہیں ادھر ادھر گم ہو چکا تھا۔

''کمالے......تو......تو کہاں چلا گیا تھا......میرے لعل......'' اماں نے میری پیشانی پر بوسہ دیا۔

میں نے امڈتے ہوئے آنسوؤں کو روکا اور صرف اتنا کہا......''اماں......میں گم ہو گیا تھا......لیکن اب تو فکر نہ کر......میں آ گیا ہوں' اب میں کہیں نہیں جاؤں گا......'' یہ جملہ کہتے ہوئے میں نے بے اختیار ڈاکٹر کے ان جملوں کو یاد کیا جو اس نے میرے کینسر کے حوالے سے کہے تھے۔

''مجھے سب پتا ہے ......تجھے اس لڑکی نے ہی پھنسوایا تھا......'' اماں نے آنسو پونچھتے ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور اندر کی طرف چل دیں۔ میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا لیکن ابا کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ صحن میں داخل ہوتے ہی مجھے آدھے حصے میں چار پانچ پھٹی پرانی چادروں کی ایک لائن لٹکی نظر آئی ......دوسری طرف کوئی ''دل لگایا تھا دل لگی کے لیے......'' گاتے ہوئے سسکیاں لے رہا تھا۔ میں نے غور سے سنا تو چونک اٹھا......یہ......یہ تو ابا کی آواز تھی۔

''اماں......ابا کدھر ہیں......؟؟؟''

''اُدھر......'' اماں نے چادروں کی دوسری طرف اشارہ کیا۔ میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ایک چادر کے پھٹے ہوئے حصے سے جھانک کر دوسری طرف دیکھا......ابا ٹوٹی ہوئی چارپائی کا ''پاوا'' پکڑ کر آنکھیں بند کیے گانا گا رہے تھے اور بار بار چارپائی کی ادوائین پر پیار بھرا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔ اس سے پہلے کہ اماں کچھ سمجھتیں' میں نے چادر ہٹائی اور تیزی سے ابا کے پاس پہنچ گیا......!!!

''ابا......'' میں نے ان کا کندھا ہلایا......لیکن وہ بدستور آنکھیں بند کیے رہے' تاہم ان کا گانا بدل گیا......اب وہ گا رہے تھے...... ''کیوں دور دور رہندے او حضور میرے کولوں......''

''ابا...... یہ دیکھ......میں ہوں......کمالا......'' میں نے مزید زور سے ان کا کندھا ہلایا۔

وہ آنکھیں بند کیے چلائے...... ''ہاں ہاں...... ہے میرا رنگ کالا......تمہیں اس سے کیا......'' ......پھر گنگنائے...... ''کیسے کیسے لوگ ہمارے جی کو جلانے آ جاتے ہیں......''

میں نے بے بسی سے کچھ سوچا......پھر اچانک ایک ترکیب سوجھی اور ابا کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا......ایسا کرنے کی دیر تھی کہ ابا کا گانا یکدم سٹاپ ہو گیا اور انہوں نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں......سامنے میں تھا۔ ابا نے ایک نظر مجھ پر ڈالی پھر لاپرواہی سے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں......پھر ٹھیک تین سیکنڈ بعد......زور سے اچھلے اور دوبارہ آنکھیں کھول دیں......ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''تو......تو کمالا ہی ہے ناں......''

''ہاں ابا......میں کمالا ہوں......تیرا کمالا......اصلی کمالا......''

ابا گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے...... ''ابے......کہیں پھر پولیس کو ساتھ تو نہیں لے آیا......؟''

''نہیں ابا......اب پولیس کا کوئی ڈر نہیں......انہوں نے پوری عزت سے مجھے رہا کر دیا ہے......''

ابا بوکھلا گئے...... ''کیا کہا......ابے یہ عزت والا لفظ ذرا آہستہ بول......کسی نے سن لیا تو ہنس ہنس کے فوت ہو جائے گا......'' ابا نے مجھے گلے سے لگا لیا۔ میں اپنے والدین میں آ گیا تھا اور خدا کی قسم مجھے اس ٹوٹے پھوٹے گھر میں اُس عالیشان بنگلے سے کہیں زیادہ سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ طافے نے کہا تھا کہ ابا کرائے پر رہ رہا ہے' میں نے جلدی سے پوچھا...... ''ابا......تو

کرائے پر رہ رہا ہے؟''

ابا یکدم اداس ہو گئے......اور ہاں میں گردن ہلا دی......!!!

''لیکن کہاں......کس جگہ......؟؟؟''

''یہاں......اِس جگہ......!!!'' ابا نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا......''تیرے جانے کے بعد تیری ماں نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا' بڑی مشکل سے یہ طے پایا کہ میں صحن کے ایک طرف رہوں گا اور ماہانہ 219 روپے کرایہ دیا کروں گا۔ یہ جو چادریں تم لٹکی ہوئی دیکھ رہے ہو' یہ میرے حصے کی باؤنڈری ہے......اور دوسری طرف جانے کی مجھے اجازت نہیں......شروع شروع میں تو مجھے باتھ روم استعمال کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی......تیری اماں نے ''فی پھیرا'' 7 روپے کا بورڈ لگا دیا تھا......وہ تو اللہ بھلا کرے گورنمنٹ کا' جس نے دو گلیاں دور ایک ٹوٹا پھوٹا گراؤنڈ بنوا دیا......ورنہ میرے جیسے کہاں در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔''

''یہ تو بہت زیادتی ہے......''میں نے افسوس کا اظہار کیا۔

''نہیں نہیں......مارتی نہیں......صرف منہ بنائے رکھتی ہے......''ابا نے میری تصحیح کی اور میں نے سر ہلا دیا......ابا کی اونچا سننے کی بیماری جوں کی توں برقرار تھی۔اماں مسلسل چادروں کے دوسری طرف موجود تھیں اور سوراخ میں سے مجھے غصے سے جھانک رہی تھیں۔

''چل ادھر آ......''

''اماں اتنے دنوں بعد خوشی کا موقع ملا ہے......چل آج ابا سے صلح کر لے......''میں نے سفارش کی۔

''یہ اس قابل نہیں ہے......تجھے پتا ہے تیرے بعد اس نے کیا کیا حرکتیں شروع کر دی تھیں......'' اماں نے چادر ہٹائی......''بڑے بڑے پراپرٹی ڈیلروں کے پاس جا کر بڑی بڑی کوٹھیاں خریدنے کے سودے کرنے لگا تھا......اور روز نئی نئی کوٹھیاں دیکھنے جاتا تھا''

''کوٹھیوں کے سودے......ابا......یہ......یہ میں کیا سن رہا ہوں......''میں حیران رہ گیا۔ ابا نے بھی پوری بات پوری طرح سن لی تھی اس لیے منہ بنا کر بولے!!!

''یار ایک تو تیری ماں کی سمجھ نہیں آتی......نہ کوٹھیوں میں جانے دیتی ہے......نہ کوٹھوں پر......اصل میں جب تو نے اُس امیر لڑکی سے شادی کی خوشخبری سنائی تو میں سمجھ گیا کہ اب ہمارے امیر بننے کا وقت آ گیا ہے' میں نے سوچا احتیاطاً ایک دو کوٹھیاں دیکھ رکھوں...... بعد میں ہو سکتا ہے پراپرٹی ڈیلر وفات پا جائیں۔''

''کمالے......سچ سچ بتانا......کیا بنا اُس لڑکی کا......؟؟؟'' اماں نے قدم آگے بڑھائے اور ''علاقہ غیر'' میں آتی ہوئی بولیں۔

میں اُس دلخراش داستان کا کوئی لفظ زبان پر نہیں لانا چاہتا تھا' لیکن بتائے بغیر چارہ بھی نہیں تھا' لہٰذا اماں ابا کو سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔ اماں بے چینی سے سارا قصہ سن رہی تھیں' بار باران کے چہرے پر غضبناک علامات نمودار ہوتیں تاہم انہوں نے مجھے درمیان میں ''ڈسٹرب'' نہیں کیا او رسر ہلاتے ہوئے پورا واقعہ سنتی رہیں۔ ابا بھی ہمہ تن گوش تھے' تاہم ان کے تاثرات بتا رہے تھے کہ بعض الفاظ ان کے کانوں تک نہیں پہنچ پا رہے۔ میں نے پوری تفصیل سے انہیں کہانی سنا دی لیکن جان بوجھ کر اپنے کینسر والی بات گول کر گیا......میں اس موقع پر کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے اداسی کا ماحول پیدا ہو جائے۔ میرے جتنے بھی دن باقی تھے' انہیں میں ہنسی خوشی گذارنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

مجھے اپنے گھر میں آئے ہوئے دو ہفتے گذر چکے تھے' اس دوران میں مکمل طور پر پہلے والا کمالا بن چکا تھا' اماں نے میری پر زور اپیل پر ابا کو معاف کر دیا تھا اور اب ہمارے صحن سے چادریں ہٹ چکی تھیں۔ میں سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا' لیکن فہمی کی یاد کبھی کبھی اتنے زور سے درد بن کر اُٹھتی کہ یوں لگتا جیسے میرے زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن پھر میری آنکھوں کے سامنے وہ سارے منظر گھومنے لگتے جن میں فہمی نے مجھے میری اوقات یاد دلائی تھی۔ سچی بات تو یہ تھی کہ میں سیٹھ کے لیے کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن' کیا کرتا' میرے پاس کرنے کے لیے کچھ بھی تو نہیں تھا۔ انہی دنوں اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں ''ممی ڈیڈی'' کو کچھ بتائے بغیر شریفاں کے گھر پہنچ گیا۔ اُس وقت شام کے چھ بجے تھے اور کچی بستی کے بیشتر لوگ نہر کنارے تربوزوں سے دل بہلا

رہے تھے۔ میں ویگن سے اتر کر سیدھا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس وقت شریفاں سے بہتر کوئی مخبر نہیں ہوسکتی، اُسی سے مجھے تازہ ترین صورتحال کا علم ہوسکتا تھا۔ میں اس کے دروازے پر پہنچا اور دستک دی۔

حسبِ روایت وہی آواز آئی...... ''لنگ آ بے غیرتا!''

میں جھٹ سے اندر داخل ہوگیا...... شریفاں ''کوکنگ'' میں مصروف تھی، مجھے دیکھتے ہی وہ اتنے زور سے چونکی کہ اس کے ہاتھ سے ڈوئی پھسل کر پتیلے میں جا گری۔

''تُو...... تو...... رہا ہوگیا......'' وہ خوشی سے چلائی اور دیوانہ وار میری طرف بھاگی، میں نے جلدی سے قریبی چارپائی کی آڑ لی اور سر ہلا کر کہا...... ''ہاں شریفاں...... میں رہا ہوگیا ہوں...... جانی کدھر ہے؟''

''وے جانی کو مار گولی...... کچھ سیٹھ کی خبر لے......''

''کیا ہوا سیٹھ......'' میں گھبرا گیا

''وہی ہوا جس کا ڈر تھا......'' شریفاں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا......!!!

''خیر تو ہے ناں......؟''

''خیر ہی تو نہیں ہے......''

''دیکھ پہیلیاں نہ بجھوا...... جلدی بتا کیا ہوا ہے سیٹھ کو......''

''سیٹھ نے اپنی ساری جائیداد فہمی کے نام کر دی ہے......''

میرے حلق سے ایک طویل سانس خارج ہوگئی...... ''تو اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے، فہمی اس کی اکلوتی بیٹی ہے...... ظاہری بات ہے اسی کے نام جائیداد ہونی تھی''

''تُو کھوتا ہے، پاگل ہے، لدھڑ ہے......'' شریفاں گرجی!!!

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے...... زیادہ تعریفیں کرنے کی ضرورت نہیں......'' میں نے جلدی سے سر ہلایا۔

''بے عقل انسان...... ساری جائیداد فہمی کے نام ہو چکی ہے اور فہمی نے ساری جائیداد اپنے خاوند

......شاہ رخ کے نام لکھ دی ہے......''

مجھے ایک چکر سا آ گیا...... یعنی شاہ رخ جو چاہتا تھا وہی ہو گیا تھا...... بیٹھے بٹھائے فہمی نے اپنی جائیداد اپنے جھوٹے پیار پر قربان کر دی تھی۔ یکدم مجھے ایسا لگا جیسے اب میں ہر پریشانی سے آزاد ہو گیا ہوں' پہلے سیٹھ کی جان کو خطرہ تھا' لیکن اب جبکہ وہ ساری جائیداد فہمی کے نام کر چکا تھا اور فہمی اِسے آگے بھی منتقل کر چکی تھی' اب سیٹھ کے جینے نہ جینے سے کسی کو کیا لینا دینا۔ گویا اب میں بالکل ہی ان لوگوں سے کٹ گیا تھا' سیٹھ کی وجہ سے جو تھوڑا بہت آسرا تھا وہ بھی ختم ہو گیا تھا...... میں نے آسمان کی طرف دیکھا' ایک نظر اپنے گریبان میں ڈالی اور دروازے کی طرف بڑھا۔

''کدھر جا رہے ہو؟'' شریفاں چونکی۔

''اپنے گھر......''

''اور سیٹھ کو تنہا چھوڑ دو گے؟''

''سیٹھ کو اب کوئی خطرہ نہیں...... جو چیز اس کی جان کے لیے خطرہ تھی وہ اب اس کے پاس نہیں رہی......''

''جانی کا بھی انتظار نہیں کرو گے؟''

''کیا فائدہ؟''

میں نے بے دلی سے دروازہ کھولا اور شریفاں کا جواب سنے بغیر ڈھیلے ڈھیلے قدم اٹھاتا ہوا باہر آ گیا۔

☆☆☆

اپنے گھر کی گلی کا موڑ مڑتے ہی مجھے حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا اور میرا پورا جسم ایک انجانے خوف میں بھر گیا۔ باہر پولیس کی گاڑی کھڑی تھی اور دو پولیس والے ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔ پہلے تو جی میں آئی کہ یہیں سے بھاگ لوں...... پھر خیال آیا پتا تو کروں کہ اب کیا مسئلہ ہے۔ میں آگے بڑھا اور پولیس والوں کے سامنے آ گیا' اتنی دیر میں اماں بھی دروازہ کھول چکی تھیں۔ پولیس دیکھ کر یکدم ان کی آنکھوں میں گھبراہٹ اتر آئی اور وہ تیزی سے میری طرف بڑھیں۔ تاہم ان کے قریب آنے سے پیشتر ہی پولیس والے مجھے پہچان کر گاڑی میں بٹھا چکے تھے۔

''اب کیا ہوا ہے...... کمبختو ......!!!'' اماں چلائیں

''وڈے صاحب نے بلایا ہے اسے......'' ایک سپاہی نے درشت لہجے میں کہا۔

''آئے ہائے کیوں ہماری جان کو آ گئے ہو...... خدا کے لیے ہمارا پیچھا چھوڑ دو...... کیا قصور کیا ہے میرے بچے نے......؟؟؟''

''چل اوئے''...... سپاہی نے اماں کی بات کا جواب دینے کی بجائے ڈرائیور سے کہا اور گاڑی ایک زناٹے سے آگے بڑھ گئی۔ اماں وہیں کھڑی پولیس والوں کو صلواتیں سنا رہی تھیں۔ گلی کے لوگ حسب روایت گھروں سے باہر نکل چکے تھے اور اس بات کے انتظار میں تھے کہ کب مجھے تھپڑ پڑتے ہیں۔ تاہم ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

تھانے پہنچتے ہی مجھے تھانیدار کے حضور پیش کیا گیا۔ مجھے دیکھتے ہی تھانیدار کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بیٹھو......''

میں بنچ پر بیٹھ گیا

''ادھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھو......'' اس نے تسلی دی اور میں جھجکتا جھجکتا کرسی پر بیٹھ گیا۔

''مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے......'' تھانیدار آگے کو جھکا۔

''لیکن میری جیب میں تو صرف پانچ روپے ہیں......'' میں نے بے اختیار کہا۔

میرا جواب سن کر تھانیدار کے چہرے پر قہر وغضب کے آثار ابھر آئے' تاہم اس نے بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کیا اور بولا......''میں نے طلاق نامے کے کاغذ پر تمہارا انگوٹھا بدل کر کسی اور کا لگا دیا ہے اور تصدیق کروا کے فہمی کو بھجوا دیا ہے......''

''تو کیا ابھی فہمی اور شاہ رخ کی شادی نہیں ہوئی......'' میں چونکا۔

''ویسے رہ تو وہ شادی شدہ لوگوں کی طرح سے ہیں' لیکن قانونی طور پر ابھی شاہ رخ فہمی کا شوہر نہیں بنا......'' تھانیدار بولا۔

''تو فہمی نے شادی سے پہلے ہی ساری جائیداد شاہ رخ کے نام کر دی......؟؟؟''

”ہاں...... کیونکہ بہرحال وہ اس کا سابقہ اور آئندہ کا خاوند ہے......“

”ہاں جی یہ تو ہے......“ میں نے سر جھکا دیا۔

”لیکن کیا تمہیں پتا ہے کہ اس وقت تم فہمی کے خاوند ہو......“

میرے جسم میں تھوڑی سی حرکت ہوئی لیکن میں پھر سمٹ گیا......”جانتا ہوں جی......لیکن کیا کروں......میں اس کا خاوند نہیں، قائم مقام خاوند ہوں“

”تم چاہو تو یہ سیٹ مستقل تمہاری ہو سکتی ہے......“ تھانیدار نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

”یقیناً اس کے لیے مجھے تین لفظ کہنے ہوں گے......“ میں نے سر کھجایا۔

”نہیں......اس کے لیے تمہیں صرف میرا ساتھ دینا ہوگا......میری بات ماننا ہوگی“

”کیسی بات......“

”یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا......پہلے میں تم سے اُس دور کی کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں جب تم فہمی کے گھر میں تھے......“

تھانیدار نے مجھے قائل کیا، پہلے تو میں جھجکا......پھر دھیرے دھیرے تھانیدار کو تمام مطلوبہ معلومات مہیا کر دیں۔ میں کیسے فہمی کے گھر پہنچا......فہمی نے کیسے مجھے سائنسدان بنایا......پھر کیسے ہمارا نکاح ہوا......کیسے میں فرار ہوا......ٹوانہ صاحب کی حویلی میں مجھ پر کیا بیتی......ٹوانہ صاحب نے مجھ سے کیا فرمائش کی......جانی کیسے مجھے شریفاں کے پاس لے گیا......شریفاں کے ذکر پر تھانیدار چونکا!

”یہ وہی عورت تو نہیں جو سیٹھ کے گھر کام کرتی ہے......؟؟؟“

”جی......وہی ہے......“

”اوہ......تو میرا خیال ٹھیک نکلا......مجھے پہلے ہی اس پر شک تھا......“

”نہیں جی......وہ تو بہت اچھی ہے......“

”جانی سے اس کا کیا تعلق ہے......؟؟؟“ تھانیدار نے میری آنکھوں میں جھانکا۔

”وہی جو مرزا کا صاحباں سے تھا......کلنٹن کا مونیکا سے تھا......!!!“ میں نے مثالیں دیں۔

تھانیدار نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا......پھر مجھے سرگوشیوں میں سارا پلان سمجھانے لگا......جیسے ہی

ساری بات میری سمجھ میں آئی، میرے ہوش اڑ گئے، میں انکار کرنا چاہتا تھا لیکن تھانیدار کا اصرار تھا کہ اس کا پلان ساری بازی الٹ سکتا ہے، میں کسی قسم کے رسک کے حق میں نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے تھانیدار کی باتوں سے سچائی اور ہمدردی محسوس ہو رہی تھی، اس لیے بامر مجبوری حامی بھر لی۔ تھانیدار نے مجھے شاباش دی اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھے باعزت گھر تک چھوڑ آئیں۔ تھانیدار کا پلان تین ہفتے بعد شروع ہونا تھا اور میں اس وقت تک گھر ہی رہنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

یہ اِس بات سے چوتھے دن کا ذکر ہے، میں نلکے کی بوکی ٹھیک کر رہا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ اماں ہمسائے میں گئی ہوئی تھیں اور ابا اطمینان سے چارپائی کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور حیران رہ گیا۔ سامنے جانی کھڑا تھا۔

''جانی...........میرا یار.......'' میں نے اسے دیکھتے ہی سینے سے لگا لیا۔

''پرے ہٹ...... بڑا بے وفا ہے...... شریفاں کے گھر آیا اور میرا انتظار کیے بغیر چلا گیا......''

''ابے اندر تو آ......'' میں اسے گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا۔

''ویسے یار تجھے شرم آنی چاہیے...... سیٹھ نے تیرے لیے اتنا کچھ کیا اور اب جب سیٹھ مصیبت میں ہے تو تُو گھر میں گھس کر بیٹھ گیا ہے......''

''سیٹھ مصیبت میں ہے...... کیا ہوا؟''

''زیادہ بھولا نہ بن......'' جانی نے منہ بنایا...... ''تھانے سے بھی چھوٹ گیا...... شریفاں سے بھی مل لیا...... اور ابھی تک تجھے کچھ بھی پتا نہیں......''

''جانی تیرے سر کی قسم...... مجھے کچھ بھی نہیں پتا...... شریفاں نے بھی کچھ نہیں بتایا......''

''تو سچ کہہ رہا ہے......؟'' جانی نے بے اعتباری سے میری آنکھوں میں جھانکا۔

''ہاں ہاں سچ کہہ رہا ہوں...... بتا بھی دو کہ بات کیا ہے......'' میں زچ ہو گیا۔

جانی نے ایک طویل سانس لی، پھر ٹھہر ٹھہر کر بولا...... سیٹھ نے اپنی ساری جائیداد فہمی کے نام کر دی ہے......''

''تم پر دو دفعہ لخ لعنت...... یہ بات اب خبر نہیں واقعہ بن چکی ہے......'' میں نے دانت پیسے۔

''پوری بات تو سن لو......ٹوانہ صاحب کو بالکل بھی نہیں معلوم کہ میں تمہارا دوست ہوں اور ابھی تک تم سے ملتا ہوں، شریفاں کے پاس فہمی کے گھر کی تمام معلومات ہیں اور میرے پاس ٹوانہ کی......اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ شاہ رخ نے ہانگ کانگ میں ہی دوسری شادی کر لی تھی اور اس کا ایک بیٹا بھی ہے، فہمی سے شادی کرنے کا اس کا مقصد صرف اور صرف جائیداد ہتھیانا ہے، شاہ رخ نے ساری بات ٹوانے کو بتا دی تھی، ٹوانے نے اسے پلان سمجھایا جس کے نتیجے میں تمہیں ہسپتال میں سیٹھ کے سامنے نقلی شاہ رخ ثابت کر دیا گیا، نتیجہ صاف ظاہر تھا......سیٹھ غصے میں آ گیا، تمہیں جیل بھجوا دیا اور اصلی شاہ رخ کو ساتھ لے گیا۔''

''لیکن اس میں ٹوانے کا کیا فائدہ ہے؟''

''سارا فائدہ ہی ٹوانے کا ہے......'' جانی مسکرایا......''میرا شمار ٹوانے کے خاص ملازمین میں ہے، وہ مجھ سے کسی ذاتی معاملے میں شریک تو نہیں کرتا لیکن ذاتی باتیں میری موجودگی میں کر ضرور لیتا ہے، اور میں نے شاہ رخ کی موجودگی میں دونوں کی بہت سی ایسی باتیں سنی ہیں جنہیں تم سنو گے تو بیٹھے بیٹھے گر جاؤ گے......''

میں دھڑام سے نیچے گر گیا۔

''ابے بات سنی نہیں اور پہلے ہی گر گیا......'' جانی بوکھلا گیا۔

میں نے کپڑے جھاڑے اور دوبارہ چارپائی پر بیٹھتے ہوئے اطمینان سے کہا......''میں ہر کام ایڈوانس کرنے کا عادی ہوں''

''ایڈوانس کے مامے......اس بار تم بہت لیٹ ہو گئے ہو......''

''کیا مطلب......؟؟؟''

''مطلب یہ کہ شاہ رخ نے فہمی کی جائیداد اپنے نام کروا لی ہے......اور اب فہمی کو بتائے بغیر ہانگ کانگ اپنے بیوی بچے کے پاس جانے کی تیاریوں میں ہے......''

''شادی ہو گئی ان کی؟''

''نہیں......اس نے شادی دو ہفتے تک موخر کر دی ہے......تیرے دیے ہوئے طلاق نامے میں کوئی غلطی ہے جس کی وجہ سے دیر ہو رہی ہے اور اسی بات کا فائدہ اٹھا کر شاہ رخ فرار ہونا چاہ رہا ہے کیونکہ وہ فہمی سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔''

''اور ٹوانہ......''

''ٹوانہ......ہاہاہاہا......ٹوانہ بڑا استاد ہے......اس نے شاہ رخ کو قید کر لیا ہے......''

''وہ کس لیے......؟؟؟''میں چونکا۔

''اس لیے کہ وہ شاہ رخ سے جائداد کے سارے کاغذ اپنے نام کروائے گا......''

میں دھک سے رہ گیا۔ہم غریبوں کا دل ایسا ہی ہوتا ہے' جو ظلم کرتے ہیں ان کے لیے بھی پریشان ہو جاتا ہے۔ٹوانہ نے بڑا کامیاب پلان بنایا تھا' اور اگر یہ پلان کامیاب ہو جاتا تو اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ ٹوانہ نے بھائی کی ساری جائیداد پر سانپ بن کر بیٹھ جانا تھا۔میرا دل بھر آیا......میں نے جانی سے کہا......''یار جانی......تُو کس چیز پر آیا ہے؟''

''11 نمبر پر......''جانی نے اطمینان سے کہا۔

''11 نمبر......؟؟؟لیکن اس طرف تو 11 نمبر نہیں آتی......''میں حیران ہوا۔

''ابے 11 نمبر کا مطلب ہوتا ہے......دو ٹانگوں پر......یعنی پیدل......''

''یار......تیری مہربانی......چل اٹھ......سیٹھ کی طرف چلتے ہیں......''

جانی ایسے اچھلا جیسے اسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو......''سیٹھ کی طرف......ابے تیرا دماغ تو ٹھیک ہے......کیوں اپنا قیمہ کروائے گا......''

''جانی......سیٹھ اور فہمی کے ساتھ بہت بڑا فراڈ ہو رہا ہے......میرا فرض بنتا ہے کہ میں انہیں حقیقت سے آگاہ کروں......''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن تیری بات کا یقین کون کرے گا؟''

''میں اللہ میاں کی قسم کھا کر انہیں یقین دلاؤں گا......''میں نے دلیل دی اور جانی ہنس پڑا۔

''ابے غریب کی قسم پر کون اعتبار کرتا ہے......؟؟؟''

’’تو پھر تیرے خیال میں مجھے کیسے یقین دلانا چاہیے......؟‘‘

جانی جواب دینے کی بجائے سگریٹ کے لمبے لمبے کش لینے لگ گیا......ہم دونوں بالکل خاموش ہوگئے تھے۔اتنی ساری معلومات ہونے کے باوجود ہم سیٹھ اور فہمی کے لیے کچھ بھی کرنے سے قاصر تھے۔مصیبت یہ تھی کہ سیٹھ اور فہمی کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں رہی تھی ورنہ شائد میں انہیں کسی نہ کسی طرح قائل کر ہی لیتا۔رہی بات شاہ رخ کی‘ تو میں اسے کسی کھاتے میں نہیں سمجھتا تھا‘ تاہم مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ میرے طلاق نامے میں کوئی غلطی موجود ہے جس کی وجہ سے ابھی تک فہمی کو طلاق نہیں ہوسکی......میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ وہ غلطی انگوٹھے کے علاوہ کیا ہوسکتی ہے اور یقیناً اس غلطی کا فریضہ تھانیدار نے ہی سرانجام دیا تھا۔اُس روز جانی دو گھنٹے تک میرے پاس موجود رہا اور اس نے ٹوانے کے پلان کی ساری تفصیل مجھے سنائی۔میں مردہ دلی سے سب سنتا رہا اور سر ہلاتا رہا......اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

ایک ہفتہ مزید گذر گیا' میں اندر ہی اندر سلگتا رہا لیکن کچھ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔اسی دوران وہ کچھ ہو گیا جو کبھی سوچا بھی نہ تھا۔شام کا وقت تھا......ابا ریڈیو کان سے لگائے آنکھیں بند کیے خبریں سن رہے تھے ......اماں ہانڈی کو الٹا کیے اُس پر گیلی مٹی کا لیپ کر رہی تھیں......اور میں بنیان شلوار پہنے چارپائی کی ادوائن کس رہا تھا......میرا ایک پیر چارپائی پر تھا اور ادوائن میرے ہاتھ میں تھی' اتنے میں باہر کسی رکشے کے رکنے کی آواز آئی۔میں نے کوئی توجہ نہ دی' کیونکہ الحمدللہ ہمارا کوئی رشتہ دار ایسا نہیں تھا جو رکشہ افورڈ کر کے ہماری طرف آتا' ہاں البتہ سائیکل کی گھنٹی کی لگاتار آواز آتی تو میں کہہ سکتا تھا کہ ماما شجاعت آیا ہے۔میں بدستور اپنے کام میں مصروف رہا اور اُس وقت چونکا جب کسی نے دروازے پر دستک دی۔اماں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا' پھر مجھے اشارہ کیا' میں نے ادوائن وہیں چھوڑی اور قینچی چپل پہن کر دروازے کی طرف بڑھا اور آگے بڑھ کر جھانکا......باہر نظر پڑتے ہی میرے اوسان خطا ہو گئے ......میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے......ایک لمحے کے لیے تو آنکھوں پر یقین نہ آیا......اسی لمحے اماں نے اندر سے آواز دی......''وے کون ہے؟''

میں بت بنا کھڑا تھا......اماں کو کیا بتاتا کہ باہر میری بیوی اور سسر آیا ہے......!!! فہمی اور سیٹھ رکشے سے نیچے کھڑے میری طرف دیکھ رہے تھے' فہمی کی آنکھوں میں بدستور شدید نفرت تھی۔

''آ......آ......آ......پ......''میں بس اتنا ہی کہہ سکا۔

''اندر چلو......'' سیٹھ نے سخت لہجے میں کہا اور میں بے اختیار آگے سے ہٹ گیا' سیٹھ فہمی کو لیے اندر داخل ہو گیا۔ میں سخت الجھن میں تھا' اگر یہ کوئی نئی مصیبت تھی تو یقیناً بہت بُرے وقت آئی تھی' تاہم مجھے حیرت تھی کہ سیٹھ اور فہمی اپنی گاڑی کی بجائے رکشے میں کیوں آئے ہیں۔ اماں نے اپنا ''لیپا'' وہیں روکا اور آنکھیں پھاڑے صحن میں آگئیں۔ عین اسی لمحے بی بی سی کی خبریں ختم ہو گئیں اور ابا نے آنکھیں کھولیں...... گھر میں دو اجنبی اور خوش پوش لوگوں کو دیکھ کر انہوں نے دانتوں تلے انگلیاں دبا لیں۔ تاہم میں دیکھ رہا تھا کہ وہ فہمی کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہے تھے' غالباً پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے...... مجھے یاد آ گیا کہ شروع شروع میں جب مجھے اور ابا کو تھانے لے جایا گیا تھا تو وہاں ابا نے فہمی کو دیکھا تھا اور بعد میں ابا کو دوسری دفعہ بھی تو فہمی نے ہی گرفتار کروایا تھا۔

''کک...... کون...... ہیں آپ......؟؟؟'' اماں ہکلائیں

''مجھے سیٹھ خوبصورت کہتے ہیں...... اور یہ...... میری بیٹی ہے...... فہمی...... جس سے تمہارے بیٹے نے نکاح کیا تھا'' سیٹھ نے میری طرف اشارہ کیا۔ اماں ایک لمحے میں ساری کہانی سمجھ گئیں' میں حیران تھا کہ محلے بھر میں لڑاکا خاتون کہلوانے والی اماں یکدم بھیگی بلی بن گئی تھیں...... شائد اولاد پر آنے والی کوئی بھی تکلیف ماں باپ کو بزدل بنا دیتی ہے۔

''اچھا اچھا...... آپ...... آپ بیٹھئے ناں......'' اماں نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا۔

فہمی تو بدستور منہ پھلائے سارے گھر کو نفرت انگیز نگاہوں سے دیکھتی ہوئی کھڑی رہی' تاہم سیٹھ نے ایک ہنکارا بھرا اور چارپائی پر بیٹھ گیا...... اور عین اسی لمحے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا' میں چارپائی کی ادوائن کس رہا تھا اور ادوائن ابھی کھلی ہوئی تھی...... اس سے پہلے کہ میں کچھ کرتا...... سیٹھ سیدھا چارپائی کے اندر گرا اور اس کا سر زمین پر اور ٹانگیں آسمان کی طرف ہو گئیں۔

''ارے...... ارے...... سیٹھ صاحب......'' میں جلدی سے لپکا۔ فہمی شدید غصے کے عالم میں تھی۔ سیٹھ کو مصیبت میں دیکھ کر ابا نے جلدی سے ریڈیو واپس شاپر میں ڈالا اور بھاگ کر آ گئے۔ میں نے اور ابا نے باہمی شراکت سے سیٹھ کو پکڑ کر سیدھا کیا۔ سیٹھ کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور چہرے پر شدید غیض وغضب کے آثار تھے۔ تاہم اس نے کچھ کہنے سے گریز کیا۔

''معافی چاہتا ہوں سیٹھ صاحب......اصل میں ابھی ادوائن کس ہی رہا تھا کہ آپ آ گئے......''

''تو یہ ہے تمہارا گھر......'' سیٹھ نے بات سنی ان سنی کی......''اور یہ کون ہے؟'' سیٹھ نے ابا کی طرف اشارہ کیا اور مجھے یاد آ گیا کہ ابا کے حوالے سے بھی میں خاصے جھوٹ بول چکا ہوں' پھر سوچا جب اصل جھوٹ ہی کھل چکا ہے تو ضمنی جھوٹ بولنے کا کیا فائدہ لہذا سر جھکا کر کہا۔

''یہ میرے والد صاحب ہیں......''

''ابے میرا نام غفار ہے......اور تو مجھے خالد صاحب کہے جا رہا ہے......'' ابا نے مجھے چٹکی کاٹی۔

اتنے میں دروازے پر پھر دستک ہوئی......میں نے وہیں سے آواز دی......''آ جاؤ......''

جو صورت اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر میں سیٹھ کی آمد کا سارا مقصد سمجھ گیا۔تھانیدار پورے طمطراق سے اندر داخل ہو رہا تھا۔اماں تیزی سے سیٹھ کے پاؤں میں گر گئیں......''خدا کے لیے......سیٹھ صاحب......میرے بچے کو تھانے نہ بھجوانا......یہ پہلے ہی بہت تکلیفیں برداشت کر چکا ہے......''

میں تیزی سے جھکا......''اماں......اٹھ......کھڑی ہو جا......تجھے کوئی ضرورت نہیں ان کے پاؤں پڑنے کی......میں جیل جانے کے لیے تیار ہوں......چلیئے......'' میں نے پورے اعتماد سے کہا۔

سیٹھ نیچے جھکا اور اماں کو کندھوں سے پکڑ کر اٹھا لیا......''نہیں بہن جی......شرمندہ مت کیجئے......میں تو آپ سے اپنی بچی کی زندگی کی بھیک مانگنے آیا ہوں......''

میں بری طرح چونکا............سیٹھ کا لہجہ میرے لیے بالکل نیا تھا......

''ڈیڈی پلیز......یہ کیا کر رہے ہیں......میں ڈوب مروں گی لیکن اس منحوس کے ساتھ ایک پل بھی......''

''تڑاخ......'' سیٹھ کا لہراتا ہوا زوردار تھپڑ فہمی کے منہ پر پڑا اور وہ چکرا کر نیچے گری......میں نے بے اختیار اسے بازوؤں میں تھام لیا۔اور گھبرا کر فوراً ہی چھوڑ دیا۔

سیٹھ گرجا......''میں نے ساری زندگی تمہیں دوست بن کر پالا......بیٹوں جیسا پیار دیا......مگر تم نے اپنی بے وقوفی سے ہر دفعہ مجھے ڈاج دینے کی کوشش کی۔یاد رکھنا' دولت مند کبھی بے وقوف نہیں ہوتے......مجھے ساری حقیقت کا پتا چل چکا ہے......تم نے اپنی ضد کا نتیجہ دیکھ لیا ہے......جسے تم اپنا

سب کچھ سمجھتی تھیں اس نے جائیداد اپنے نام کروالی اور علمدار کے ساتھ مل کر ہمیں کوڑی کوڑی کا محتاج کردیا......اب کس بات کا غرور ہے تمہیں......اب تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں رہا......اور جو رہا ہے وہ اس قابل نہیں کہ اس پر غرور کیا جاسکے۔سرفراز اگر مجھے ساری حقیقت نہ بتاتا تو میں اِس کمالے کو شائد موت کے گھاٹ اتروادیتا۔‘‘

’’سرفراز کون الو کا پٹھا ہے......؟‘‘فہمی سرخ گالوں کے ساتھ روتی ہوئی چلائی۔

تھانیدار نے بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھا......پھر تیزی سے بولا......’’براہ کرم تمیز سے بات کیجئے......مجھے سرفراز کہتے ہیں......‘‘

’’تم......کمینے......ذلیل......دغاباز......‘‘فہمی تھانیدار پر پل پڑی‘ تاہم سیٹھ نے اسے ایک اور تھپڑ جڑ دیا......’’خاموش کھڑی رہو......ساری بات کھل چکی ہے‘ اس وقت کمالا ہی تمہارا اصل خاوند ہے اور اب تمہیں اسی کے ساتھ زندگی گذارنا ہوگی......بہن جی......اپنی بہو کو قبول کیجئے......میری بڑی خواہش تھی کہ میری بیٹی دھوم دھام سے رخصت ہو......لیکن آپ......آپ میرے آنے کو ہی اس کی رخصتی سمجھئے......‘‘سیٹھ کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

اماں پتھر ہوگئیں......جبکہ ابا اماں کی اوٹ میں ہوگئے۔میرا دماغ گھوم گیا......اتنا بڑا انقلاب......اتنی بڑی تبدیلی......خدا کی قسم میرا جی چاہ رہا تھا کہ بنیان اتار کر کچھا پہن کر زور زور سے ٹھمکے لگاؤں......تاہم بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کیا۔

’’نہیں رہوں گی میں یہاں......میں زہر کھالوں گی......‘‘فہمی پاگل ہوگئی۔

’’یہاں نہیں رہوگی تو پھر کہاں رہوگی......ساری جائیداد‘ سارے بنگلے تو تم اپنے شاہ رخ کے نام کر چکی ہو......اور اُس کمینے نے سب کچھ علمدار کے نام لکھ دیا ہے......اب ہمارا کچھ نہیں رہا بیٹی......کچھ بھی تو نہیں......‘‘

سیٹھ میری طرف مڑا......’’کمالے......میں تم سے اپنے سابقہ رویے پر بہت شرمندہ ہوں......فہمی تمہاری بیوی ہے‘ تم اگر چاہو تو اسے قبول کر سکتے ہو‘ لیکن یاد رکھنا اب ہم کنگال ہو چکے ہیں......میں اسے جہیز میں کچھ بھی دینے کے قابل نہیں......‘‘

”نہیں انکل......“ میں تڑپ اٹھا...... ”میں نے دولت کو بہت قریب سے دیکھ لیا ہے اور اس قربت نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ زیادہ دولت رشتے بھلا دیتی ہے...... مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ کو حقیقت کا پتا چل گیا...... فہمی ٹھیک کہتی ہے...... میں اس قابل نہیں ہوں کہ فہمی جیسی باشعور اور اعلیٰ خاندان کی لڑکی کا خاوند کہلا سکوں...... ہم غریبوں کی حیثیت ہمیشہ مڈل مین کی سی ہوتی ہے...... ہم دو دولت مند دلوں کے مابین شادی کا پُل تو بن سکتے ہیں...... ان کا حصہ نہیں...... ویسے بھی آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میری زندگی کے کچھ ہی دن باقی رہ گئے ہیں...... میں اپنی خوشی کے لیے کسی کی خوشیاں نہیں چھین سکتا...... فہمی کو لے جایئے......!!!“

”تڑاخ......“ سیٹھ کا ایک زناٹے دار تھپڑ میرے گال پر پڑا اور میرا جبڑا تک ہل گیا......!!!

”یہ کیوں نہیں کہتے کہ اب فہمی کنگال ہو چکی ہے اس لیے تمہیں اس کی ضرورت نہیں رہی...... راتوں رات دولت مند بننے کا جو نسخہ تمہارے ہاتھ آیا تھا اسے کوئی اور لے اڑا...... رہی بات تمہاری زندگی کی...... تو تم جیسے ہوس پرست لوگ اتنی جلدی نہیں مرا کرتے...... تمہاری رپورٹس غلط تھیں، کسی اور کی رپورٹس غلطی سے تمہارے لفافے میں آ گئی تھیں...... میں مکمل تحقیق کر چکا ہوں......“

میں مبہوت رہ گیا...... قسمت آج کی تاریخ میں مجھ پر اتنے بڑے احسانات کرے گی یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا...... سیٹھ کی باتوں نے مجھے ہلا کے رکھ دیا تھا...... میں نے بنیان سے اپنے دانتوں سے آنے والا خون صاف کیا اور کہا......!!!

”سیٹھ صاحب...... میں نہ کبھی آپ کی دولت کا طلبگار تھا...... اور نہ اب ہوں...... مجھے فہمی کا ساتھ منظور ہے...... لیکن اگر فہمی ہی نہ چاہے تو......“

سیٹھ کے چہرے پر بے پایاں خوشی رقص کرنے لگی...... ”فہمی کی جرات نہیں کہ وہ انکار کرے...... اور اگر یہ انکار کرے تو تمہیں پورا حق ہے کہ مار مار کر اس کی طبیعت درست کر دو“

اماں تیزی سے آگے بڑھیں اور مٹی سے لتھڑے ہاتھوں سے ہی فہمی کو سینے سے لگا لیا...... ”اس نامراد کی کیا جرات کہ یہ میری بہو پر ہاتھ اٹھائے...... گندے نالے میں ناں بند کروا دوں گی۔“

فہمی بادل نخواستہ اماں کے سینے سے لگی ہوئی برے برے منہ بنا رہی تھی اور میں ہونق بنا کھڑا تھا۔

”لیکن سیٹھ صاحب......“

”کچھ کہنے کی ضرورت نہیں......تم محنت کرو......اور اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہونے کی کوشش کرو......چاہو تو میں تمہیں کسی فلم میں کام بھی دلوا سکتا ہوں......بابرا شریف کے ساتھ ہیرو کاسٹ کروں گا...... بابرہ شریف کو جانتے ہو؟“

”کیوں نہیں جی......وہ ”ابوظہبی“ والی ناں......!!!“

سیٹھ جلدی سے کھنکار کر بولا......”نہیں نہیں......میں پاکستان والی بابرا شریف کی بات کر رہا ہوں......“ پھر وہ اماں کی طرف مڑا”......اچھا بہن جی میں چلتا ہوں......اب فہمی آپ کی بہو ہے......اس نے ساری زندگی ماں کا پیار نہیں دیکھا......اسے دکھایئے کہ ماں کیسی ہوتی ہے......خدا حافظ!!! “

”ڈیڈی......“فہمی پیچھے لپکی......لیکن سیٹھ نے اتنے زور سے گھور کر دیکھا کہ وہ مزید ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی۔سیٹھ تیزی سے باہر نکل گیا۔

میں تیزی سے تھانیدار کے پاس آیا......اور کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا......تاہم میرے بولنے سے پہلے ہی تھانیدار نے مسکرا کر سرگوشی کی......”علمدار کو سیٹھ کے قتل کی کوشش اور فراڈ کے الزام میں گرفتار کیا جا چکا ہے......جبکہ شاہ رخ پہلی فلائٹ سے ہانگ کانگ فرار ہو گیا ہے......اور ایک اہم خبر یہ ہے کہ سیٹھ نے صرف تمہارا امتحان لیا ہے ورنہ اس کی دولت ویسی کی ویسی محفوظ ہے......اُس نے جائیداد کے تمام کاغذات پر غلط دستخط کیے تھے......“

☆☆☆

اماں نے فہمی کے لیے خاص طور سے نیا سرخ جوڑا بنوایا......مہندی لگائی...... بلائیں لیں......صدقہ اتارا......البتہ ابا مسلسل ناراض تھے‘ ان کا کہنا تھا کہ لڑکی کے پاس جب کوئی دولت ہی نہیں رہی تو خوامخواہ میں نے کیوں اسے قبول کر لیا......!!! تاہم اماں کا رویہ ایسا تھا کہ میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا‘ وہ فہمی پر واری واری جا رہی تھیں۔یہ وہی اماں تھیں جنہوں نے ہمیشہ میرے لیے دولت مند لڑکی کے خواب دیکھتے تھے......لیکن شائد وہ بھی اندر سے پیار کو ترسی

ہوئی تھیں اسی لیے فہمی کو ماں کا پورا پورا پیار دے رہی تھیں۔

فہمی کو ہمارے گھر میں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا' سیٹھ نے اس دوران ایک دفعہ بھی فہمی کی خیریت دریافت نہیں کی۔فہمی کی بدتمیزیاں انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں' وہ لگ بھگ چھ دفعہ کھانے کے برتن توڑ چکی تھی' بار بار چلاتی اور مجھے دیکھتے ہی خونخوار بلی کی طرح مارنے کو دوڑتی۔تاہم اماں کا رویہ بالکل ہی مختلف تھا' ہر بار جیسے ہی فہمی چلاتی یا کوئی برتن توڑتی' وہ جلدی سے ٹھنڈے پانی کا گلاس لے کر اس کے پاس آجاتیں۔میرا دل چاہتا کہ فہمی کو ایسا تھپڑ لگاؤں کہ ساری زندگی یاد کرے' لیکن شائد اماں میرا موڈ بھانپ لیتی تھیں اسی لیے پہلے دن سے انہوں نے میرا بستر فہمی کے کمرے کی بجائے صحن میں لگوادیا۔ابا یہ صورتحال دیکھ دیکھ کر برے برے منہ بناتے رہتے' تاہم فہمی سے الجھنے کی ان کی ہمت نہ تھی۔ایک دن فہمی نے غصے میں آکر چائے کا کپ اتنے زور سے زمین پر مارا کہ اس کی کرچیاں اماں کے پاؤں پر لگیں اور خون نکلنے لگا۔میں بے قابو ہو گیا اور فہمی کے بال پکڑ لیے۔

''تم بہت بدتمیز ہو......'' میں چلایا۔

''شٹ اپ......گندے کیڑے......تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بال پکڑنے کی......'' فہمی چلائی۔

اماں تیزی سے آگے بڑھیں......''چھوڑ کمالے......چھوڑ اسے......ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا''

''اماں یہ ایسے نہیں باز آئے گی......''

''میں کہتی ہوں چھوڑ اسے......'' اماں نے ایک جھٹکے سے میرا بازو کھینچ لیا۔فہمی زور زور سے رونے لگی۔''تم لوگ......لالچی ہو......سارے مرد کمینے ہوتے ہیں......خود غرض......بے غیرت......'' وہ ہچکیاں لینے لگی۔بے اختیار میرا دل بھر آیا' میں اسے سینے سے لگا کر دلاسہ دینا چاہتا تھا لیکن سامنے ابا میری ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے لہذا میں سر جھٹک کر گھر سے نکل گیا۔

☆☆☆

رات کافی بیت چکی تھی اور میں بلا مقصد گلیوں میں گھومتا پھر رہا تھا' فہمی مجھے مل تو گئی تھی لیکن کیا اسے ملنا کہتے ہیں......؟؟؟ میں تو پہلے ہی سیٹھ کو کہہ چکا تھا کہ فہمی ہمارے ماحول میں نہیں رہ سکے گی لیکن اس نے زبردستی فہمی کو ہمارے گھر رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔میرا دل خاصا کھٹا ہو چکا تھا' میں بیوی کی خاطر ماں کی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا تھا' اور اماں بھی تو عجیب سی ہو گئی تھیں' پہلے بات بات پر لڑتی تھیں' لیکن جب سے فہمی آئی تھی......کچھ زیادہ ہی نرم ہو گئی تھیں۔میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج فہمی سے حتمی بات کر کے رہوں گا۔اگر وہ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو میں کون ہوتا تھا اسے باندھ کے رکھنے والا۔یہ سوچتے ہی میں گھر کی طرف مڑ گیا۔

دروازے پر پہنچا تو چونک اٹھا......تالہ لگا ہوا تھا......میں گھبرا گیا' یقیناً کوئی نئی افتاد آن پڑی تھی' میں نے جلدی سے ہمسائیوں کا دروازہ کھٹکھٹایا اور صورتحال معلوم کی۔حقیقت کا سنتے ہی میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ہمسائے نے بتایا کہ سب گھر والے ہسپتال گئے ہیں۔میں دیوانہ وار ہسپتال کی طرف دوڑا۔میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر فہمی کی وجہ سے اماں کو کوئی نقصان پہنچا تو میں اسے صرف طلاق ہی نہیں دوں گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ہسپتال پہنچتے ہی میں نے ایمرجنسی وارڈ کا پوچھا اور اُدھر لپکا۔وہاں پہنچتے ہی مجھے حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا......اماں ہسپتال کے ننگے فرش پر سجدے میں گری دعائیں مانگ رہی تھیں۔میں سمجھ گیا کہ فہمی نے اماں کی بجائے ابا کو تکلیف پہنچائی ہے' میں تیزی سے اماں کی طرف لپکا۔

''اماں......اماں......کیا ہوا......ابا کدھر ہیں؟؟؟''

اماں نے آنسوؤں بھرا چہرہ اوپر اٹھایا اور روتے ہوئے بولیں...... ''باپ کو چھوڑ...... میری بہو کی خبر لے......''

''فہمی......کیا ہوا فہمی کو......؟؟؟''میں چونکا۔

''اُس نے بلیڈ سے اپنی کلائی کاٹ لی ہے......اور زندگی اور موت کی کشمکش میں پڑی ہے......'' اماں کے آنسو ڈھلک پڑے۔

اوہ میرے خدایا......فہمی اس حد تک چلی جائے گی' یہ تو میں نے سوچا بھی نہ تھا......اتنے میں ایمرجنسی وارڈ کا دروازہ کھلا اور ایک نرس تیزی سے اماں کی طرف بڑھی۔

''بی بی......جلدی سے او پازیٹو خون کا بندوبست کرو......ایک گھنٹے کے اندر......ورنہ مریضہ کی جان بھی جا سکتی ہے......''

اماں گھبرا گئیں......''کما لے......کما لے......کچھ کر......کہیں سے خون لے آ......بے شک میرا نکال لے......لیکن میری بہو کو بچا لے......''

میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ......تیزی سے اٹھا اور باہر کی طرف بھاگا......ہسپتال کے کاریڈور میں بہت سے لوگ آ جا رہے تھے......میں باری باری سب سے خون کے لیے منتیں کرنے لگا' لیکن شائد قسمت آج پھر میرے خلاف جا رہی تھی......او پازیٹو کا گروپ کہیں سے نہیں مل رہا تھا......میں نے ہسپتال کے بلڈ بینک سے بھی معلوم کیا لیکن وہاں بھی اس گروپ کا خون نہیں مل سکا۔ میں نے اپنا خون چیک کرایا تو وہ بی نیگٹو نکلا......میں اپنا سارا خون دے کر بھی او پازیٹو خون لے لینا چاہتا تھا لیکن ٹکریں مارنے کے باوجود بھی خون کا انتظام نہ ہو سکا۔ مجھے اور تو کچھ نہ سوجھا......میں جلدی سے جانی کی طرف بھاگا۔ جانی شریفاں کے گھر میں ہی تھا' مجھے بدحواس دیکھ کر دونوں چونک گئے۔

''جانی......جانی......فہمی کی جان خطرے میں ہے......اسے او پازیٹو خون کی ضرورت ہے......''

''میرا خون چلے گا......؟'' جانی نے تیزی سے پوچھا۔

''تمہارا گروپ او پازیٹو ہے؟''

''یہ تو پتا نہیں......''

''چلو تم دونوں ساتھ آجاؤ...... چیک کروانے میں کیا حرج ہے......لیکن خدا کے لیے جلدی کرو......ڈاکٹروں نے ایک گھنٹے کا ٹائم دیا ہے......''

''فہمی کو ہوا کیا ہے......؟'' شریفاں بولی۔

''اس نے خودکشی کی کوشش کی ہے......'' میں نے بڑی مشکل سے آنسو ضبط کیے۔

''کمالے......یار سیٹھ کو تو اطلاع کر دینی تھی......''

''اوہ......'' میں چونکا......''اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا......'تم ہسپتال پہنچو......میں سیٹھ کو فون کر کر کے آتا ہوں......''

شریفاں اور جانی تقریباً بھاگتے ہوئے نکل گئے' میں نے جلدی سے پی سی او کا رخ کیا' سیٹھ یہ خبر سنتے ہی سکتے میں آ گیا۔ میں نے فوری طور پر اسے ہسپتال پہنچنے کی تاکید کی اور خود بھی ادھر لپکا۔

☆☆☆

جس وقت میں ہسپتال پہنچا' وہاں شریفاں' جانی اور سیٹھ بھی پہنچ چکے تھے۔ جانی تیزی سے میری طرف لپکا......''اوئے کمالے...... میں نے چیک کروایا ہے شریفاں کا خون او پازیٹو ہے......''

میں اچھل پڑا......''شریفاں......خدا کے لیے میری فہمی کو بچالو......''

شریفاں سینہ تان کر آگے بڑھی......''لے چل جہاں لے جانا ہے اور نکال لے جتنا خون نکالنا ہے''

ابھی اس کی بات ادھوری ہی تھی کہ وارڈ کا دروازہ کھلا اور نرس باہر آئی۔ ہم سب اس کی طرف لپکے۔

''خون کا بندوبست ہو گیا ہے......'' میں نے جلدی سے کہا۔

''اب اس کی ضرورت نہیں رہی......'' نرس نے کہا......''خون مل گیا تھا' اب مریضہ کی حالت خطرے سے باہر ہے۔''

میں ہکا بکا رہ گیا......اماں فرط مسرت سے روتے ہوئے مجھ سے لپٹ گئیں' شریفاں اور جانی کے چہرے کھل اٹھے......سیٹھ نے کپکپاتے ہوئے مجھے سینے سے لگا لیا۔

معلوم نہیں وہ کون تھا جس نے فہمی کو اپنا خون دے کر نئی زندگی دی تھی۔ تین گھنٹے بعد جب ہمیں فہمی

سے ملنے کی اجازت دی گئی تو ہم سب دیوانہ وار وارڈ میں داخل ہو گئے۔فہمی ہوش میں تھی تاہم اس کے چہرے سے نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔سیٹھ کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ تاہم اس نے میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔

''ڈیڈی......آپ......آپ......نہ آتے تو......میں مر چکی ہوتی......''

سیٹھ نے فہمی کا سر اپنی گود میں رکھا اور گہرا سانس لے کر بولا......''بیٹی......میں نے کچھ نہیں کیا......جو کیا ہے انہی لوگوں نے کیا ہے......''

''میرے لیے خون کا بندوبست آپ نے نہیں کیا؟''فہمی چونکی۔

''نہیں بیٹے......مجھے تو ابھی خبر ملی ہے......پتا نہیں وہ کون فرشتہ ہے جس نے تمہیں ایک وقت میں تین بوتلیں خون دیا ہے......''

اتنے میں نرس کمرے میں داخل ہوئی......''پلیز جلدی سے او پازیٹو گروپ کی ایک بوتل کا ارینج کیجئے......جس شخص نے آپ کی مریضہ کو خون دیا ہے اس کی اپنی حالت خطرے میں ہے''

شریفاں تیزی سے آگے بڑھی......''میرا خون یہی ہے......''

''آؤ میرے ساتھ......''نرس اسے لے کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

ہم سب جو پہلے فہمی کے لیے دعا کر رہے تھے'اب اُس ہمدرد کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے جس نے فہمی کی زندگی بچائی تھی۔

دو گھنٹے بعد ہمیں ایک اور خوشخبری سننے کو ملی کہ ہمارے ہمدرد کی جان بھی اب خطرے سے باہر ہے۔فہمی نے خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے محسن کو دیکھنا چاہتی ہے۔تاہم ڈاکٹرز نے اسے اٹھنے سے منع کر دیا۔

''ڈاکٹر میں اُس عظیم انسان سے ملنا چاہتا ہوں جس نے میری بیٹی کو بچایا ہے......''

''آیئے میرے ساتھ......''ڈاکٹر ہمیں ساتھ لیے آگے بڑھ گیا۔ہسپتال کے مختلف کمروں سے ہوتے ہوئے ہم بلڈ ڈیپارٹمنٹ میں پہنچے۔اور جیسے ہی بیڈ پر پڑے ہوئے ہمارے ہمدرد پر نظر پڑی......سب حیرت سے اچھل پڑے......!!! ہمارا ہمدرد ہوش میں تھا۔سیٹھ تیزی سے آگے

بڑھا......"آپ......آپ نے میری بیٹی کو خون دیا ہے......میں ساری زندگی آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا...... You are very cheap ......آپ بہت عظیم ہیں......!!!"

"نہیں......میں یتیم نہیں ہوں......" کمزور سی آواز آئی۔اور میں نے روتے ہوئے آگے بڑھ کر ابا کو سینے سے لگالیا......اماں ان کے پیروں میں بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

میری سہاگ رات 18 جون کو منعقد ہوئی۔ میں کمرے میں داخل ہوا تو فہمی گھونگٹ نکالے، سمٹی سمٹائی ٹوٹی ہوئی مسہری پر بیٹھی تھی، اس مسہری کو بیلنس کرنے کے لیے میں نے ایک دن پہلے ہی ٹوٹے ہوئے پائے کے نیچے چار اینٹیں نیچے رکھ دی تھیں۔ میں کمرے میں داخل ہوا تو پسینے پسینے ہو رہا تھا اور کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہوں......پہلی پہلی شادی کا یہی نقصان ہوتا ہے کہ آدمی کنفیوز ہو جاتا ہے۔ تاہم میں نے اداکار لہری کی فلم کا ایک ڈائیلاگ دل میں دہرایا اور قریب آ کر بڑی لجاجت سے کہا......''السلام علیکم......میری آپ سے شادی ہوئی ہے......اور میں اسی سلسلے میں آیا ہوں......''

گھونگھٹ میں خاموشی رہی......میں نے آہستہ سے اس کا گھونگھٹ اٹھایا اور دیکھتا ہی رہ گیا......فہمی چودھویں کا چاند لگ رہی تھی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اللہ نے مجھے اتنا پیارا تحفہ دے دیا ہے۔ میں کافی عرصے سے اس کا خاوند تھا لیکن اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ خاوند بننے کی حقیقی خوشی کیا ہوتی ہے......میں نے سوچا باقاعدہ گفتگو کا آغاز انگریزی میں کرنا چاہیے تاکہ ذرا اچھا اثر پڑے، لہذا سپیلنگ یاد کرتے ہوئے کہا......''آئی......لو......یو......''

کچھ دیر خاموشی رہی......پھر فہمی نے گھور کر میری طرف دیکھا اور کچھ دیر گھورتی رہی......!!! میں بوکھلا گیا اور پھر کہا......''آئی لو یو......''

اس نے پوری سنجیدگی سے میری طرف دیکھا......پھر دھیرے سے مسکرائی اور میری ناک پر چٹکی

کاٹ کر بولی......’’آئی لو یو......ٹو‘‘

میں نے نعرہء مستانہ لگایا اور زور سے اچھل کر کہا......’’آئی لو یو......تھری‘‘

عین اسی لمحے کھڑ کھڑ کی آواز آئی...... مسہری کے پاوے کے نیچے رکھی اینٹیں زور سے ہلیں......اور مسہری پٹاخ سے زمیں بوس ہو گئی۔

The End